ماہنامہ
جہد حق
پاکستان کمیشن
برائے انسانی حقوق
HRCP

عزت برابری

امن انصاف

شفافیت خوشحالی

انسانیت

زندگی حب الوطنی

مطمئین ضمیر

ایمانداری

جہدِ حق کرنے والوں کو سلام

لاہور،02اپریل2017

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے اپنا سالانہ عمومی اجلاس منعقد کیا جس میں ’’انسانی حقوق کے محافظین کو درپیش مشکلات‘‘ کے موضوع پر ایک سیمینار کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔

لاہور، 01اپریل 2017:ایچ آر سی پی کونسل کا اجلاس منعقد ہوا

انسانی حقوق کے عالمی دن

اپریل

2اپریل	خودفکری سے آ گاہی کا عالمی دن
4اپریل	کانوں سے متعلق آ گاہی اور کانوں سے متعلقہ کارروائیوں میں معاونت کا عالمی دن
6اپریل	ترقی اور امن کے لیے کھیل کا عالمی دن
7اپریل	روانڈا کے قتل عام کے متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
7اپریل	صحت کا عالمی دن (ڈبلیو ایچ او)
12اپریل	خلا میں انسانی پرواز کا عالمی دن
22اپریل	مادر ارض کا عالمی دن
23اپریل	کتاب اور حق اشاعت کا عالمی دن
23اپریل	انگریزی زبان کا عالمی دن
25اپریل	ملیریا کا عالمی دن۔(ڈبلیو ایچ او)
26اپریل	ایجاد کے حقوق کا عالمی دن (ویپو)
28اپریل	دوران ملازمت سلامتی اور صحت کا عالمی دن
29اپریل	کیمیائی جنگ کے تمام متاثرین کی یاد منانے کا عالمی دن
30اپریل	جاز (موسیقی) کا عالمی دن

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1	تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
دفعہ -2	ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔
دفعہ - 3	ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 4	کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جاسکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔
دفعہ - 5	کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔
دفعہ - 6	ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔
دفعہ - 7	قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔
دفعہ - 8	ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، بااختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔
دفعہ - 9	کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 10	ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔
دفعہ - 11	(1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جاسکی ہوں۔ (2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔
دفعہ - 12	کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔
دفعہ - 13	(1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔
دفعہ - 14	(1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔ (2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جاسکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔
دفعہ - 15	(1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ (2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔
دفعہ - 16	(1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ (2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔ (3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔
دفعہ - 17	(1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔
دفعہ - 18	ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔
دفعہ - 19	ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔
دفعہ - 20	(1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ (2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔
دفعہ - 21	(۱) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ (3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔
دفعہ - 22	معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشوونما کے لیے لازم ہیں۔
دفعہ - 23	(1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ (2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ (3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔ (4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔
دفعہ - 24	ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔
دفعہ - 25	(1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ (2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔
دفعہ - 26	(1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔ (2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ (3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔
دفعہ - 27	(1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ (2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں
دفعہ - 28	ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہوسکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔
دفعہ - 29	(1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔ (2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ (3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔
دفعہ - 30	اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

فہرست

ایچ آر سی پی کی جاری کردہ پریس ریلیزیں	5
پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کا سالانہ عمومی اجلاس 2017	6
بربریت کی جڑیں	8
دہشت گردی کے دور میں ادب	9
یہ ادبی ٹھیلے!	10
لاعلمی کا مداوا علم ہے مگر جہل کا کوئی کفارہ نہیں	11
خواتین	12
جنسی تعلیم اور ہمارے دوغلے رویے	17
مردوں کا رونا کوئی بری بات نہیں	18
خواتین کا عالمی دن	19
کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا	21
جنسی تشدد کے واقعات	22
تقسیم در تقسیم کا ذمہ دار کون؟	32
کیا بھارت میں قرارداد مقاصد منظور ہوئی؟	33
خودکشی کے واقعات	34
اقدام خودکشی	39
ضرورت برائے ہندو، شیعہ، مسیحی خاکروب	42
اقلیتیں	43
بچے	44
پاکستان میں چائلڈ لیبر کا 'شیطانی چکر'	45
سیاسی اختلاف رائے توہین مذہب نہیں ہوتی	46
تعلیم	47
صحت	49
قانون نافذ کرنے والے ادارے	50
جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط	52

انسانی حقوق کی خواتین کارکنان کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے: ایچ آر سی پی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے خواتین کے عالمی دن کے موقع پر حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ انسانی حقوق کی خواتین کارکنان کے کردار کو تسلیم کریں اور انہیں امتیازی سلوک، ایذا دہی اور حملوں سے تحفظ فراہم کریں۔

منگل کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ''انسانی حقوق کی خواتین کارکنان کو انسانی حقوق کے دیگر محافظین جیسے خطرات کا ہی سامنا ہے'' تاہم خواتین ہونے کے باعث وہ زیادہ غیر محفوظ ہیں، خاص طور پر انہیں جنس سے متعلقہ تشدد یا دھمکیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔

انسانی حقوق کے کارکنوں، بشمول خواتین کارکنان کے ساتھ پاکستان کا معاندانہ رویہ انتہائی تکلیف دہ ہے۔ مارچ 2016 میں، پاکستان نے اقوام متحدہ کی کونسل برائے انسانی حقوق کی قرارداد کے خلاف مہم چلائی تھی۔ قرارداد میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ معاشی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کے تحفظ کے لیے کوشاں انسانی حقوق کے محافظین کو بہتر تحفظ فراہم کیا جائے۔ اس سے قبل 2015ء میں، پاکستان 193 ریاستوں میں سے ان 14 ممالک کی فہرست میں شامل تھا جنھوں نے انسانی حقوق کے محافظین پر اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کی قرارداد کی مخالفت کی تھی۔ دیگر موقعوں پر بھی پاکستان نے اقوام متحدہ کی ان قراردادوں کی شدید مخالفت کی جن میں انسانی حقوق کی خواتین کارکنان کے بہتر تحفظ پر زور دیا گیا تھا۔

پاکستان میں ہر سال انسانی حقوق کے متعدد محافظین کو قتل کر دیا جاتا ہے اور انہیں حملوں اور دیگر قسم کے خطرات یا ایذا دہی کا بھی سامنا رہتا ہے۔ یہ امر حیران کن ہے کہ حکومت اب بھی یہی کہتی ہے کہ ''انسانی حقوق کے محافظین'' کوئی خاص گروہ نہیں ہیں اور انہیں ایک خاص قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اس سے بھی بدتر یہ کہ حکومت کے اعلیٰ عہدیدار انسانی حقوق کے محافظین کو 'غیر ملکی ایجنٹ'، 'مغربی اقدار کے حامی'، اور 'اسلام مخالف' قرار دیتے رہے ہیں۔ ایسے بیانات نہ صرف انسانی حقوق کے محافظین کے اہم کام کی ساکھ کو نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ یہ انہیں ایذا دہی، دھمکیوں اور حتیٰ کہ حملوں کے خطرے سے بھی دوچار کرتے ہیں۔

''پاکستان نے کئی بین الاقوامی فورمز پر ایک 'جمہوری اور ترقی پسند ملک' ہونے کا دعویٰ اور 'انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے فروغ اور تحفظ' کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ حکومت کو اب انسانی حقوق، جمہوریت، اور قانون کی حکمرانی کے فروغ اور تحفظ میں انسانی حقوق کی خواتین کارکنان کے اہم اور جائز کردار کا اعلانیہ طور پر اعتراف کرتے ہوئے اس حوالے سے ٹھوس اقدامات کرنا ہوں گے۔ حکومت کو اس بات کو بھی یقینی بنانا ہوگا کہ انسانی حقوق کی خواتین کارکنان کو ایک ایسا محفوظ اور مساوی ماحول فراہم کیا جائے جہاں وہ اپنی ذمہ داریاں بلاخوف انجام دے سکیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 07 مارچ 2017]

کارکنوں کی تضحیک، پی ٹی آئی کے خلاف سائبر قانون کا استعمال باعث تشویش ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ایک اہم سیاسی رہنما پر سائبر کرائم قانون کے تحت مقدمہ چلانے سے متعلق حکومتی نمائندوں کے بیانات پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ کمیشن نے اس بات پر بھی سخت تشویش ظاہر کی ہے کہ چند ارکان پارلیمان ملک کی ایک نامور انسانی حقوق کی کارکن کی اس لیے تضحیک کی کیوں کہ انہوں نے عدلیہ کے ارکان کے طرز عمل پر تبصرہ کیا تھا۔

بدھ کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ''ایچ آر سی پی کو کابینہ کے ایک رکن کے اس بیان پر تشویش ہے کہ حکومت پاکستان تحریک انصاف (پی ٹی آئی) کی قیادت کے خلاف سائبر کرائم قانون کے تحت مقدمہ تیار کر رہی ہے۔

''دھڑے بندی اور سیاسی کشمکش کے موجودہ ماحول میں یہ ایک انتہائی غیر دانشمندانہ اقدام ہوگا۔ اگر حکمران جماعت کو واقعی یقین ہے کہ پی ٹی آئی کے سربراہ عمران خان اور ان کی جماعت کے دیگر رہنماؤں نے کسی بھی طرح سے توہین عدالت کا ارتکاب کیا ہے تو اس سے زیادہ آسان بات اور کیا ہوگی کہ اس معاملے سے توہین عدالت کے قانون کے تحت نمٹا جائے۔ بجائے اس کے کہ ایسے قانون کے استعمال کی دھمکی دی جائے جس پر اس کی مختصر زندگی کے دوران لاتعداد تحفظات کا اظہار کیا گیا ہے اور جس پر اس وقت بھی خدشات ظاہر کیے گئے جب یہ ایک مسودہ قانون کے طور پر زیر بحث تھا۔

اس قانون کے استعمال کے اس سرکاری عندیے سے سول سوسائٹی اور سیاسی جماعتوں کا یہ عزم مزید پختہ ہونا چاہیے کہ وہ ایسے قوانین کی منظوری کے خلاف صف آراء رہیں جن میں اُن کے غلط استعمال کے خلاف حفاظتی بندوبست قطعاً ناکافی ہیں اور جو سیاسی انتقام یا دیگر من مانی کارروائیوں کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

ایچ آر سی پی کو افسوس ہے کہ قومی اسمبلی کے ایک رکن کے خیال میں ایوان میں ان کے وقت کا بہترین مصرف یہ ہے کہ وہ بین الاقوامی طور پر جانی جانے والی انسانی حقوق کی محافظ کے بارے میں ہتک آمیز کلمات کہیں کیونکہ مذکورہ کارکن نے ایک جج کے طرز عمل پر تبصرہ کرنے کی جسارت کی۔ ہم یہ امید کرتے ہیں کہ اراکین پارلیمان خود کو نمایاں کرنے کے لیے کوئی مثبت طریقے تلاش کریں گے۔

ایچ آر سی پی توقع کرتا ہے کہ پی ٹی آئی کے ساتھ اپنے اختلافات کے حوالے سے، حکومت ایسا طریقہ کار اپنائے گی جس سے پہلے سے کشیدہ سیاسی فضا مزید خراب نہ ہو اور جس پر کسی صورت سیاسی انتقام کا گمان نہ ہو۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 15 مارچ 2017]

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کا سالانہ عمومی اجلاس 2017

ڈائریکٹر کی رپورٹ

پچھلا سال انسانی حقوق کے کارکنوں کے لیے ہنگامہ انگیز ثابت ہوا۔ ایک طرف، امن وامان کی بگڑتی صورتحال اور باضابطہ قانونی کارروائی سے انحراف کے باعث ان کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا۔ عین اسی وقت، انسانی حقوق کے محافظین پر دباؤ اور ان کے لیے خطرات مزید بڑھے ہیں۔

ساتھ ہی ساتھ، سول سوسائٹی کی تنظیموں کی جانب ریاستی پالیسی مزید غیر دوستانہ ہوئی ہے اور حکومتی مداخلت میں اضافہ ہوا۔ ایسا خاص طور پر پنجاب اور خیبر پختونخوا کے متعدد علاقوں میں دیکھنے میں آیا جہاں این جی اوز کو کام کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور انہیں اپنی سرگرمیوں کی انجام دہی کے لیے این او سی کا اجراء مشکل رہا اور اصول کی بجائے استثنا کے طور پر کیا گیا۔

این جی اوز کو نہ صرف اپنی رجسٹریشن کی تجدید میں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا بلکہ ان کو مسلسل ہراساں کیا جاتا رہا۔

بین الاقوامی ڈونرز پاکستان میں انسانی حقوق کے حوالے سے بظاہر کوئی پیش رفت نہ ہونے کے باعث ہمت ہار چکے ہیں اور ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ پاکستان ان کی ترجیحات میں شامل نہیں رہا۔

ایچ آر سی پی کے کچھ اہم ڈونر کی جانب سے سول سوسائٹی کی تنظیموں کی معاونت میں کمی کو اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہئے۔ علاوہ ازیں، ڈونرز نے پاکستان میں اپنی سرگرمیوں کی انجام دہی کے لیے اپنی کمپنیاں بنانا شروع کر دی ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مستقبل قریب میں سول سوسائٹی کی تنظیموں کے لیے امداد مزید کم ہو جائے گی۔

گزشتہ اے جی ایم سے اب تک، فوجی آپریشنوں کے ذریعے دہشت گردوں کی کمر توڑنے کے دعووں کے باوجود، ملک بھر میں دہشت گردی کی اہدافی کارروائیاں دیکھنے میں آئی ہیں جن میں سندھ کے علاقے سہون میں مزار پر حملہ اور بلوچستان میں شاہ نورانی کے مزار پر حملہ اور مساجد پر حملے؛ کوئٹہ میں وکلاء کا قتل عام اور وکلاء، ججوں اور عدالتوں پر حملے؛ کوئٹہ میں پولیس کے تربیتی مرکز پر ہونے والے حملے میں متعدد کیڈٹس کی ہلاکت؛ اور پولیو ورکروں اور صحافیوں پر حملے شامل ہیں۔ پاراچنار میں دو روز پہلے ہونے والی خون ریزی اس حقیقت کو ایک بار پھر واضح کر دیا ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کا خطرہ بدستور موجود ہے۔

ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خاتمے کے منصوبے پر صرف فوجی عدالتوں کے قیام کی حد تک عمل درآمد ہوا ہے۔ باضابطہ قانونی کارروائی اور حفاظتی اقدامات کے فقدان سے متعلق متعدد شکایات کے باوجود، فوجی عدالتوں کی بحالی انتہائی تشویش کا باعث ہے۔ فوجی عدالتوں کی بحالی اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ مستقبل میں بھی باضابطہ عدالتوں کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے خاطر خواہ اقدامات نہیں کیے جائیں گے۔

اندرون ملک نقل مکین افراد (آئی ڈی پیز) کی واپسی کے لیے کافی اقدامات کیے گئے ہیں لیکن اس حقیقت پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی کہ آئی ڈی پیز تباہ شدہ گھروں، انفراسٹرکچر، روزگار اور مقامی معیشت کی جانب واپس لوٹ رہے ہیں۔

آئی ڈی پیز کی حالت زار میڈیا کے لیے ایک پرانی خبر بن چکی ہے اور وہ شاذونادر ہی اس مسئلے کو اجاگر کرتا ہے۔

فاٹا کو قومی دھارے میں لانے اور علاقے کی صوبہ خیبر پختونخوا میں شمولیت سے متعلق اقدامات تعطل کا شکار ہیں۔

صحت اور تعلیم سمیت لوگوں کی بنیادی ضروریات پر بظاہر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ گڈانی شپ بریکنگ یارڈ میں جہاز میں لگنے والی آگ اور کانوں میں ہونے والے حادثات میں مزدوروں کی بڑی تعداد میں ہلاکتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کو بھی مزدوروں کے مفادات اور بہبود کی فکر نہیں ہے۔

خواتین، مذہبی اقلیتوں کے لوگ اور بچے تشدد کا نشانہ بنتے رہے اور ان کی اذیت کو کم کرنے کے لیے جو معمولی سی تگ و دو کی گئی وہ اس وقت کی جاتی تھی جب کوئی پرتشدد واقعہ پیش آجاتا تھا۔

ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ پورے ملک کی نظریں عدالت عظمیٰ، پاکستان میں زیرسماعت پانامہ پیپرز کیس پر لگی ہوئی ہیں اور سب اس کیس پر عدالتی فیصلے کے منتظر ہیں۔

ایچ آر سی پی نے اس عرصے کے دوران انسانی حقوق کی صورتحال کا جائزہ لینے اور اسے قلمبند کرنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ مزید برآں، ذرائع ابلاغ پر بیانات جاری کر کے، اپنی رپورٹس کے ذریعے اور حکام کردہ کو مراسلوں کے ذریعے اپنی آراء اور تشویش کا اظہار بھی جاری رکھا۔

گزشتہ برس کے دوران ایچ آر سی پی کی بنیادی سرگرمیاں درج ذیل تھیں:

(i) مردم شماری کے معاملے پر ورکشاپ؛
(ii) خواتین کے حق املاک پر ورکشاپ؛
(iii) خواتین کو مقامی حکومت کے معاملات میں شمولیت کی ترغیب دینے کے لیے چار صوبائی ورکشاپس؛
(iv) غیر محفوظ طبقوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین کے گروپ کا فرقہ واریت کے مسئلہ پر پہلا اجلاس؛
(vi) ماہرین کے گروپ کا دوسرا اجلاس۔۔۔اس اجلاس کا موضوع مذہب سے متعلقہ جرائم تھا؛
(vi) بچوں سے مشقت پر ورکشاپ؛
(vii) کانوں، کام کے حالت کار، جبری مشقت، معاوضہ جات اور صحت کو لاحق خطرات پر ورکشاپ؛
(viii) اندرون ملک نقل مکانی پر قانونی ڈھانچے کی ضرورت پر ورکشاپ؛
(ix) فاٹا اصلاحات پر ورکشاپ؛
(x) GSP+ کے معاملے اور انسانی حقوق کے فروغ کے لیے کاروباری کمیونٹی کے ساتھ ملاقاتیں
(xi) گلگت۔بلتستان کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن
(xii) بلوچستان میں انسانی حقوق کی صورتحال کے جائزے کے لیے فیکٹ فائنڈنگ مشن؛
(xiii) اذیت رسائی کے خلاف اقوام متحدہ کی کمیٹی کو رپورٹ جمع کروائی گئی؛
(xiv) یونیورسل سلسلہ وار نظر ثانی (یو پی آر) پر اقوام متحدہ کے ورکنگ گروپ کو رپورٹ جمع کروائی گئی؛
(xv) یو پی آر پر سول سوسائٹی کی تنظیموں کے ساتھ مشاورتی اجلاس؛
(xvi) انسانی حقوق کی خواتین کارکنوں کے لیے فضا سازگار کرنے کے موضوع پر گفت وشنید کے لیے خواتین کے عالمی دن پر کانفرنس کا انعقاد؛
(xvii) اقلیتی کمیونٹی کے نمائندوں کے ساتھ ورکشاپ کا انعقاد جس کا مقصد یہ تھا کہ ان کے مذہبی مقامات کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے کوئی لائحہ عمل تشکیل دیا جا سکے۔

ایچ آر سی پی کے دفاتر نے انسانی حقوق کے عالمی دنوں پر ملک بھر میں مختلف مہمات چلائیں اور ریلیوں کا اہتمام کیا۔

اِس وقت ایچ آر سی پی اپنی تنظیم نو کے مرحلے میں ہے اور اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لیے درکار وسائل کے لیے نئے مواقع کی تلاش ایک ایسا چیلنج ہے جس کا ایچ آر سی پی کو آنے والے مہینوں میں سامنا کرنا پڑے گا۔ بدقسمتی سے، حالات میں ایسی کوئی بہتری نہیں آئی کہ ایچ آر سی پی جمہوری نظم و نسق، قانون کی حکمرانی، جنس یا مذہب سے بالاتر تمام شہریوں کی مساوی حیثیت اور محنت کشوں کی تعداد جیسے معاملات سے اپنی توجہ کسی طرح ہٹا سکے جو کہ اس کی بنیادی سرگرمیوں کا مرکز ہیں۔ تیزی سے وقوع پذیر ہونے والی موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے موسمیاتی معاملات پر مزید کام کرنے کی ضرورت ہے۔

موثر انداز سے کام کرنے کی ایچ آر سی پی کی استعداد کا انحصار اسے اپنے اراکین سے ملنے والی امداد اور رہنمائی پر ہے۔ آنے والے دنوں میں ان کی رہنمائی کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت پڑے گی۔

ہم اپنی بات ایچ آر سی پی کے فیلڈ ورکرز کے لیے خصوصی خراج تحسین کے ساتھ ختم کرنا چاہتے ہیں جو بے حد محنت اور حوصلے کے ساتھ انسانی حقوق کے مشن پر کاربند ہیں اور اپنے کام کی بدولت دھمکیوں اور خوف و ہراس کا نشانہ بننے کے باوجود بدستور ایچ آر سی پی کی آنکھیں اور کان بنے ہوئے ہیں۔ اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے، ہم ان کی تربیت اور رہنمائی کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔

نجم الدین
ڈائریکٹر

حسابات کا گوشوارہ

31 دسمبر 2016 کو کمیشن کی مالی حیثیت کے خلاصے کا متن درج ذیل ہے

2016	2015	وصولیوں اور اخراجات کا گوشوارہ:
000,روپے	000,روپے	وصولیاں
112,890	133,079	عطیات/چندے
1,411	3,607	دیگر وصولیاں
124,301	**136,686**	میزان

000,روپے	000,روپے	اخراجات
116,505	129,532	سرگرمیوں کے اخراجات
6,383	6,832	انتظامی اخراجات
-	15,727	سٹاف گریجویٹی اخراجات
138	309	دیگر آپریٹنگ اخراجات
51	60	مالی اخراجات
123,077	**152,461**	مجموعی اخراجات
(1,224)	**(15,775)**	آئندہ کے منصوبہ جات کے لیے

بیلنس شیٹ

2016	2015	
000,روپے	000,روپے	فنڈز
38,279	38,279	عمومی اثاثہ جات
(1,040)	(184)	خسارہ مستقبل کی سرگرمیوں کے لیے دستیاب
39,319	**38,095**	میزان
		مشتمل
15,199	17,470	مستقل اثاثے
35,307	31,812	سرمایہ کاری، بنکوں میں جمع رقوم اور کل رواں اثاثے
(11,186)	(11,186)	ادائیگی گریجویٹی
39,319	**38,095**	میزان

بربریت کی جڑیں

آئی۔اے۔رحمان

اخلاقیات کے نمایاں مبلغین کے مطابق بہت سے عام پاکستانی اس حدتک سنگدل ہو چکے ہیں کہ وہ چھوٹی بچیوں سے زیادتی کرر ہے ہیں اور انہیں قتل کرر ہے ہیں، جان بچانے والی دواؤں کا لیبل لگا کر مہلک زہر اور کھانے بیچتے ہیں اور ان کے مطابق ان کارروائیوں کی بنیادی وجہ اخلاقی نظام کی تباہی ہے لیکن اس بات کے امکانات بہت کم ہیں کہ سیہون شریف سانحے کے حوالے سے بھی وہ یہی وضاحت پیش کریں گے۔

اتنے سادہ جواب سے ان مادی عوامل کا پتا نہیں چلایا جا سکتا جن کی وجہ سے ملک میں درندگی کی یہ تازہ لہر آئی ہے اور جس کا علاج ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو چکا ہے۔

معاشرے میں بربریت کے عروج کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ قانون جرائم کی روک تھام کیلئے اپنا کردار ادا کرنے میں ناکام ہو چکا ہے۔ ریاست نے اس صورتحال پر قابو پانے کیلئے سزاؤں میں اضافہ تو کیا ہے لیکن وہ یہ بات بھول گئی ہے کہ قانون کی حکمرانی سزاؤں پر نہیں بلکہ اس عوامی یقین پر منحصر ہوتی ہے کہ کوئی بھی شخص غلط کام کر کے سزا سے نہیں بچ سکتا۔ آج کے پاکستان میں زیادہ تر مجرموں کو یقین ہے کہ وہ کچھ بھی کر کے بچ نکلیں گے۔

اس کی ایک بڑی وجہ سزایابی کی شرح میں انتہائی کمی ہے جو کہ عام طور پر دس فیصد سے بھی کم ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات درج ذیل ہیں: انتہائی کمزور اور خامیوں سے بھرپور تفتیشی طریقہ کار، نااہل اور کرپٹ پراسیکیوشن اور دولت مند اور بااثر لوگوں کا قانون سے بالاتر ہونا۔

مثال کے طور پر حال ہی میں غیر قانونی انسانی اعضاء کی تجارت کے معاملے میں دفاعی ٹیم 60 وکیلوں پر مشتمل تھی جس کی سربراہی ملک کے انتہائی مقبول وکلاء کر رہے تھے۔ معروف وکلاء کی خدمات حاصل کرنا ہی اس بات کا حتمی ثبوت تصور کیا جاتا ہے کہ یہ پارٹی حق پر ہے۔ لاہور کی اورنج لائن ٹرین پراجیکٹ کے دفاع کیلئے جو قانونی ٹیم تیار ہوئی اس پر ایک نظر ڈالنے سے ہی یہ حقیقت واضح ہو جاتی۔

تاہم قتل کے مقدمات میں سزایابی کی شرح اوسط سے زیادہ ہے۔ لیکن باوسائل مجرم اہم گواہان کو خرید کر اور بعض اوقات تو مدعی کو ہی خرید کر سزا سے چھٹکارہ پا لیتے ہیں۔ حال ہی میں ایسی کئی مثالیں سامنے آئی ہیں جب مدعی کسی دولت مند شخص کے خلاف اپنا کیس واپس لے لیتا ہے اور اس سے صرف ان شہریوں کو حیرانی ہوتی ہے جن کو صورتحال کا اندازہ نہیں۔ رقم اور سماجی حیثیت کا استعمال کر کے انصاف کو شکست دینے کی روایت زمانہ قدیم سے جاری ہے۔

قانون کی قتل کے مجرموں کو سزا دینے کی صلاحیت اس بات سے شدید متاثر ہوتی ہے کہ اکثر اوقات اس جرم کو انتہائی پیچیدہ بنا دیا جاتا ہے اور اسے اکثر قاتل اور متاثرہ خاندان کے درمیان ذاتی رنجش قرار دے دیا جاتا ہے۔ جو کوئی بھی متاثرہ خاندان کو معاوضہ دینے کی طاقت رکھتا ہے یا پھر جو کوئی بھی مقتول پارٹی کو مزید نقصان پہنچا سکتا ہے وہ کسی بھی مرحلے پر بچ نکلتا ہے۔ اسے قتل کے چند روز بعد بھی رہائی مل سکتی ہے اور عین پھانسی سے چند لمحے پہلے بھی۔ عدالتی صفوں میں کرپشن کی کہانیاں جن کی تصدیق اعلیٰ عدلیہ بھی کرتی رہتی ہے نے بھی قانون کے تقدس کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

اس کی ایک بڑی وجہ سزایابی کی شرح میں انتہائی کمی ہے جو کہ عام طور پر دس فیصد سے بھی کم ہے۔

پاکستان کو اپنے قوانین اور سماجی روایات کے درمیان عدم تعلق کی قیمت بھی چکانا پڑ رہی ہے۔ قانون کہتا ہے کہ کسی جرم کو چھپانے کیلئے کم عمر لڑکیاں ونی کرنا جرم ہے لیکن ریاست نے ملک بھر میں ایسی روایات کو روکنے کیلئے بہت کم اقدامات کئے ہیں۔ امتیازی قوانین کے نفسیاتی اور سماجی اثرات کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے خواتین کے جرائم کا شکار ہونے کے امکانات زیادہ ہو گئے ہیں۔ ان قوانین میں ضیاء الحق کا قانون شہادت بھی شامل ہے۔ ریپ، گینگ ریپ اور اغوا جیسے واقعات کے لیے سزائے موت متعین کر کے ریاست نے مجرم کو یہ ترغیب دے دی ہے کہ وہ متاثرہ فرد کو قتل کر کے اس کی لاش کو ہی ٹھکانے لگا دے تاکہ مقدمے کا سب سے اہم گواہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔

اس کے علاوہ قانون کو ان پریشر گروپوں کی وجہ سے بھی نقصان پہنچا ہے جو تشدد کرنے والوں کی حمایت کرتے ہیں۔ ہوبارہ کے شکار کے خلاف عوامی سطح پر اٹھنے والے شور کا کوئی فائدہ نہیں ہوا کیونکہ بااثر وڈیرے اس کھیل کے ذریعے معاشی فائدے اٹھاتے ہیں۔ وہ اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ ان کی زمینوں پر موجود ہوبارہ کہ مقامی لوگ شکار نہ کریں بلکہ وہ ان غیر ملکی شہزادوں کو مقامی گائیڈ اور ٹریکر بھی مہیا کرتے ہیں جو فائیو سٹار ہوٹلوں میں رہنا۔ شاندار گاڑیوں میں گھومنا اور مہنگے تحائف حاصل کرنا پسند کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ پاکستان میں مقاصد کی بنیاد پر ذرائع کو جائز قرار دینے کا رجحان ہمیشہ سے رہا ہے۔ قبائلیوں کو ایسے مشنز میں استعمال کرنے کی وجہ سے مرکزی دھارے سے باہر رکھا گیا جن سے بعد میں لاتعلقی اختیار کی جا سکتی ہو۔ جنرل ضیاء نے اس نظریے کو اور بھی تقویت دی۔ چارلی ولسن کے افغان جنگ میں کردار کی وجہ سے انہیں فیلڈ مارشل کا یونیفارم پہنا دیا گیا اور ضیاء نے خود انہیں لکھ کر دیا کہ وہ کسی بھی ایسے جانور کا شکار کر سکتے ہیں جس کی نسل کو خطرہ ہے۔ جنرل کو اس میں کوئی نقصان نظر نہیں آیا کہ وہ ان چوروں اور سمگلروں کے ساتھ سماجی رابطے پیدا کریں جو ان کی مدد کرتے تھے۔ قانون کی ایسی خلاف ورزیاں غالباً ابھی تک جاری وساری ہیں۔ ہمیں اس بات کو بھی سمجھنا چاہیے کہ ہم میں سے بہت سے لوگ جواب اس سنگدلی میں ماہر ہو چکے ہیں ان کا آغاز چھوٹے جرائم سے ہوا تھا جب انہیں اپنی روزی کمانے کے مواقع سے محروم کر دیا گیا تھا یا پھر انہیں میرٹ پر کام نہیں ملا یا پھر شاید وہ دولت مند طبقے کے طرز زندگی کی نقل کرنا چاہتے تھے جن میں حکمران بھی شامل ہیں۔ اگرچہ یہ بات تکلیف دہ ہے کہ ایک مجرم ایک معمولی چور سے آگے بڑھ کر قتل تک پہنچ جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ قانون کی پاسداری کرنے والے معاشرتی طبقوں سے بھی یہ پوچھنا ضروری ہے کہ وہ خاموشی سے ایسے جرائم کو پروان چڑھنے کا موقع کیوں دیتے ہیں۔ اس اصول سے فرار ممکن نہیں ہے کہ ہر جرم کی کچھ نہ کچھ ذمہ داری معاشرے پر بھی عائد ہوتی ہے۔

نظام انصاف کو تباہ کرنے کیلئے یہ سب کچھ ہی کافی تھا مگر اب اس کے ساتھ ایسے سخت گیر لوگ بھی آ گئے ہیں جو اپنی ظالمانہ کارروائیوں کو مذہب کے نام پر جائز قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے جہاد کے اصول کا مطلب ہی بدل دیا ہے اور ہر کسی کو یہ لائسنس دیا ہے کہ وہ کسی بھی مشتبہ گستاخ کا گلا کاٹ دے۔

یہ انتہا پسند کئی برسوں سے درگاہوں اور مزاروں کو نشانہ بنا رہے ہیں۔ سیہون شریف میں ہونے والے قتل عام کو راسخ العقیدہ لوگ اخلاقیات کی تباہی سے سے تعبیر نہیں کریں گے اور یہ واقعہ بلوچستان میں درگاہ نورانی پر ہونے والی خونریزی کا ناگزیر نتیجہ تھا اور درگاہ نورانی پر حملہ رحمان بابا اور دیگر مزارات پر حملوں کا تسلسل تھا۔ جس جرم کو اس کی پیدائش پر قبول کر لیا جاتا ہے وہ تیزی سے پھلتا پھولتا ہے۔

اقتدار کے نگہبانوں کو اس بات کو سمجھنے میں کتنا عرصہ لگے گا کہ اس درندگی کی جڑیں اصل میں کہاں ہیں؟

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

دہشتگردی کے دور میں ادب

آئی۔اے۔رحمان

اس سال لاہور لٹریری فیسٹیول اس وجہ سے منعقد ہو پایا کیونکہ اس کے منتظمین اس کیلئے غیر معمولی طور پر پرعزم تھے اور ادب سے محبت رکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد نے بھی اس پر پرجوش ردعمل دیا۔ لیکن یہ فیسٹیول شروع سے آخر تک خطرے میں گھرا رہا اور اس سے لوگوں کے ذہنوں میں کئی سنجیدہ سوالات نے جنم لیا۔

اس فیسٹیول میں جو میلہ لگایا گیا وہ انتہائی بھرپور تھا اور اس میں تخلیقی تحریروں، موجودہ دور کے فنون، ادب میں مباحثے کا مواد، سیاست اور میڈیا ہر چیز پر کتابوں اور تحریروں کی بھرمار تھی۔ اس میں پاکستان کے دو عظیم ہیروز عبدالستار ایدھی جو گزشتہ برس انتقال کر گئے اور ڈاکٹر عابد رضوی کو خراج تحسین بھی پیش کیا گیا۔ اس میلے کو میڈیا میں بھرپور کوریج دی گئی اور یہاں میں میڈیا میں کہے گئے تعریفی کلمات کو دوہرانا ضروری نہیں سمجھتا۔

فیسٹیول کو تین روزہ ہونا تھا لیکن اس کا دورانیہ ایک دن کرنے کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ملکی ادب اور مصنفین جنہیں پہلے ہی ایسی تقریبات میں بہت کم نمائندگی ملتی ہے وہ اس پروگرام سے تقریباً باہر ہی ہو گئے۔ جس سے یہ فیسٹیول صرف امیر لوگوں کیلئے وقت گزاری کا ذریعہ بن کر رہ گیا اور جیسا اسے ہونا چاہیے تھا یا جو اس کے منتظمین نے سوچا تھا ویسا کچھ بھی نہیں ہو سکا۔ لوگوں کی ایک قابل ذکر تعداد نے کئی سیشنز میں حصہ لیا لیکن زیادہ تعداد دہشتگردی کے خوف کی وجہ سے وہاں نہیں آئی۔

سب سے زیادہ نقصان بچوں کا ہوا جن کی تعداد فیسٹیول میں سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں کی ادب میں دلچسپی کی وجوہات مختلف تھیں اور کئی لوگ تو صرف یہ خواہش لے کر آتے تھے کہ وہ عالمی ادب کے جدید رجحانات سے آگاہ ہو سکیں۔ جبکہ بچوں کیلئے ادب سے واقفیت کا مطلب سکول، کالج کے نصاب سے باہر علم کی تلاش کا پہلا زینہ ہے اور اسی سے ان میں مطالعے کا شوق پیدا ہوتا ہے اس کے ساتھ ساتھ پنجاب کے مختلف شہروں اور قصبوں کے رہائشی جو کتابوں کا شوق رکھتے ہیں ان کا بھی نقصان ہوا کیونکہ وہ لاہور آنے کی سکت نہیں رکھتے اسی کیٹیگری میں وہ سفارتی پود بھی شامل تھی جو ماضی میں بھی اسی بہانے اسلام آباد سے نکل کر تھوڑا بہت پاکستان دیکھ لیا کرتے تھے اور شہر کے ریونیو میں کچھ اضافہ کر جاتے تھے کیا فیسٹیول کے دورانیے میں کمی سے یہ جو نقصان ہوا ہے یہ واقعی ناگزیر تھا؟

ایل ایل ایف کے منتظمین کو پنجاب حکومت سے نا صرف یہ کہ کوئی شکایت نہیں تھی بلکہ وہ تو اس کا شکریہ ادا کرنے میں پیش پیش نظر آئے۔ تاہم یہ تاثر بہت عام تھا کہ حکومت اس وقت ترقیاتی کاموں اور سیکیورٹی پر جس طرح توجہ دے رہی ہے اس میں ادب اور فن کی ترویج کہیں فٹ نہیں بیٹھتی۔ حکام کو اس بات پر قائل کیا جانا چاہیے کہ ادب اور فنون معاشرے کی بقاء کے لیے ویسے ہی ضروری ہیں جیسے پھیپھڑے انسانی جسم کے لیے۔ امن کے دور میں ان کی بہت اہمیت ہے اور جنگ کے وقت تو ان کی اہمیت دوگنا ہو جاتی

> سب سے زیادہ نقصان بچوں کا ہوا جن کی تعداد فیسٹیول میں سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ بڑی عمر کے لوگوں کی ادب میں دلچسپی کی وجوہات مختلف تھیں اور کئی لوگ تو صرف یہ خواہش لے کر آتے تھے کہ وہ عالمی ادب کے جدید رجحانات سے آگاہ ہو سکیں۔

ہے کیونکہ یہ جنگ اور دہشتگردی سے پیدا ہونے والی بے چینی اور ذہنی دباؤ کا بہترین علاج ہیں۔

اس کے علاوہ تمام ترقی پسند قومیں مصنفین، شعراء اور فنکاروں کے تشدد کے خلاف کردار کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ برطانیہ نے دوسری جنگ عظیم کے دوران ایسے ہی اقدامات کئے تھے جن سے دستاویزی فلم کو غیر معمولی بلندی ملی۔ فرینک کیپرا نے امریکا کی جنگ میں مدد کیلئے جو فلمیں بنائی تھیں انہیں آج بھی کلاسک کا درجہ دیا جاتا ہے۔ انیس سو پینسٹھ کی جنگ کے متعلق آپ کی جو بھی رائے ہو لیکن مسلح افواج آج بھی جمیل الدین عالی اور صوفی تبسم جیسے شعرا اور شہناز (آف ڈھاکا) اور نور جہاں جیسے گلوکاروں کے کردار کو فراموش نہیں کر سکتیں۔

اس طرح ریاست کو ثقافتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کا فائدہ ہوتا ہے خاص طور پر وہ سرگرمیاں جو ادب اور فن سے منسلک ہوتی ہیں کیونکہ یہ دہشتگردی کے خلاف جنگ میں کام آتی ہیں اور یوں لوگوں میں سوچ کے عمل کو زندہ رکھتی ہیں اور اس سے مایوسی کا خطرہ ٹل جاتا ہے۔

کوئی بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ آج ریاست اور لوگوں کو دہشتگردی کے انتہائی سنگین خطرے کا سامنا ہے لیکن یہ صورتحال سرکاری ردعمل میں دو بڑی خامیوں کی وجہ سے خراب ہو گئی ہے۔ پہلی خامی تو یہ ہے کہ ریاست عوام، ان کی روزمرہ سرگرمیوں، ثقافت اور ورثے کی حفاظت کے اپنے فرض میں کوتاہی کی مرتکب ہو رہی ہے اور اس نے ہر کسی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ کسی حد تک مشترکہ ذمہ داری کا تصور درست ہے لیکن ریاست کو چاہیے وہ ہر طرح کے شہریوں اور ان کے جائز حقوق کے تحفظ کیلئے ہر ممکن کوشش کرے۔ حکومت پہلے ہی صرف وزراء اور من پسند لوگوں کو سکیورٹی دے کر تنقید کا نشانہ بن رہی ہے۔

دوسرا اور زیادہ سنجیدہ مسئلہ یہ رجحان ہے کہ سیکیورٹی کے نام پر اداروں کو بند کیا جا رہا ہے اور معمول کی سرگرمیاں روکی جا رہی ہیں۔ کتنی یونیورسٹیاں، سینما گھر، اکیڈمی آف لیٹرز کے اجتماعات، لاہور اور کراچی میں ہونے والے کتاب میلے یا گھڑ دوڑیں محض اس وجہ سے ختم ہو جائیں گی کہ حکومت انہیں سکیورٹی نہیں دے سکتی؟ یہ پالیسی دہشتگردوں کو فائدہ پہنچا رہی ہے۔ معمول کی زندگی میں مداخلت اور خوف کا ماحول پیدا ہونا یہ سب دہشتگردوں کیلئے کسی انعام سے کم نہیں ہے۔ اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نیکٹا نے سکیورٹی خطرات کی تشہیر کرنے سے باز رہنے کا جو مشورہ دیا تھا وہ کتنا ضروری تھا۔

اگرچہ زندگی کے تحفظ کیلئے تمام اقدامات کئے جانے چاہئیں لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ بعض اوقات زندگی بچانے کیلئے جان دینا بھی ضروری ہوتا ہے۔ شیما کرمانی نے شہباز قلندر کی آواز پر جو لبیک کہا نا صرف اس سے سبق سیکھنا چاہیے بلکہ ان فقیروں سے بھی سیکھنا چاہیے جنہوں نے اس درگاہ کی اپنے محبت بھرے معمولات کی طرف واپسی کا اعلان کیا۔

لاہور میں بہت سے لوگ شاید اس بات سے حیران ہوئے ہوں کہ دو چینی ماہرین نے ایک عالمی کانفرنس میں سی پیک اور کشمیر کے متعلق کیا باتیں کی ہیں۔ اس کانفرنس کا نام 'کشمیر پر توجہ: تنازعے سے بچاؤ اور امن کی تلاش' تھا۔ یہ کانفرنس حال ہی میں پنجاب یونیورسٹی میں منعقد ہوئی۔ چینی ماہرین نے یہ کہہ کر سب کو حیران کر دیا کہ سی پیک کے فائدے بھارت کو بھی ملنے چاہئیں۔ دوسری بات یہ کہ انہوں نے خطے کی ریاستوں سے کہا کہ وہ اپنے تنازعات کو نظرانداز کر کے معاشی تعاون کو فروغ دیں۔ ان کی یہ باتیں ایک واضح وارننگ ہیں کہ چینی پالیسیوں کو اس کے اپنے لیڈروں کی عینک سے دیکھا جانا چاہیے نہ کہ پاکستان کی نظروں سے۔

یہ ادبی میلے ٹھیلے!

وسعت اللہ خان

میری نسل بس کتابی میلوں سے واقف تھی جہاں دس سے پچیس فیصد رعایت پر کتاب ملنے کا لالچ ہمیں کھینچ لے جاتا تھا۔کبھی ایسی کتاب بھی دل ودماغ کو لوٹ جاتی کہ یہ خواہش انگڑائی لینے لگتی، کاش کبھی زندگی میں اس کے مصنف سے ملاقات ہوجائے تو پوچھیں بھائی ایسے کیسے لکھ لیتے ہو؟ اب سے دس برس پہلے کسی اخبار کے اندرونی صفحے پر کونے میں چھپی یہ خبر نظر سے گذری کہ راجستھان کے دارلحکومت جے پور میں لٹریچر فیسٹیول ہو رہا ہے جس میں عالمی شہرت یافتہ بدیسی لکھاری بھی آ رہے ہیں۔ایک ہوک سی اٹھی یہ سوچ کر کہ کیا پاکستان میں بھی ایسا کوئی میلہ ممکن ہے جہاں لوگ اپنے پسندیدہ مصنفوں سے مل سکیں، سن سکیں اور چلتے پھرتے ایک آدھ اچھی کتاب بھی خرید لیں۔

پھر 2010ء میں خبر آئی کہ کراچی کے کسی کارلٹن ہوٹل میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے کراچی لٹریری فیسٹیول (کے ایل ایف) کا اہتمام کیا ہے۔سنا کہ اس میں کوئی چار پانچ ہزار لوگ شریک ہوئے۔اتفاقاً میں اس زمانے میں کراچی میں نہیں تھا۔مگر چونکہ ذات کا صحافی ہوں اس لیے دل میں پہلا خیال برا ہی آیا ''دیکھنا اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو ہمارے دوست حسن زیدی کے کراچی فلم فیسٹیول (کارا) کا ہوا۔بڑے جوش میں شروع ہوا تھا۔جب ہر سال ہونے لگا تو لگا کہ سروائیو کرگیا ہے مگر چند فیسٹیولز کے بعد سپانسرز ہانپ گئے اور کارا پارہ پارہ ہوگیا۔دیکھنا یہی حشر کراچی لٹریچر فیسٹیول کا بھی ہوگا۔فلم تو سب دیکھ لیتے ہیں کتاب کون پڑھتا ہے اور وہ بھی نئی نسل۔کارا تو جیسے کیسے سات آٹھ برس نکال گیا۔کے ایل ایف دوسرے برس بھی ہوجائے تو بڑی بات ہے''…

مگر پھر ہوا یوں کہ کے ایل ایف ہوتا ہی چلا گیا اور اس برس آٹھ کا ہندسہ بھی پار کرگیا۔کہاں شرکا پہلے میلے میں پانچ ہزار سے شروع ہوئے کہاں آٹھویں میں ڈیڑھ لاکھ پار کر گئے۔2011 سے آکسفورڈ والوں نے چلڈرن فیسٹیول کی سالانہ بدعت اور دو ہزار تیرہ سے اسلام آباد لٹریچر فیسٹیول (آئی ایل ایف) شروع کردیا۔سنا ہے اب مئی میں لندن بھی جا رہا ہے کراچی لٹریری فیسٹیول۔

مجھے لگتا ہے کے ایل ایف کا آئیڈیا جے پور لٹریری فیسٹیول سے لیا گیا ہوگا۔مگر پاکستانی زمین اس آئیڈیے کے لیے اتنی زرخیز ثابت ہوئی کہ معاملہ کئی ہاتھ آگے چلا گیا۔

2013ء میں لاہور میں رضی احمد نے لاہور لٹریری فیسٹول (ایل ایل ایف) منعقد کیا۔سرکار نے بھی کچھ فراخ دلی کی اور یہ شہر کے کیلنڈر کا سالانہ ایونٹ بن گیا یعنی ہر فروری کے آخری ہفتے میں ایل ایل ایف ہوگا۔مگر اس برس چوبیس تا چھبیس فروری جو پانچواں ایل ایل ایف ہونے والا تھا اس کے ساتھ صرف ایک دن پہلے کے خودکش حملے نے ہاتھ کردیا۔ہاتھ تو دراصل حکومتِ پنجاب کے فول پروف حفاظتی دعووں کے ساتھ ہوا مگر انتظامیہ کی بدحواسی کا نزلہ ایل ایل ایف پر گر گیا۔پہلے جگہ بدلوائی گئی۔پھر تین دن کم کرا کے ایک دن کرایا گیا۔وجہ یہ بتائی گئی کہ تین دن میں اگر پچھلے ایل ایل ایف کی طرح ایک لاکھ لوگ امڈ آئے تو خود کش بمباروں کی تو چاندی ہوجائے گی۔ایل ایل ایف کو بند جگہ میں اپنے سیکیورٹی انتظامات خود کرنے کی شرط پر صبح سے شام تک منعقد ہونے کی اجازت دینے کے بعد حکومتِ پنجاب نے یکسوئی سے دہشت گردی کا قلع قمع کرنا شروع کیا۔اور ایک روزہ ایل ایل ایف کے صرف گیارہ دن بعد (پانچ مارچ) قذافی اسٹیڈیم میں ہر دو تماشائیوں کی حفاظت پر اوسطاً ڈیڑھ سپاہی تعینات کرکے دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔

حکومتِ پنجاب کو یہ بھی نہ یاد رہا کہ یہ وہی ایل ایل ایف ہے جو پچھلے برس نیویارک اور لندن میں بھی منعقد کیا گیا تھا تاکہ دہشت گردی کی گرد سے آلودہ پاکستان کا شفاف علمی وادبی چہرہ بھی سامنے آسکے۔اور یہ وہی ایل ایل ایف ہے جس کے بارے میں خادمِ اعلیٰ شہباز شریف گذشتہ برس کہہ چکے ہیں کہ ایسے میلے پاکستان کی اچھائیوں کا آئینہ ہیں۔

بات پتہ نہیں کیا ہورہی تھی اور میں کہاں سے کہاں بہک گیا۔عرض یہ کرنا تھا کہ پچھلے سات برس میں کراچی لٹریری فیسٹیول سے جو نئی علمی وادبی روایت شروع ہوئی اس نے جانے کہاں کہاں تک جڑیں بنالی ہیں۔پچھلے تین برس سے کچھ مقامی جنونی فیصل آباد لٹریری فیسٹیول کرا رہے ہیں۔اس میں زیادہ زور اردو اور علاقائی لکھاریوں اور ادب کی حوصلہ افزائی پر ہے۔

بلوچستان سے میڈیا اچھی خبریں بہت کم اٹھاتا ہے مگر گوادر کے نوجوانوں نے مسلسل تین برس سے گوادر بک فیسٹیول کی روایت برقرار رکھتے ہوئے نام نہاد قومی میڈیا کو اپنی بے ساختہ کوریج پر مجبور کردیا۔میں نے اب تک کتاب کی جتنی بھوک اور بِلک گوادر بک فیسٹیول میں دیکھی شائد ہی کسی اور لٹریری میلے میں نظر آئی ہو۔حالانکہ گوادریوں کی جیب میں اتنے پیسے بھی نہیں ہوتے جتنے بڑے شہروں کے کتابی کیڑوں کے کھیسے میں پائے جاتے ہیں۔

سندھ میں کے ایل ایف کی دیکھا دیکھی دیگر علم دوستوں نے بھی لٹریری فیسٹیولز منعقد کرنے شروع کردیے ہیں۔پچھلے دو برس سے حیدرآباد میں گلوکار سیف سمیجو، ثنا خوجہ اور بیسیوں نوجوان رضا کار لاہوتی میوزک اینڈ لٹریچر فیسٹیول کا علم بلند کیے ہوئے ہیں (میوزک اور لٹریچر ایک ساتھ! وٹ این آئیڈیا سر جی)۔

کراچی میں گذرے نومبر میں پہلا سندھ لٹریری فیسٹیول بخش مہرانوی اور علی آکاش نے دوستوں سے مل کر اور عین وقت پر کچھ سپانسرز کے پھسل جانے کے باوجود کروایا اور اس برس بھی کمر بستہ ہیں۔اور تو اور پچھلے برس ٹنڈو آدم میں سانگھڑ لٹریچر فیسٹیول بھی مقامی لوگوں نے منظم کرہی لیا (اگر کہیں اور بھی اس طرح کی سرگرمی ہورہی ہو تو مطلع فرمائیے)۔

ان تمام علمی سرگرمیوں کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ منتظمین نے سرکار پر مکمل تکیہ کرنے کے بجائے اپنے سپانسرز خود پیدا کیے ہیں۔لہذا ان میلوں میں لمبی زندگی پانے کے امکانات زیادہ ہیں۔اب تو ان فیسٹیولز پر تنقید بھی ہونے لگی ہے جیسے کے ایل ایف، آئی ایل ایف اور ایل ایل ایف پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انھیں اشرافیہ کے علمی ذوق کے اعتبار سے ڈیزائن کیا گیا ہے۔اردو اور علاقائی ادب و لکھاریوں کے بجائے مغربی و دیگر بدیسی مصنفوں کو زیادہ جگہ ملتی ہے۔زیادہ تر اجلاسوں کی زبان انگریزی ہوتی ہے۔فوڈ اسٹالز پر کتابوں کے اسٹالز سے زیادہ رش ہوتا ہے۔ایسے ایسے فیشن نظر آتے ہیں گویا کتابوں کا میلہ نہیں ڈربی ریس ہورہی ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایسی تنقید کا فائدہ یہ ہوا ہے کہ اب بڑے میلوں میں اردو اور علاقائی زبانوں کی نمائندگی سال بہ سال بڑھ رہی ہے۔جوں جوں صارف کا اصرار بڑھتا جائے گا توں توں ان میلوں کی شکل بھی بدلتی چلی جائے گی۔سارا کھیل طلب اور رسد کا ہے۔مجھے تو یہ میلے طبقاتی دکھائی نہیں دیتے۔مثلاً کے ایل ایف میں اب ہر سال ایسے نوجوانوں سے پہلے سے زیادہ ملاقات ہورہی ہے جو اندرونِ سندھ سے بسوں میں بیٹھ کر کراچی صرف اس میلے میں مصنفین کو سننے اور کتابوں سے ملنے آتے ہیں۔

اور جو مطمئن نہیں ہے وہ اپنے ذوق کے اعتبار سے میلہ منعقد کرالے۔جیسے سندھ لٹریچر فیسٹیول نے سندھ کی تاریخ اور ادب پر گفتگو کی کمی کو پورا کیا۔لاہوتی میلے نے میوزک کے متلاشیوں کے لیے کتاب اور گٹار کا ایک ساتھ انتظام کردیا۔اصل بات یہ ہے کہ روایت مسلسل پھیلنی چاہیے۔کسی شعلہ بار اجتماع میں شرکت کرکے اپنا خون ابالنے سے کہیں بہتر ہے کہ دو تین دن کے ان میلوں میں ہر رنگ و نسل و طبقے کے درمیان ٹھنڈے ٹھنڈے وقت گزار دیا جائے۔ورنہ وقت تو ہمیں گزار ہی رہا ہے۔

اتنی سی بات کب سمجھ میں آئے گی کہ اس سماج کو کلاشنکوف سے زیادہ ملاقات، مکالمے اور کتاب کی ضرورت ہے۔ایسے چوروں کی ضرورت ہے جو جیکٹ میں چوری چھپے بارود بھر کے لانے کے بجائے کتابیں بھر کے اڑ جائیں۔

(بشکریہ ایکسپریس نیوز)

لاعلمی کا مداوا علم ہے مگر جہل کا کوئی کفارہ نہیں

وسعت اللہ خان

میں جس سرکاری سیکنڈری سکول میں پڑھتا تھا اس کا رقبہ ایک ایکڑ تھا۔ ایک گراؤنڈ تھا جس میں ہاکی اور فٹ بال کھیلا جا سکتا تھا۔ سکاؤٹنگ تھی، ڈیبیٹنگ کلب تھا اور مختلف کلاسوں کے مابین معلوماتِ عامہ کا سالانہ مقابلہ ہوتا تھا۔

یعنی کلاس روم کے باہر ذہنی و جسمانی نشوونما کا پورا انتظام تھا۔

میرے کلاس فیلوز میں ایک لڑکے کا باپ گدھا گاڑی چلاتا تھا۔ ایک کا باپ حلوائی، ایک بچہ تحصیلدار کا تھا اور ایک واپڈا کے ایگزیکٹو انجینئیر کا۔ چار لڑکے نواحی دیہاتوں میں رہنے والے مزارعوں کے تھے۔ اور باقیوں کے ابا کریانہ فروش، جلد ساز، دندان ساز، پیش امام، گلوکار، ٹیچر، وکیل، بینکر وغیرہ وغیرہ تھے۔

ڈسپلن برقرار رکھنے کے لیے استاد کے ہاتھ میں چھڑی بھی گھومتی رہتی تھی۔ فیس ساڑھے تیرہ روپے ماہانہ تھی۔

آج آدھے کلاس فیلوز کا کچھ پتہ نہیں۔ باقی آدھوں میں سے کوئی آرٹسٹ ہے، کوئی امریکہ میں ہے، کوئی ڈپٹی سیکرٹری ہے، ایک میجر جنرل ہے، کچھ کارپوریٹ سیکٹر میں ہیں، ایک انشورنس ایجنٹ اور ایک تعمیراتی ٹھیکیدار بنا پھر رہا ہے اور ایک کروڑ پتی مفرور ہیومن سمگلر ہے۔

میرا سکول کوئی خاص نہیں تھا۔ ہر تحصیل میں سرکاری سیکنڈری سکول ایسا ہی ہوتا تھا اور اس میں ایسے ہی طالبِ علم پڑھتے تھے۔ وہ شام کو پی ٹی وی پر بچوں کے لیے کارٹون فلمیں، بلیک اینڈ وائٹ ڈرامے اور سہیل رانا کا میوزک سکھانے کا پروگرام بھی دیکھتے تھے، ریڈیو پر گانے بھی سنتے تھے اور ان میں سے کچھ استاد کی غیر موجودگی میں ناچ بھی لیتے تھے۔

ہر مڈل کلاس گھرانے میں بچوں کا ایک آدھ رسالہ ضرور آتا تھا۔ اخبارات میں بچوں کی دنیا کی طرح کا ہفتہ وار صفحہ ضرور چھپتا تھا۔ ان صفحات میں نئے نونہال لکھاریوں اور شاعروں کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ انہیں صفحات کے طفیل بعد میں کئی سکہ بند ادیب اور شاعر بھی بن گئے۔

آج میرا بچہ جس سکول میں پڑھتا ہے اس کا رقبہ چار سو مربع گز ہے۔ دو منزلہ عمارت میں صرف کلاس رومز ہیں۔ ایک چھوٹا سا لان ہے جس میں بس صبح کی اسمبلی ہونے کی گنجائش ہے۔ فیس اور متفرقات ملا کر چودہ ہزار روپے ماہانہ جاتا ہے۔ محلے میں جو گراؤنڈ تھا اس کے ایک حصے پر راتوں رات ایک مدرسہ بن گیا اور باقی حصہ ٹین کے بنے کیبنوں میں بٹ گیا جہاں سبزی، گوشت، کریانہ، نائی، پنواڑی اور گیرج کا راج ہے۔

چونکہ سکول میں بھی گراؤنڈ نہیں اور محلے کا گراؤنڈ بھی غائب ہوگیا لہذا وہ فٹ بال لیپ ٹاپ کے سافٹ ویئر پر کھیلتا ہے۔ ویک اینڈ پر کرکٹ سامنے کی سڑک پر کھیلتا ہے۔ ایک نگاہ گیند پر اور دوسری نگاہ آتی ہوئی کار اور جاتی موٹر سائیکل پر ہوتی ہے۔

شام کو وہ ٹی وی نہیں دیکھتا۔ کسی چینل پر اس کے مطلب کا کوئی پروگرام نہیں۔ کارٹون کب تک دیکھے؟ روتی دھوتی عورتوں کے ڈرامے اور جھگڑالو ٹاک شو اس کی سمجھ میں نہیں آتے۔

ہمارے محلے سے دو بلاک چھوڑ کے ایک تھیم پارک ہے۔ مگر یہاں پر جھولوں، سوئمنگ پول، ٹیبل ٹینس وغیرہ جیسی سہولتوں کے فی آئٹم پیسے دینے پڑتے ہیں۔ ایک دفعہ آنے جانے میں کم از کم دو ہزار روپے کا خرچہ ہے۔ سمندر پر کبھی کبھار لے جاتا ہوں مگر ساحل کچرے سے اٹا پڑا ہے لہذا اب میرا بیٹا سمندر پر بھی نہیں جانا چاہتا۔

وہ اور اس جیسے لاکھوں بچے کھیلنا چاہتے ہیں مگر کہاں کھیلیں، اپنے مطلب کے ٹی وی پروگرام دیکھنا چاہتے ہیں مگر کس چینل پر؟ اپنی ہم عمر کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں مگر سستی کتابیں اور رسالے کہاں تلاش کریں؟ لہذا ان میں سے جن کے والدین یہ خرچہ اٹھا سکتے ہیں انھوں نے اپنے بچوں کو لیپ ٹاپ دلا دیا ہے۔ وہ یہ لیپ ٹاپ کھاتے ہیں، پیتے ہیں اور جیتے ہیں۔

اور مجھ جیسے جعلی دانشور اخبار، ٹی وی اور سیمیناروں میں روتے ہیں کہ نئی نسل اپنے اردگرد سے اتنی بیگانہ کیوں ہے؟ وہ صحت مند ذہنی و جسمانی زندگی گذارنے میں دلچسپی کیوں نہیں رکھتی؟ اس کی ذہنی استعداد معیاری مہنگے طبقاتی سکولوں میں پڑھنے کے باوجود کیوں زوال پذیر ہے؟ یہ نسل عملی زندگی کے چیلنجوں کا کیسے مقابلہ کرے گی وغیرہ وغیرہ۔۔۔

پہلے ہم نے اپنی نسل سے سکول چھینے، ذہنی و جسمانی تربیت کا ماحول چھینا، ان کی آزادی سے اڑان بھرنے کی اجازت کے پر کترے اور اب جب یہ نسل ایک کمرے کی دنیا میں سمٹ رہی ہے تو ہم نوحہ کر رہے ہیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ آخر ہم نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے؟ جنھیں اب تک یہی نہیں معلوم کہ ان سے کون سا گناہ سرزد ہوا، انھیں کیسے معلوم ہوگا کہ گناہ کا کفارہ کیا ہوتا ہے۔

لاعلمی کا مداوا علم ہے مگر جہل کا کوئی کفارہ نہیں۔

(بشکریہ بی بی سی)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

خواتین

کاری کہہ کر قتل کر دیا

سانگھڑ 10-03-2017 کو ٹنڈو آدم کے نزدیکی گاؤں پیرل ماکوڑائی میں عبدالکریم ماکوڑائی نے چھ بچوں کی ماں شکیلا کو کاری قرار دے کر قتل کر دیا لاش کو زرعی زمین پر پھینک دیا۔ مقتول شکیلا کے بھائی غلام نبی نے بتایا کہ میری بہن کے سر پر ہینڈ پمپ کے دستے سے ضرب لگا کر مارا گیا۔ ملزم نے اپنے بھائی اور بھانجے کی مدد سے رات کو ہی لاش کو زرعی زمین پر پھینک دیا تھا جبکہ ہمیں صبح معلوم ہوا تو پولیس کو اطلاع دی پولیس نے لاش کا پوسٹ مارٹم لیڈی ڈاکٹر شگفتہ میمن نے کیا جس نے بتایا کہ مقتولہ کے جسم پر پانچ سے زائد چوٹ کے نشان تھے سر پر چوٹ لگنے کی وجہ سے ہڈی ٹوٹ گئی تھی جس کی وجہ سے موت واقع ہوئی جبکہ SHO ٹنڈو آدم کا کہنا تھا کہ ملزم کو گرفتار کرلیا گیا ہے اس نے اعتراف جرم کیا ہے کہ میں نے غیرت میں آ کر قتل کیا تھا۔ مزید انکوائری کی جا رہی ہے۔

(ابراہیم خلجی سانگھڑ)

پاکستان میں پہلا بین الاقوامی خواتین فلم فیسٹیول

اسلام آباد پاکستان میں خواتین کے پہلے بین الاقوامی فلم فیسٹیول کا آغاز ہوگیا ہے جس میں 18 غیر ملکی اور پاکستانی خواتین فلم سازوں نے اپنی فلمیں سکریننگ کے لیے بھیجی ہیں۔ فیسٹیول کی بانی اور منتظمہ مدیحہ رضا نے بی بی سی گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ دس خواتین نے پاکستان کے مختلف شہروں سے شرکت کی ہے جبکہ باقی آٹھ فلمیں بیرون ملک سے موصول ہوئی ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ نیپال، ملائشیا، نائیجیریا، انڈیا، بنگلا دیش اور برمنگھم سے فلمیں خواتین کے اس بین الاقوامی فلم فیسٹیول میں دکھائی جائیں گی جو کہ صنفی مساوات، خواتین پر تشدد اور کمال خواتین کے موضوعات پر بنائی گئی ہیں۔ مدیحہ رضا نے بتایا کہ غیر ملکی فلم ساز خواتین نے صرف اپنا کام بھیجا ہے اور وہ خود اس لیے نہیں آ پائیں کہ یہ پہلا پراجیکٹ ہے جو بغیر کسی مالی مدد کے منعقد کروایا گیا ہے۔ البتہ اُنھوں نے اُمید ظاہر کی اگلے فیسٹیول میں وہ غیر ملکی خواتین کو مدعو کر سکیں گی۔ فلم جیسے شعبے کو صرف خواتین تک ہی کیوں محدود کیا گیا اِس سوال کے جواب میں اُنھوں نے بتایا کہ 'میں یہ محسوس کرتی تھی کہ اِس میدان میں نوجوان خواتین بہت کم ہیں، تو میں نے یہ پلیٹ فارم خالصتاً خواتین کے لیے اس لیے بنایا کہ اُنھیں پتہ ہو کہ یہاں اُن کی آواز ضرور سنی جائے گی اور اس کا مقصد مردوں کو اس جگہ سے نکال دینا نہیں تھا اگلے سال اُنھیں بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔' مدیحہ رضا کا کہنا تھا اگر بین الاقوامی اور مقامی فلموں کا آپس میں مقابلہ کیا جائے تو تربیت اور فلموں کو لے کر چلنے کا طریقہ بین الاقوامی فلم سازوں کا زیادہ بہتر ہے۔ ایک خاتون فلم ساز سیما فاروق نے بتایا: 'میں نے اپنی فلم میں ایسی خاتون کو دکھایا ہے جسے شادی سے پہلے زندگی گزارنے اور سماجی برتاؤ کے بارے میں سکھایا جاتا ہے۔ شادی کے بعد عورت کے ہاں ایک کے بعد ایک چار بیٹیاں پیدا ہوتی ہیں تو شوہر کا برتاؤ بھی تبدیل ہوتا رہتا ہے اور وہ اُسے چھوڑنے پر تل جاتا ہے۔' کشمیر سے تعلق رکھنے والی ایک اور خاتون فلم ساز مہ جبین نے بتایا اُن کی فلم کا موضوع عورت کی رائے کو دبانے سے متعلق ہے۔ اُنھوں نے اپنی فلم میں سوالات اُٹھائے ہیں کہ 'ایک لڑکی کیوں چپ کر کے گھر اور معاشرے کے مظالم سہتی رہتی ہے؟ کیوں وہ بول نہیں پاتی؟ کیوں وہ اس سوسائٹی میں اپنی آواز بلند نہیں کر پاتی؟ اِس سب کی وجوہات کا ذکر میری فلم میں ہے۔

(نامہ نگار)

سسرالیوں نے خاتون کو مبینہ طور پر جلا کر قتل کر دیا

کراچی کراچی کے علاقے سعید آباد میں ایک خاتون کو مبینہ طور پر ان کے سسرالیوں نے زندہ جلا کر قتل کر دیا۔ سعید آباد تھانے کے ایس ایچ او عبدالغفار کورائی نے بتایا کہ سعید آباد کے علاقے گلشن غازی کی رہائشی 22 سالہ خاتون رخسانہ کو سول ہسپتال کے برن سینٹر لایا گیا تھا، جہاں ڈاکٹروں نے بتایا کہ ان کے جسم کا 70 فیصد جھلس چکا ہے، خاتون بدھ (8 مارچ) کی رات زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئیں۔ ایس ایچ او نے بتایا کہ پولیس نے خاتون کے شوہر محمد علی، ان کے سسر اور دیگر 2 رشتے داروں کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کرلیا۔ مقتولہ کے والد نور محمد نے پولیس کو بتایا کہ مرکزی ملزم محمد علی نے 2 شادیاں کررکھی تھیں اور وہ اکثر و بیشتر ان کی بیٹی سے جھگڑا کیا کرتا تھا۔ پولیس کے مطابق رخسانہ کے سسرال والوں نے مبینہ طور پر ان پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگائی۔ پولیس نے مقدمے میں نامزد 2 ملزمان کو گرفتار کرلیا جبکہ خاتون کے شوہر کی گرفتاری کے لیے چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ گذشتہ برس ملک کے مختلف علاقوں میں خواتین کو زندہ جلانے کے متعدد واقعات پیش آئے تھے۔ 8 جون 2016 کو لاہور کے علاقے فیکٹری ایریا کی حدود میں مست اقبال روڈ کی رہائشی زینت رفیق کو اس کی ماں، بھائی اور بہنوئی نے زندہ جلا کر قتل کر دیا تھا۔ 31 مئی 2016 کو صوبہ پنجاب کے بالائی علاقے مری میں 5 ملزمان نے رشتے سے انکار کرنے پر ماریہ بی بی نامی اسکول ٹیچر کو مبینہ تشدد کے بعد آگ لگا کر کھائی میں پھینک دیا تھا، جنھیں بعدازاں پمز ہسپتال کے برن سینٹر منتقل کیا گیا تھا، ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ماریہ کا جسم 85 فیصد تک جھلس چکا تھا، جو کیم جون کو زخموں کی تاب نہ لا کر ہلاک ہوگئیں۔ اس سے قبل گذشتہ برس اپریل میں بھی صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع ہزارہ کے شہر ایبٹ آباد میں اسی قسم کا ایک دلخراش واقعہ رونما ہوا تھا، جہاں ایک نام نہاد جرگے کے اراکین، ایک 16 سالہ لڑکی عنبرین کو ایبٹ آباد میں ایک خالی مکان میں لے گئے اور نشہ آور ادویات کے ذریعے بے ہوش کرنے کے بعد اس کا گلا گھونٹ کر قتل کر دیا۔ بعدازاں عنبرین کی لاش کو سڑک کنارے کھڑی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈال کر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دی گئی تھی۔

(نامہ نگار)

خواتین کے قتل کی شرح میں اضافہ

سوات سوات میں غیرت کے نام پر خواتین کے قتل کی شرح میں پچھلے سالوں کی نسبت اضافہ ہوا ہے۔ پچھلے پندرہ ماہ میں سوات میں 43 خواتین کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا اور 23 نے گھریلو ناچاقی کی وجہ سے خودکشی کی۔ سال 2016ء میں 34 خواتین کو سوات میں غیرت کے نام پر قتل کیا گیا اور 19 خواتین نے گھریلو ناچاقی کی وجہ سے خودکشی کی۔ سال 2017ء کے تین مہینوں میں 9 خواتین کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا اور 4 خواتین نے گھریلو ناچاقی کی وجہ سے خودکشی کر لی۔ اس طرح اعداد و شمار کے مطابق پچھلے پندرہ ماہ میں سوات کی 66 خواتین غیرت کے نام پر قتل ہوئیں، یا انھوں نے گھریلو ناچاقی کی وجہ سے خودکشی کی۔ خواتین کے حقوق کیلئے کام کرنے والی حدیقہ بشیر اور تبسم عدنان نے مشرق سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے معاشرے میں جہالت، تعلیم کی کمی اور غربت کی وجہ سے ان واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے اور ان مقدمات میں پولیس کی درست تفتیش نہ ہونے کی وجہ سے ملزمان با آسانی رہا ہو جاتے ہیں۔

(ایچ آر سی پی، پشاور چیپٹر آفس)

طیبہ تشدد کیس: چالان میں غلامی، انسانی فروخت کی دفعات شامل کرنے کا حکم

اسلام آباد سپریم کورٹ نے طیبہ تشدد کیس کی ٹرائل کورٹ میں جاری سماعت پر حکم امتناع جاری کرتے ہوئے اسلام آباد ہائیکورٹ کو حکم دیا کہ وہ بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے کیلیے 15 روز میں کیس کا جائزہ لے۔ سپریم کورٹ میں طیبہ تشدد کیس پر جائزہ لیتے ہوئے چیف جسٹس ثاقب نثار کا کہنا تھا کہ ہائیکورٹ ملزمان کے خلاف چالان میں غلامی اور انسانی فروخت کی دفعات بھی شامل کرے۔ سماعت کے دوران عاصمہ جہانگیر نے عدالت کو بتایا کہ ابھی تک ماتحت عدلیہ میں ٹرائل شروع نہیں ہوا۔ ساتھ ہی انہوں نے مطالبہ کیا کہ اس کیس کو ٹرانسفر کر کے اسپیشل پراسیکیوٹر تعینات کیا جائے۔ عاصمہ جہانگیر کا کہنا تھا کہ ٹرائل کورٹ میں کیس سننے والا جوڈیشل افسر بھی ملزم کے برابر کے عہدے کا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ٹرائل کورٹ کا سربراہ ملزم کا واقف کار ہو۔ عاصمہ جہانگیر نے عدالت کو بتایا کہ ملزمان کے خلاف چالان میں غلامی اور انسانی فروخت کی دفعات شامل نہیں کی گئیں۔ جس پر چیف جسٹس نے استفسار کیا کہ ایسا کون سا فورم ہے جو یہ دفعات چالان میں شامل کر سکے۔ عاصمہ جہانگیر نے عدالت کو بتایا کہ ٹرائل کورٹ میں صرف متاثرہ فریق یا ریاست یہ دفعات شامل کروا سکتی ہے۔ چیف جسٹس نے یہ بھی دریافت کیا کہ کیا ہائیکورٹ اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے بھی یہ دفعات چالان میں شامل کروا سکتی ہے، تو عاصمہ جہانگیر نے عدالت کو بتایا کہ ہائیکورٹ اپنے اختیارات کے ساتھ ایسا کر سکتی ہے۔ عاصمہ جہانگیر کا مزید کہنا تھا کہ اس کیس میں ریاست کو اپنی ذمہ داری نبھانی چاہیئے تاہم یہاں ریاستی اداروں کی جانب سے مجھے اس کیس سے پیچھے ہٹنے کا کہا جا رہا ہے۔ چیف جسٹس ثاقب نثار کا اس موقع پر کہنا تھا کہ ریاست اپنی ذمہ داری کیوں نہیں ادا کر رہی؟ اگر بچی کا باپ تحفظ کے لیے نہیں آتا تو عدالت ہی والدین کی ذمہ داریاں ادا کرتی ہے۔ چیف جسٹس کا کہنا تھا کہ وہ طیبہ کی حوالگی سے متعلق فیصلہ اگلی سماعت پر کریں گے لہذا بہتر ہے کہ فی الحال بچی کو ایس او ایس ولیج بھجوا دیا جائے۔ عاصمہ جہانگیر نے طیبہ کے والد کے بیان پر عدالت کی توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ طیبہ کے والد کا ٹرائل کورٹ میں دیا گیا بیان سپریم کورٹ میں دیئے گئے بیان سے مختلف تھا۔ چیف جسٹس کا کہنا تھا کہ کسی ملزم کو شواہد کے بغیر سزا نہیں دی جا سکتی تاہم یہ ایک معاشرتی مسئلہ ہے لیکن والدین اور شکایت کنندہ اس پر راضی نہیں ہوتے۔ سپریم کورٹ نے اسلام آباد ہائی کورٹ معاملے کا 15 روز میں خود جائزہ لینے کے احکامات جاری کرتے ہوئے کیس منتقلی سے متعلق واضح حکم جاری کرنے کی بھی ہدایت دی۔ چیف جسٹس ثاقب نثار کا کہنا تھا کہ طیبہ تشدد کیس میں جن قانونی نکات کو اٹھایا گیا ہے انھیں منطقی انجام تک پہنچائیں گے اور کیس کو درمیان میں نامکمل نہیں چھوڑا جائے گا۔ جس کے بعد کیس کی سماعت کو 21 مارچ تک ملتوی کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ دو ہفتے قبل اسلام آباد ہائیکورٹ کے جوڈیشل مجسٹریٹ نے کمسن گھریلو ملازمہ طیبہ تشدد کیس میں پولیس کو دو ہفتوں میں مکمل چالان پیش کرنے کا حکم دیا تھا۔ جبکہ دوران سماعت ملزمان کی جانب سے حاضری سے استثنا کی درخواست دائر کی گئی جسے عدالت نے منظور کرتے ہوئے ملزمان کو 25 مارچ کو حاضری یقینی بنانے کا حکم دیا تھا۔

طیبہ تشدد کیس—— کب کیا ہوا؟

کمسن ملازمہ طیبہ پر تشدد کا معاملہ دسمبر 2016 کے آخر میں اُس وقت منظر عام پر آیا تھا، جب تشدد زدہ بچی کی تصاویر سوشل میڈیا پر گردش کرنے لگی تھیں۔ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج راجا خرم علی خان کے گھر سے بچی کی برآمدگی کے بعد پولیس نے انھیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا۔ بعدازاں 3 جنوری کو مبینہ تشدد کا نشانہ بننے والی کمسن ملازمہ کے والد ہونے کے دعویدار شخص نے جج اور ان کی اہلیہ کو 'معاف' کر دیا تھا۔ بچی کے والدین کی جانب سے راضی نامے کی رپورٹس سامنے آنے کے بعد سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ثاقب نثار نے کم سن ملازمہ پر مبینہ تشدد کے معاملے کا از خود نوٹس لیتے ہوئے بچی اور اس کے والدین کو عدالت پیش ہونے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد سے پولیس طیبہ کی تلاش میں سرگرداں تھی جبکہ اس نے طیبہ کی بازیابی کے لیے مختلف شہروں میں چھاپے مارے تھے، تاہم وہ اسلام آباد سے ہی بازیاب ہوئی، جسے بعدازاں پاکستان سوئیٹ ہوم کی تحویل میں دے دیا گیا تھا۔ دوسری جانب تشدد کے تمام الزامات کی تردید کرتے ہوئے سیشن جج اور ان کی اہلیہ کا کہنا تھا کہ چند پڑوسیوں نے مبینہ طور پر ان کے خلاف 'سازش' کی، ملزم جوڑے کے مطابق انہوں نے والدین کی غربت کو دیکھتے ہوئے بچی کو انسانی ہمدردی کی بناء پر اپنے گھر میں رکھا تھا۔ بعدازاں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس نے کم سن ملازمہ پر ہونے والے تشدد پر از خود نوٹس کیس کو مزید ٹرائل کے لیے اسلام آباد ہائی کورٹ بھیج دیا تھا۔ 10 فروری کو اسلام آباد ہائیکورٹ میں ہونے والی گذشتہ سماعت کے دوران طیبہ کے والد نے ملزمان کو ایک مرتبہ پھر معاف کرنے کا بیان حلفی جمع کرا دیا تھا، جس پر عدالت نے جج راجہ خرم علی اور ان کی اہلیہ کی درخواست ضمانت منظور کر لی۔ 20 فروری کو کیس کے مرکزی ملزم ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج راجا خرم کی اہلیہ ماہین ظفر نے سارے معاملے کو سازش قرار دیتے ہوئے وزارت داخلہ کو ایک درخواست جمع کرائی تھی، جس میں موقف اختیار کیا گیا تھا کہ جڑواں شہروں سے تعلق رکھنے والا ایک بااثر قبضہ مافیا کا سرغنہ اس 'سازش' میں ملوث ہے۔ (بشکریہ ڈان)

ایک بچے کی ماں 'غیرت کے نام' پر قتل

سانگھڑ صوبہ سندھ کے ضلع سانگھڑ میں ایک 21 سالہ شادی شدہ خاتون کو مبینہ طور پر غیرت کے نام پر قتل کر دیا گیا۔ شہداد پور پولیس اسٹیشن کے ایس ایچ او ریاض احمد بھٹو نے ڈان سے بات کرتے ہوئے بتایا کہ واقعہ شہداد پور پولیس اسٹیشن کی حدود میں واقع گاؤں طالب چانڈیو میں پیش آیا، جہاں ایک بچے کی ماں 21 سالہ خاتون لیلا چانڈیو کو ان کے شوہر صدام حسین اور اس کے کزن علی داد نے مبینہ طور پر قتل کیا۔ ایس ایچ او نے دعویٰ کیا کہ ابتدائی تحقیقات کے مطابق صدام حسین کو شبہ تھا کہ اس کی اہلیہ کے گاؤں میں کسی سے تعلقات ہیں، جس کی ایماء پر علی داد نے خاتون پر فائرنگ کی۔ ریاض احمد بھٹو نے بتایا کہ پولیس کی ٹیمیں ملزمان کی تلاش میں چھاپے مار رہی ہیں جبکہ ان کے قریبی عزیز نامعلوم مقام پر منتقل ہو چکے ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ ملزمان کے خلاف خاتون کے والد عبدالکریم چانڈیو کی مدعیت میں ایف آئی آر درج کی جا چکی ہے۔ دوسری جانب مقتول خاتون کی والدہ کریمہ چانڈیو نے مقامی صحافیوں سے بات کرتے ہوئے الزام عائد کیا کہ ان کی بیٹی کو اس کے شوہر صدام حسین چانڈیو نے اس شک کی بنیاد پر قتل کیا کہ اس کے گاؤں میں کسی سے تعلقات ہیں۔ مقتول خاتون کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کر دیا گیا۔ پاکستان میں ہر سال عزت اور غیرت کے نام پر ایک ہزار سے زائد خواتین کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور ایسا اکثر خاندان کے افراد کی جانب سے ہوتا ہے۔ عورت فاؤنڈیشن کی جانب سے جاری ہونے والی سالانہ رپورٹ میں اس بات کا انکشاف کیا گیا تھا کہ 2016 میں خواتین کے خلاف تشدد کے تقریباً 7،852 کیسز ریکارڈ کیے گئے۔ عورت فاؤنڈیشن سے منسلک صائمہ منیر کا کہنا تھا کہ گذشتہ برس غیرت کے نام پر قتل کے واقعات میں 70 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا۔ گذشتہ برس جولائی میں ہی فیس بک ویڈیوز کے ذریعے شہرت حاصل کرنے والی ماڈل قندیل بلوچ کو بھی ان کے بھائی نے 'غیرت کے نام پر قتل' کر دیا تھا۔ رواں برس بھی پاکستان کے مختلف شہروں میں غیرت کے نام پر قتل کے متعدد واقعات پیش آ چکے ہیں۔ (نامہ نگار)

خاتون کے قاتل کو سزائے موت

ٹوبہ ٹیک سنگھ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ملک محمد شفیق گوجرہ نے نرس کو زیادتی کے بعد قتل کرنے والے ملزم کو قید، جرمانہ ادا کرنے اور سزائے موت کی سزا دینے کا حکم سنایا ہے۔ استغاثہ کے مطابق چک نمبر 156 گ ب کی لڑکی جو چک نمبر 351 ج ب تل پلیاں کے پرائیویٹ ہسپتال میں نرس کی ڈیوٹی سرانجام دیتی تھی جس نے ہسپتال میں ہی رہائش اختیار کر رکھی تھی۔ رات کو ہسپتال کا سکیورٹی گارڈ بوٹا جو مرید کے کا رہائشی تھا نے لڑکی کو زبردستی زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد فائرنگ کر کے قتل کر دیا تھا۔ ملزم کو تھانہ صدر پولیس نے گرفتار کر کے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں چالان داخل کرا رکھا تھا۔ فاضل جج نے سماعت مکمل کرتے ہوئے ملزم بوٹا کو سزائے موت، دس سال قید اور دو لاکھ پچاس ہزار روپے جرمانہ کی سزا کا حکم سنا دیا ہے۔ جرمانے کی عدم ادائیگی کی صورت میں ملزم کو مزید آٹھ ماہ قید کی سزا بھگتنا ہوگی۔ (اعجاز اقبال)

غیرت کے نام پر خاتون قتل

قمبر شہداد کوٹ 8 مارچ کو قمبر شہداد کوٹ کے قریب واقع ایک گاؤں میں ایک خاتون کو ان کے کزن نے مبینہ طور پر غیرت کے نام پر قتل کر دیا۔ ایس ایچ او وزیر علی بھٹو نے بتایا کہ دوست محمد مگسی گاؤں میں پنھل خان مگسی نے 18 سالہ شبانہ پر فائرنگ کی، جس کے نتیجے میں خاتون موقع پر ہی جاں بحق ہوگئیں۔ ایس ایچ او نے بتایا کہ ملزم کو اپنی کزن کے 'کردار' پر شک تھا، جو واقعے کے بعد سے مفرور ہے، جس کی تلاش میں چھاپے مارے جا رہے ہیں۔ مقتول خاتون کی لاش کا قمبر شہداد کوٹ کے ہسپتال میں پوسٹ مارٹم کیا گیا۔ دوسری جانب واقعے کا مقدمہ ابھی تک درج نہیں کیا گیا، ایس ایچ او کا کہنا تھا کیس خاتون کی تدفین کے بعد درج کیا جائے گا۔ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کے نمائندے سلیم جروار نے ڈان کو بتایا کہ یہ واقعہ انتہائی افسوس ناک ہے کہ عالمی یوم خواتین پر ایک معصوم لڑکی کو قتل کر دیا گیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ بالائی اور وسطی سندھ میں غیرت کے نام پر قتل کے واقعات خطرناک حد تک بڑھ گئے ہیں۔ پاکستان میں ہر سال عزت اور غیرت کے نام پر ایک ہزار سے زائد خواتین کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور ایسا اکثر خاندان کے افراد کی جانب سے ہوتا ہے۔ عورت فاؤنڈیشن کی جانب سے جاری ہونے والی سالانہ رپورٹ میں اس بات کا انکشاف کیا گیا تھا کہ 2016 میں خواتین کے خلاف تشدد کے تقریباً 7،852 کیسز ریکارڈ کیے گئے۔ عورت فاؤنڈیشن سے منسلک صائمہ منیر کا کہنا تھا کہ گذشتہ برس غیرت کے نام پر قتل کے واقعات میں 70 فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا۔ گذشتہ برس جولائی میں ہی فیس بک ویڈیوز کے ذریعے شہرت حاصل کرنے والی ماڈل قندیل بلوچ کو بھی ان کے بھائی نے 'غیرت کے نام پر قتل' کر دیا تھا۔ رواں برس بھی پاکستان کے مختلف شہروں میں غیرت کے نام پر قتل کے متعدد واقعات پیش آ چکے ہیں۔

(نامہ نگار)

پنجاب اسمبلی: خواتین ارکان کی کارکردگی مردوں سے بہتر

لاہور بین الاقوامی غیر منافع بخش تنظیم فری اینڈ فیئر الیکشن نیٹ ورک (فافین) نے اپنی رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ پنجاب اسمبلی کی کارروائیوں میں خواتین ارکان کی کارکردگی مرد ارکان سے زیادہ بہتر رہی۔ فافین کی رپورٹ میں جون 2013 سے فروری 2017 کے دوران پنجاب اسمبلی میں خواتین ارکان کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔ اس سلسلے میں فافین اور ٹرسٹ فار ڈیموکریٹک ایجوکیشن اینڈ اکاؤنٹیبلٹی (ٹی ڈی ای اے) کے زیر اہتمام ایک تقریب کا انعقاد کیا گیا جس کے اعزازی مہمان اسپیکر پنجاب اسمبلی رانا محمد اقبال خان تھے۔ اسپیکر پنجاب اسمبلی نے فافین اور ٹی ڈی ای اے کی جانب سے خواتین ارکان کو شیلڈز بھی پیش کیں۔ فافین اور ٹی ڈی ای اے کے نمائندے شہزاد انور نے فافین کی رپورٹ کے چند چیدہ نکات بیان کرتے ہوئے حاضرین کو بتایا کہ: پنجاب اسمبلی میں خواتین کی نمائندگی 20 فیصد ہے جبکہ صوبائی کابینہ میں ان کی نمائندگی صرف 11 فیصد ہے تاہم اس کے باوجود خواتین پارلیمانی کارکردگی جانچنے کے تمام پیمانوں پر مرد ارکان سے بہتر قرار پائیں۔ خواتین ارکان نہ صرف حاضری کے معاملے میں مردوں سے بہتر رہیں بلکہ وہ اسمبلی کے ایجنڈوں اور بحث میں بھی مردوں سے زیادہ فعال پائی گئیں۔ اسمبلی اجلاس میں خواتین ارکان کی موجودگی کا رجحان 69 فیصد جبکہ مرد ارکان کی موجودگی کا رجحان 48 فیصد رہا۔ اسمبلی کی کارروائیوں اور ایجنڈوں میں خواتین ارکان کی شرکت کی شرح 81 فیصد جبکہ مردوں کی شرح 80 فیصد رہی۔ عوامی اہمیت کے تقریباً ایک تہائی مسائل خواتین کی جانب سے اجاگر کیے گئے۔ خواتین ارکان کی جانب سے گورننس، تعلیم، صحت اور سماجی فلاح و بہبود کے معاملے اسمبلی میں اٹھائے گئے۔ خواتین ارکان نے عورتوں کی صحت، عورتوں پر ہونے والے تشدد، لڑکیوں کی تعلیم اور روزگار کے معاملات کو اجاگر کیا۔ اسمبلی نے خواتین ارکان کی جانب سے اٹھائے جانے والے متعدد مسائل پر قانون سازی بھی کی۔ خواتین ارکان کے آواز بلند کرنے پر پالیسی سازی میں خواتین کی نمائندگی بڑھانے اور تشدد سے بچاؤ کے قوانین متعارف کرائے گئے۔ اس کے علاوہ ملازمت کی جگہوں پر خواتین کے لیے سازگار ماحول بنانے کے طریقہ کار اور کم عمری کی شادیوں کے حوالے سے قانون لائے گئے۔ پنجاب اسمبلی میں خواتین ارکان کے زور دینے پر حکومت سے عورتوں کی صحت اور سرکاری اداروں میں خواتین کو سہولتیں فراہم کرنے سے متعلق قراردادیں بھی منظور کی گئیں۔ اس موقع پر اسپیکر پنجاب اسمبلی نے بہتر کارکردگی دکھانے پر خواتین ارکان اسمبلی کو مبارکباد دی اور کہا کہ اسمبلی خواتین کی جانب سے اٹھائے جانے والے ایشوز کو حل کرنے کے لیے پرعزم ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

نوجوان لڑکی کی لاش برآمد

پشاور 3 مارچ 2017 کوہاٹ کے علاقے گمبٹ سے فرار ہونے والی جواں سالہ لڑکی کی لاش پشاور لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کے سامنے سے برآمد ہوئی جو پراسرار طور پر جاں بحق ہوگئی ہے تھانہ خان رازق شہید کے پولیس رپورٹ کے مطابق گزشتہ روز 3 مارچ 2017 کو انکو اطلاع ملی کہ لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کے سامنے اسم و سکنہ نامعلوم جواں سالہ لڑکی کی لاش پڑی ہے اطلاع ملتے ہی پولیس کی نفری جائے وقوعہ پر پہنچ کر لاش کو تحویل میں لیکر پوسٹ مارٹم کیلئے خیبر میڈیکل کالج پہنچا دیا پولیس کے مطابق مقتولہ ڈسٹرکٹ کوہاٹ کے علاقے گمبٹ کی رہائشی ہے جو اپنے اشیاء سمیت گھر سے فرار ہو کر پسند کی شادی کرنے والی تھی جس کی ایف آئی آر کوہاٹ کے گمبٹ پولیس سٹیشن میں درج ہے جبکہ اس کی لاش ایل آر ایچ کے سامنے سے برآمد ہوئی ہے اس کے جسم پر کسی قسم کے تشدد کے نشانات نہیں تھے البتہ گلے پر معمولی خراشیں آئی ہوئی تھی جو پراسرار طور پر جاں بحق ہوئی ہے مزید معلومات پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے بعد سامنے آئینگے تاہم پولیس نے رپورٹ درج کر کے تحقیقات شروع کر دی ہے۔

(ایچ آر سی پی، پشاور چیپٹر آفس)

پاکستان میں خواتین کے حقوق میں کوئی بہتری نہیں: برطانوی رپورٹ

اسلام آباد برطانوی وزارتِ خارجہ کی ایک رپورٹ کے مطابق گذشتہ برس بھی پاکستان میں 'غیرت' کے نام پر عورتوں کے قتل اوران پرتشدد کے واقعات میں تسلسل دیکھنے میں آیا ہے۔حال ہی میں جاری کی گئی اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سنہ 2016 میں بھی پاکستانی خواتین کو تشدد سمیت مختلف سنگین مسائل کا سامنا رہا اور عورتوں کے حقوق کے حوالے سے خاطر خواہ بہتری نہیں آئی۔رپورٹ کے مطابق عورتوں کے خلاف تشدد کے اکثر واقعات میں خاندان کے افراد ہی ملوث پائے گئے ہیں۔رپورٹ میں معروف سوشل میڈیا سٹار قندیل بلوچ کے اپنے بھائی کے ہاتھوں قتل ہونے کا ذکر بھی شامل ہے۔برطانوی وزارتِ خارجہ کی جانب سے جاری کی گئی اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستان میں عورتوں کی مختلف شعبہ ہائے زندگی خصوصاً عدلیہ اور حکومتی محکموں میں نمائندگی کا تناسب بھی کم ہے۔عورتوں کے حقوق کے لیے سرگرم کارکن اور ماہرِ قانون عاصمہ جہانگیر نے رپورٹ کے حوالے سے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں پاکستان میں عورتوں کو متعدد مسائل کا سامنا ہے، جس میں تشدد بھی شامل ہے۔عاصمہ جہانگیر کا کہنا تھا کہ 'پاکستان میں عدالتی نظام سست روی کا شکار ہے، جرائم کے مرتکب افراد کو بروقت سزائیں نہیں دی جاتیں، اور ایسے جرائم میں کمی نہ آنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے۔'عدلیہ میں عورتوں کی نمائندگی کے حوالے سے عاصمہ جہانگیر کا کہنا تھا کہ روایتی طور پر شعبہءقانون پر مردوں کی اجارہ داری رہی ہے، اور ملک میں بہت کم ایسی خاتون وکلا تھیں جو اعلیٰ عدلیہ اور دیگر عدالتوں میں باقاعدگی سے مقدمے لڑتی ہوں۔اُن کے بقول صورتحال میں بہتری آ رہی ہے اور اب اُنھیں ملک بھر میں ایسی خواتین وکلا نظر آتی ہیں جو بھرپور پریکٹس کر رہی ہیں۔عاصمہ جہانگیر کے مطابق اگرچہ پاکستان میں عورتوں کو بہت سے مسائل کا سامنا ہے لیکن وہ سمجھتی ہیں کہ گذشتہ چند برسوں میں اس حوالے سے کافی بہتری آئی ہے۔برطانوی وزارتِ خارجہ کی جانب سے جاری کی گئی اس رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکومت میں عورتوں کی نمائندگی کا تناسب بہت کم ہے۔اس حوالے سے حکومتی جماعت پاکستان مسلم لیگ نواز کی رکنِ قومی اسمبلی شائستہ پرویز ملک کا کہنا تھا کہ وفاقی اور صوبائی سطح پر اہم فیصلہ سازی کے فورمز پر، عورتوں کی نمائندگی کا تناسب بڑھانے کے لیے اہم اقدامات کیے جا رہے ہیں۔'پنجاب میں بل پیش کیا گیا ہے جس کے مطابق تمام اہم فورمز پر عورتوں کی کم از کم 33 فیصد نمائندگی ہونی چاہیے۔اس حوالے سے وفاق میں بھی ایک بل پیش کیا جا رہا ہے، جس کے مطابق ہر جماعت انتخابات میں دس فیصد براہ راست نشستوں پر عورتوں کو ٹکٹ دے گی اور اہم فیصلہ سازی میں بھی عورتوں کو شامل کیا جائے گا۔'بی بی سی سے بات کرتے ہوئے شائستہ پرویز ملک کا مزید کہنا تھا کہ عورتوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے صوبائی اور وفاقی سطح پر قانون سازی بھی کی گئی۔' گھریلو تشدد، وراثت، غیرت کے نام پر قتل، کم عمری کی شادیاں، ان سب امور سے متعلق قانون سازی کی گئی ہے۔اینٹی ریپ بل پر میں نے خود بہت کام کیا ہے اور پھر ہماری حکومت نے ہی اسے پارلیمان سے پاس کروایا۔' شائستہ ملک کا کہنا تھا کہ 'ہماری حکومت کو اس بات کا ملک ادراک ہے کہ جب تک عورتوں کے حقوق کو یقینی نہیں بنایا جائے گا، ملک میں صحیح معنوں میں ترقی نہیں ہوسکتی۔'اُن کا مزید کہنا تھا کہ پاکستان میں سیاست سمیت ہر شعبہ زندگی میں عورتیں بھرپور کردار ادا کر رہی ہیں۔اگر عورتوں کے حقوق کی بات ہو تو یہ صرف پاکستان کا مسئلہ نہیں ہے، ترقی یافتہ ممالک میں بھی عورتوں کو ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔امریکہ میں آج تک کوئی خاتون سربراہ مملکت منتخب نہیں ہوسکی جبکہ پاکستان کے بارے میں آپ یہ نہیں کہہ سکتے۔برطانوی وزارتِ خارجہ کی رپورٹ پر جہاں پاکستان میں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے تشویش کے اظہار کیا گیا ہے، وہاں 'غیرت کے نام پر قتل' اور 'ہندو میرج بل' جیسے قوانین کے پاس ہونے کو خوش آئند قرار دیا گیا ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

ملتان میں خواتین کے لیے دادرسی مرکز قائم

ملتان ملتان میں خواتین کے خلاف تشدد کی روک تھام کے لیے بنائے گئے خصوصی دادرسی مرکز قائم کیا گیا ہے جو پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا مرکز ہے۔اس دادرسی مرکز کو خواتین ہی چلائیں گی اور ان میں متاثرہ کی شکایت سننے سے لے کر فرسٹ ایڈ، طبی معائنے، نفسیاتی کونسلنگ، پولیس رپورٹنگ اور تفتیش کی سہولیات بھی شامل ہوں گی۔پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ شہباز شریف نے اس مرکز کا افتتاح کیا۔انھوں نے اس موقعے پر تقریر کرتے ہوئے امید ظاہر کی کہ یہ مرکز خواتین کے خلاف جرائم کے سدِ باب میں معاون ثابت ہوگا۔پنجاب کے سٹریٹیجک ریفارم یونٹ کے ڈائریکٹر جنرل سلمان صوفی نے ایک بیان میں کہا کہ کرمنل جسٹس سسٹم میں تبدیلی کی جانب ایک قدم ہے جس میں ان گھسے پٹے طریقہء کار کو نشانہ بنایا گیا ہے جن کے تحت خواتین کو ان کے حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ان مراکز کو مفت کال کرنے سہولت اور متاثرین کو مراکز تک پہنچانے کے لیے ایمبولینس سروس بھی فراہم کی جائیں گی۔اس کے علاوہ ان مراکز میں ایک مصالحتی مرکز بھی ہوگا جہاں چھوٹے موٹے واقعات کے لیے متاثرہ کی اجازت سے فریقین کے درمیان مصالحت کروائی جا سکے گی۔جب کہ زیادہ سنگین واقعات میں متاثرہ کو حسبِ ضرورت پناہ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ملزمان کے خلاف پولیس کی کارروائی شروع کرنے میں مددی جائے گی۔اس مقصد کے لیے مرکز میں کام کرنے والی اہلکاروں کو خصوصی تربیت دی گئی ہے۔خیال ہے کہ پاکستان میں خواتین کے خلاف تشدد کے واقعات اکثر اخبارات اور میڈیا میں سامنے آتے رہتے ہیں۔

2011 میں شائع ہونے والی ٹامس روئٹرز فاؤنڈیشن کی ایک رپورٹ کے مطابق افغانستان اور کانگو کے بعد پاکستان کا شمار عورتوں کے لیے دنیا کے خطرناک ترین ملکوں میں ہوتا ہے جہاں عزت کے نام پر کیے جانے والے قتل اور عورتوں پر تیزاب پھینکنے کے واقعات عام ہیں۔

(نامہ نگار)

خاتون کو قتل کردیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ ایک شخص نے خاتون کے گلے میں پھندا ڈال کر اسے قتل کر دیا ہے جس کے خلاف پولیس نے کارروائی شروع کر دی ہے۔تھانہ رجانہ کے سب انسپکٹر وارث علی نے بتایا ہے کہ 'میں دیگر پولیس ملازمین کے ہمراہ گشت پر مامور چک نمبر 258 گ ب کے قریب سے گزر رہا تھا کہ ڈھاری اذان غلام فرید سے ایک عورت کے شور واویلا کی آواز سنائی دی۔' وارث علی کے مطابق 'جب وہ پولیس ٹیم کے ہمراہ متذکرہ بالا جگہ پر پہنچے تو ایک شخص جس کا نام بعد میں سعید احمد سکنہ 260 گ ب معلوم ہوا ہے عاصمہ بی بی کے گلے میں پھندا ڈال کر گلہ دبا رہا تھا جو ہمیں دیکھ کر فرار ہو گیا۔' انہوں نے بتایا کہ جب عورت کے قریب جا کر دیکھا تو وہ جاں بحق ہوچکی تھی۔رجانہ پولیس نے سب انسپکٹر وارث علی کی مدعیت میں ملزم سعید احمد کے خلاف مقدمہ درج کر کے کارروائی شروع کر دی ہے تاہم ابھی تک ملزم گرفتار نہیں ہوسکا ہے۔واقعہ 2 مارچ کو پیش آیا تھا۔

(اعجاز اقبال)

غیرت کے نام پر تشدد، متاثرہ خواتین خوف کا شکار

اسلام آباد 21 سالہ صبا قیصر پر پہلے اس کے والد اور چچا نے فائرنگ کی، پھر اس کو کمبل میں لپیٹ کر دریا میں پھینک دیا، صبا کا قصور یہ تھا کہ اس نے 3 سال قبل پسند کی شادی کی تھی۔ والد اور چچا کی فائرنگ کو جھیلنے والی صبا قیصر کا تعلق پنجاب سے ہے، اس 21 سالہ لڑکی کی جان کو ایک بار پھر خطرہ ہے۔ اسلام آباد سے 225 کلومیٹر مسافت پر واقع شہر گجرانوالہ کی رہائشی نے حملہ برداشت کرنے کے بعد تہیہ کرلیا تھا کہ وہ ان افراد کو قانون کے کٹہرے میں ضرور لائے گی۔ ایسی قوم میں جہاں ہر سال سیکڑوں مرد و خواتین اپنے گھر والوں کے ہاتھوں غیرت کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں وہاں ایسا سوچ رکھنا ایک غیر معمولی اقدام تھا۔ گو کہ صبا کے والد اور چاچا گرفتار کر کے جیل بھیجے جا چکے تھے لیکن اس پر اس بات کا مسلسل دباؤ تھا کہ وہ ان کو معاف کردے، قانون کے مطابق اہل خانہ کی معافی کے بعد رہائی مل جاتی ہے۔ کیس ٹرائل پر نہ جاسکا تو دونوں افراد دو مہینے جیل میں گزارنے کے بعد رہا ہوگئے۔ صبا قیصر کا کہنا تھا کہ 'حالانکہ میں عدالت کو بتا چکی تھی میں ان دونوں افراد کو معاف کرچکی ہوں لیکن ایسا میں نے دل سے بالکل نہیں کہا تھا'۔ اسی صبا کی کہانی پر فلم ساز شرمین عبید چنائے نے 2016 میں آسکر ایوارڈ جیتنے والی دستاویزی فلم ' آ گرل ان دا ریور: دا پرائس آف فارگیونیس' بنائی۔ متاثرہ صبا کہتی ہے ان کے چاچا وہ 'بے عزتی' نہیں بھولے جوان کے خیال سے میری وجہ سے خاندان کو برداشت کرنی پڑی، جب انہوں نے گذشتہ سال شرمین عبید چنائے کی فلم کا ٹریلر دیکھا تو وہ بہت غصے میں آ گئے۔ صبا مزید بتاتی ہیں کہ وہ اسی رات میرے گھر آئے، مجھے بلا کر انہوں نے اپنی پستول سے گولیاں فائر کرنا شروع کردیں، میں خوش قسمت تھی جو اس حملے میں زندہ بچ گئی۔ پچھلے حملے کے باعث قیصر کے چہرے پر منہ سے لے کر پیشانی تک پڑنے والا نشان اب بھی موجود تھا۔ اپریل 2016 میں دوسرے حملے کے بعد صبا کے والد اور چاچا کو ایک بار پھر گرفتار کرلیا گیا، ان دونوں افراد کا رواں ماہ کے آخر میں رہائی کا امکان ہے جس کی وجہ صبا کی جانب سے ان کے خلاف الزامات واپس لے لینا ہے۔ خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیموں کے مطابق یہ کیس اس طرح کے جرائم پر قانونی معاونت کی راہ میں حائل رکاوٹوں کی نشاندہی کرتا ہے، باوجود اس کے کہ 'غیرت کے نام پر قتل' کے حوالے سے نئی قانون سازی کی جا چکی ہے۔

قریبی تعلقات

حملے کے بعد صبا کی والدہ کو ان کے شوہر نے صبا سے ملنے سے منع کردیا تھا جبکہ اپنی بیٹی سے 175 کلومیٹر دور دوسرے شہر، سرگودھا جانے پر مجبور کیا۔ صبا کی والدہ جیل میں موجود اپنے شوہر سے ہر ہفتے ملاقات کرنے کے بعد چپکے سے اپنی بیٹی سے ملنے گجرانوالہ بھی چلی جاتیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میرے شوہر بیٹی سے غصہ نہیں، لیکن ان کے شوہر کا بھائی بار بار مشتعل کرتا ہے مگر جب میرے شوہر جیل سے رہا ہوجائیں گے تو ہم ان کے بھائی سے تمام تعلقات ختم کردیں گے۔ لیکن صبا کو ڈر ہے کہ یہ معاملہ یہاں ختم نہیں ہوگا۔ صبا اپنے شوہر اور دو بچوں کے ساتھ رہائش پذیر ہے، برطانوی خبر رساں ادارے رائٹرز سے بات کرتے ہوئے اپنے والد کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ وہ مجھ پر مزید غصہ ہوں گے اور دوسری بار جیل بھیجنے کی وجہ سے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ اپنے دو سالہ بیٹے کو گود میں اٹھائے صبا کا مزید کہنا تھا کہ اسے وہ رات اچھی طرح یاد ہے، جب اس پر حملہ ہوا، اس کے والد اور چاچا قرآن مجید کی قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ وہ اسے نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ یہ بات جاننے کے بعد کہ صبا ان کی مرضی کے بغیر شادی کررہی ہے اس کے والد اور چاچا شادی کے روز ہی سسرال والوں کے گھر پہنچے اور مجبور کیا کہ وہ واپس چلے، جس کے بعد صبا کو حملہ کر کے مرنے کے لیے دریا میں پھینک دیا گیا۔

معافی پر مجبور کردیا جانا

خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والے ادارے وومن ان اسٹرگل فار امپاورمنٹ (وائس) کی ایگزیکٹیو ڈائریکٹر بشریٰ خالق کے مطابق صبا شاید اس وقت تک محفوظ ہے جب تک اس کے والد اور چاچا گرفتار ہیں۔ صبا کا خیال ہے کہ رہائی کے بعد گرفتاری کا بدلہ بھی لیا جاسکتا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ ممکن ہے کہ میرے بھائی یا گھر کا کوئی اور فرد مجھ پر دوبارہ حملہ کرنے کا فیصلہ کرے کیونکہ اس کی وجہ سے اس کے والد اور چاچا کو سلاخوں کے پیچھے رہنا پڑا۔ لاہور سے تعلق رکھنے والے اسد جمال ایڈووکیٹ جنھوں نے صبا کا مقدمہ لیا وہ کہتے ہیں کہ پاکستان میں خاندانی تعلق کی اہمیت اور پیچیدگیوں کے باعث غیرت کے نام پر تشدد کی موجودگی برقرار رہے گی۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کو قتل کرنے کوشش کے الزام میں جیل جاتا ہے تو گھر کا کفیل ہونے کی وجہ سے بیٹے کو اپنے باپ کو معاف کرنا پڑے گا۔ اسد جمال نے شہادتوں کو بچانے کی پروگرام کی کمی پر بھی زور دیا، جس کی وجہ سے متاثرین کے گھر والے دباؤ ڈالتے ہیں کہ اس طرح کے واقعات میں اصل بیان کو واپس لے لیا جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب تک حکومت ان مسائل سے نہیں نمٹتی اس وقت تک غیرت کے نام پر قتل کرنے والے مجرمان کے خلاف قانونی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ (بشکریہ ڈان)

خواتین ووٹرز کا تناسب 40 فیصد سے بھی کم

اسلام آباد خواتین کے الیکشن میں اپنے حق رائے دہی کی حوصلہ افزائی کرنے کیلئے الیکشن کمیشن آف پاکستان (ای سی پی) نے ان خواتین تک پہنچنے کا فیصلہ کیا ہے جو ووٹ ڈالنے کی اہل ہیں تاہم ان کا ووٹ رجسٹر نہیں ہے۔ اس فیصلے کی روشنی میں ای سی پی نے حال ہی میں کراچی وسطی میں 629 مردم شماری بلاکس کی نشاندہی کی ہے جہاں خواتین ووٹرز کی تعداد خطرناک حد تک کم ہے۔ ڈان کو حاصل ہونے والی دستاویزات کے مطابق ان بلاکس میں رجسٹرڈ خواتین ووٹرز کی تعداد 40 فیصد سے بھی کم ہے۔ ان دستاویزات کے مطابق 13 بلاکس میں یہ تناسب 25 فیصد سے بھی کم ہے جبکہ فیڈرل بی ایریا میں ایک بلاک ایسا بھی ہے جہاں صرف ایک خاتون کا ووٹ رجسٹر ہے۔ اس کے علاوہ دو بلاکس میں یہ تناسب 11.34 فیصد اور 11.90 فیصد سے بھی کم ہے، ان میں نیو کراچی ٹاؤن کا سیکٹر 11 ایف اور نارتھ ناظم آباد ٹاؤن کے سیکٹر 15 بی میں قائم ملک انور گوٹھ شامل ہے، یہاں خواتین کے رجسٹر ووٹوں کی تعداد 11 اور 5 ہے جبکہ یہاں مرد ووٹروں کی تعداد 86 اور 37 ہے۔ خیال رہے کہ گلبرگ ٹاؤن، نیو کراچی ٹاؤن اور لیاقت آباد ٹاؤن کے 18 مردم شماری کے بلاکس میں خواتین ووٹرز کی تعداد 25 فیصد سے زائد اور 30 فیصد سے کم ہے، جبکہ 95 بلاکس میں یہ تناسب 30 فیصد سے زائد تاہم 35 فیصد سے کم ہے۔ دستاویزات کے مطابق کراچی وسطی کے 57 مردم شماری کے بلاکس میں خواتین ووٹرز کا تناسب 35 فیصد سے زائد تاہم 36 فیصد سے کم ہے۔ 77 بلاکس میں خواتین ووٹرز کا تناسب 36 فیصد سے زیادہ لیکن 37 فیصد سے کم ہے جبکہ 73 بلاکس میں یہ تناسب 37 فیصد سے زائد تاہم 38 فیصد سے کم ہے۔ دیگر 149 مردم شماری کے بلاکس میں خواتین ووٹرز کا تناسب 39 فیصد سے زیادہ تاہم 40 فیصد سے کم ہے۔ اس سے قبل عام انتخابات میں خواتین کو شمولیت کی حوصلہ افزائی کیلئے ای سی پی نے ووٹروں کی تعلیم کے نام سے ایک مہم کا آغاز کیا تھا۔ اس میں مختلف سرگرمیاں شامل تھی تاکہ انتخابات کے عمل میں شامل کرنے کیلئے شہری اور دیہی علاقوں کی خواتین، نوجوانوں اور دیگر پسماندہ طبقوں کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس کے علاوہ ووٹ کی اہمیت کو روشناس کرانے کیلئے ضلع کی سطح پر ووٹرز ایجوکیشن کمیٹیاں بھی تشکیل دی گئیں۔ (بشکریہ ڈان اردو)

جنسی تعلیم اور ہمارے دوغلے رویے

ارم حفیظ

گزشتہ دنوں کا ذکر ہے، میرا 14 سالہ بیٹا میرے ساتھ بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ جب ٹی وی پر خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق اشتہار چلا تو میں نے عادتاً چینل تبدیل کر دیا۔ اس نے بھی قصداً یوں ظاہر کیا جیسے کچھ دیکھا نہ ہو۔

کچھ دنوں بعد ایسا ہی ایک واقعہ اس وقت پیش آیا جب میری آٹھ سالہ بیٹی نے خواتین کے سینیٹری پیڈز کا اشتہار دیکھنے کے بعد معصومیت سے پوچھا، "امی یہ کس چیز کا اشتہار ہے۔'' ساری لڑکیاں کیوں کلاس میں خوشی سے گا رہی ہیں۔ اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتی، میری والدہ نے بات بنائی، "فضول سوال نہیں کرتے، چپ کر کے اپنا پروگرام دیکھو"۔

جس معاشرے کے ہم پروردہ ہیں، وہاں جنس، بلوغت اور اس سے متعلق آگاہی دینا معیوب بات سمجھی جاتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں بچوں اور نوجوان نسل کو ان کے جسم میں رونما ہونے والی فطری تبدیلیوں کے بارے میں بتدریج درست معلومات دینا تو کجا، ہم تو اپنے گھر اور خاندان میں بھی ان بنیادی موضوعات پر بات کرنے سے کتراتے ہیں۔

جب بچے بلوغت کی عمر کو پہنچتے ہیں اور ان کے جسم کے اندر مختلف تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں تو اس حوالے سے تجسس پیدا ہونا فطری عمل ہے۔ ایسے میں والدین کا دقیانوسی رویہ، روایتی اساتذہ اور نصاب، بچوں کے اس تجسس کو مزید ہوا دیتے ہیں۔

ایسے میں زیادہ تر بچے غیر معیاری مواد، عریاں فلموں اور فحش ویڈیوز کی طرف مائل ہوتے ہیں اور مزید ذہنی خلفشار اور جذباتی ہیجان کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس حوالے سے جب نوجوانوں سے بات ہوئی تو دلچسپ انکشافات سامنے آئے۔

30 سالہ صائمہ نے بتایا کہ لڑکپن سے پھوپھی امی نے یہ خوف دل میں بٹھا دیا تھا کہ اچھی لڑکیاں فضول سوال نہیں کرتیں، پس ان کی ہدایت کے مطابق میں ہر لمس، ہر اُنس سے شاکی رہتی۔ اس خوف کی وجہ اماں کی مبہم ہدایت بھی تھی کہ باحیا لڑکیاں کسی کو پاس پھٹکنے نہیں دیتیں ورنہ سزا کے طور پر بچہ پالنا پڑتا ہے۔

اس خوف کی شکار صائمہ کی خانگی زندگی بری طرح متاثر ہوئی اور وہ آج تک اپنے شوہر کے ساتھ ایک خوشگوار ازدواجی رشتہ استوار نہ کر سکیں، البتہ وہ اپنے بچوں کو اس حوالے سے بہتر اور حقیقت پسندانہ تعلیم دینے کی خواہاں ہیں تاکہ ان کے بچے ایک نارمل زندگی گزار سکیں۔

28 سالہ سمیر کے اس حوالے سے تجربات مزید تلخ ہیں۔ والد کی بے جا سختی، اور والدہ کی پردہ پوشی نے انہیں باغی اور گھر سے دور کر دیا۔ اوباش دوستوں کی صحبت میں سمیر نے خوشی اور تسکین کی تلاش میں محلوں اور بازاروں کا رخ کیا اور جسمانی طاقت کے لیے مقوی ادویات کا۔ آج ایک مقامی ہسپتال میں ایڈز میں مبتلا وہ اپنی زندگی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور اپنے والدین کو اپنی اور اپنے جیسے دیگر نوجوانوں کی تباہی کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔

> انٹرنیٹ اور موبائل کے اس دور میں جب ہمارے نوجوان ایک انگلی کی جنبش پر دنیا سے جڑے ہیں اور ہر قسم کے گرے اور بلیو لٹریچر تک بلا امتیاز رسائی رکھتے ہیں، ہم اسی بحث میں الجھے ہوئے ہیں کہ آیا اپنے بچوں کو بلوغت اور جنس سے متعلق تعلیم دی جائے یا نہیں، یا انہیں محض وقت اور زمانے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

انٹرنیٹ اور موبائل کے اس دور میں جب ہمارے نوجوان ایک انگلی کی جنبش پر دنیا سے جڑے ہیں اور ہر قسم کے گرے اور بلیو لٹریچر تک بلا امتیاز رسائی رکھتے ہیں، ہم اسی بحث میں الجھے ہوئے ہیں کہ آیا اپنے بچوں کو بلوغت اور جنس سے متعلق تعلیم دی جائے یا نہیں، یا انہیں محض وقت اور زمانے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

گزشتہ دنوں ایک مقامی چینل پر مارننگ شو میں ایک معروف اینکر کی معیت میں دو مولوی حضرات اس بات پر نوحہ کناں تھے کہ چھٹی اور ساتویں جماعتوں کی سائنسی درسی کتب میں نظام تولید، اعضائے تولید اور جنس سے متعلق اسباق شامل ہیں جو سراسر آئین اور نظریہء پاکستان کی توہین اور فحاشی پھیلانے کے مترادف ہے۔

یہاں بحث یہ تو ہو سکتی ہے کہ یہ تعلیم بچوں اور نوجوانوں کو کس عمر میں، کس زبان میں، کہاں اور کیسے دی جائے، ان میں کن اخلاقی، لغوی اور تہذیبی پیچیدگیوں کا خیال رکھا جائے، لیکن اس بات پر کوئی دو رائے نہیں کہ جنسی صحت اور بلوغت سے متعلق بروقت اور مکمل آگاہی بچوں اور نوجوانوں کو باشعور اور محتاط بناتی ہے اور بے راہ روی سے دور رکھتی ہے۔ اس میں نظریہء پاکستان کی خلاف ورزی کہاں ہے؟

جب بھی یہ نکتہ اٹھایا جاتا ہے تو ہمارے ہاں قدامت پسند طبقے کو پرانے زمانے کی 'اخلاقی اقدار' یاد آ جاتی ہیں کہ کس طرح گھر میں ان مسائل پر بات چیت کرنا نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا۔ مگر قدامت پسند افراد یہ بھول جاتے ہیں کہ اس زمانے میں ان چیزوں پر بات بھلے نہ کی جاتی ہو مگر بارہ تیرہ سال کے بچوں اور بچیوں کی شادی کروا کر انہیں براہِ راست عملی زندگی میں ضرور دھکیل دیا جاتا تھا۔ کیا بچوں سے ان کی بلوغت اور اس سے متعلقہ مسائل و نکات پر بات کرنا نابالغ بچوں کی شادی کروا دینے سے بھی زیادہ غلط کام ہے؟

ستم تو یہ ہے کہ شادی کے موقع پر لاکھوں روپے محض نمود و نمائش اور دکھاوے پر خرچ کیے جاتے ہیں، لیکن اس تمام تر اہتمام میں ازدواجی رشتے میں بندھنے والے جوڑے کی آگاہی اور شعوری تعلیم محض کتابی مفروضوں، فلمی قصوں اور دوستوں کے ناقص مشوروں تک محدود ہوتی ہے۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اکثر شادی شدہ جوڑے ابتدا ہی سے بے جا توقعات کے باعث جذباتی ناآسودگی اور خلفشار کا شکار رہتے ہیں اور ایک دیرپا رشتہ استوار نہیں کر پاتے۔

جن لوگوں کو اس تعلیم و آگہی میں حیا باختگی نظر آتی ہے، کیا وہ انسان نہیں ہیں یا اعضائے تولید و جنسی مسائل سے ان کا کبھی واسطہ نہیں پڑا؟ آخر ایسا کیوں ہے کہ ہم اپنے بچوں کو سگریٹ اور شراب کے نقصانات بیماریوں کے نام لے لے کر گنواتے ہیں تاکہ وہ ان سے باز رہیں، مگر جنسی مسائل کی بات آتے ہی سب کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔

پوچھا جانا چاہیے کہ کیا بچوں کو سگریٹ کے نقصانات بتانے سے بچے نشے کی لت میں مبتلا ہو جاتے ہیں یا نہ بتائے جانے سے؟ عقل تو یہ کہتی ہے کہ نہ بتانے سے۔ تو یہی کلیہ جنسی مسائل کی تعلیم پر بھی لاگو ہوتا ہے۔

غرض یہ کہ بحیثیت معاشرہ ہم نے بہت سے دیگر معاملات کی طرح، جنس، بلوغت اور انسانی تخلیق سے متعلق اہم اور فطری موضوعات کو بھی اپنی قدامت پسندی اور لاعلمیت کی وجہ سے شجرِ ممنوعہ قرار دے دیا ہے اور اس حوالے سے مکالمے کو فحش، تعلیم کو غیر ضروری اور جبلی تجسس کو گناہ کا نام دے کر اس کے جملہ حقوق اشتہاری، بازاری اور مذہبی ٹھیکیداروں کو دے دیے۔ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔

☆ شناخت کے تحفظ کے لیے نام تبدیل کر دیے گئے ہیں۔

(بشکریہ ڈان)

مردوں کا رونا کوئی بری بات نہیں

رافعہ زکریا

ایک مرد کو کبھی خوف محسوس نہیں ہوتا۔ ایک مرد کبھی ڈرتا نہیں ہے۔ ایک مرد کبھی بھی روتا نہیں ہے۔ چاہے جیسے بھی سیاسی، طبقاتی، ذات پات یا ثقافتی حالات ہوں، پاکستانی لڑکے ان جملوں کی سرگوشیاں سنتے ہوئے بڑے ہوتے ہیں۔ ٹین ایجر اور پھر جوان ہونے تک یہ جملے ان کے ذہنوں میں پختہ گھر کر جاتے ہیں۔

ان اقسام کی شرائط سے مشروط مرد مانتے ہیں کہ جذبات کو اندر ہی اندر دبا دینا چاہیے اور تمام دن اپنے کردار میں ایک کھوکھلی بہادری کا دکھاوا لازمی ہے۔ ان شرائط پر عمل اور اس کے نتائج زہر آلود ہوتے ہیں؛ وہ مرد جو رویا نہیں کرتے وہ نہ صرف سہمی ہوئی اور استحصال کی شکار مخلوق بلکہ ہر کسی پر بوجھ ہوتے ہیں۔

خواتین کے عالمی دن کے موقع پر ہونے والی زیادہ تر گفتگو کا محور خواتین کو اپنے گھروں میں، سڑک پر اور اپنی کام کی جگہوں، یعنی تقریباً ہر جگہ پر ہی تشدد اور ہراساں کیے جانے جیسے موضوعات ہوتے ہیں۔ تقاریب، ریلیوں اور گفتگو کے اختتام پر تبدیلی لانے کے عہد کیے جاتے ہیں۔ تبدیلی کے چند عزائم تو حاصل ہو جاتے ہیں؛ مگر ہر شخص دیگر عزائم کو درست قرار نہیں دیتا، ہر شخص خواتین کو ہی حقیقی تبدیلی لانے کے قابل نہیں سمجھتا۔ ان کھوکھلی یاد دہانیوں کا سلسلہ توڑنے کا ایک طریقہ اس بیج کو زمین سے نکال دینا ہے جس سے پدرسری کے درخت اگنا شروع ہوئے، ان کی کاشت ہوئی اور وہ تناور درخت بن گئے۔ مختصراً کہیں تو وہ بیج یہ عام مروج سوچ ہے جو یہ تبلیغ کرتی ہے کہ مرد سب سے طاقتور ہیں، وہ کبھی خوفزدہ نہیں ہوتے اور انہیں ہی ہمیشہ حاوی ہونا چاہیے۔

اس طرح خواتین کو پہنچنے والی تکلیف چونکہ زیادہ تر پاکستانیوں کے نزدیک ہمیشہ ایک قابل غور نکتہ نہیں ہوتی، لہٰذا ہمیں اس بات پر غور شروع کرنا چاہیے کہ کس طرح مردانگی سے جڑے خیالات، کہ کبھی نہیں رونا اور ہمیشہ حاوی رہنا، خود مردوں کے لیے باعث اذیت ثابت ہوتے ہیں۔ اسے ثابت کرنے کی بھی ایک سائنس ہے: دی برٹش جرنل آف کرمنالوجی میں شائع ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق، بے خوف مردوں اور خوفزدہ خواتین کے صنفی بنیادوں پر بنے فرسودہ خیالات مردوں میں جسمانی اور زبانی جارحیت کو بڑھاوا دیتے ہیں جس کے باعث ان کی جانب سے مجرمانہ اقدام اٹھانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ اگرچہ جو مرد اس حد تک نہیں جاتے تو بھی مردانہ بے خوفی کا رویہ ایک جذباتی ناپختگی کو فروغ دیتا ہے جس کی وجہ سے ایسے مرد خود اپنی کمزوریوں کے بڑے شوق سے منکر بن جاتے ہیں۔

سادہ لفظوں میں کہیں تو، کسی بھی معاشرے میں مردوں پر جتنا زیادہ 'بے خوف' شخصیت کو ظاہر کرنے پر دباؤ ڈالا جائے گا تو انفرادی کیسز میں اس دباؤ سے ہونے والے شرح جرم میں اضافے کے امکانات اتنے ہی زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ چوں کہ جرائم پیشہ افراد معمولاً معاشرے کے کمزور ترین شخص کو ہدف بناتے ہیں، لہٰذا جارحیت سے سرشار مرد اپنی جھوٹی بہادری جتانے کی خاطر خواتین کو اپنا ہدف بنا لیتے ہیں۔ اور یوں یہ سلسلہ اس انجام کو پہنچتا ہے کہ وہ مرد جو روتے نہیں ہیں وہ خواتین کو رلانا چاہتے ہیں اور ان کے آنسوؤں میں اپنی خود کی طاقت کا عکس تلاش کرتے ہیں۔

پاکستان میں جہاں کے معاشرے میں اس قسم کے مرد غالب ہیں، مردوں کے جارحانہ اقدامات کو غیر مجرمانہ ٹھہرانے سے یہ مسئلہ اور بھی بگڑ گیا ہے۔ وہ مرد جو عورتوں کا قتل کر دیتے ہیں، انہیں دیگر مردوں کی جانب سے معاف کیا جا سکتا ہے؛ وہ مرد جو خواتین کو تشدد کا نشانہ بناتے ہیں انہیں بالکل بھی غلط نہیں سمجھا جاتا؛ وہ مرد کو اپنی غیرت کے لیے قتل کرتے ہیں تو انہیں ان برادریوں کی جانب سے وقار اور عظمت بخشی جاتی ہے جو ایسا کرنے پر راغب کرتی ہیں۔

> پاکستان میں جہاں کے معاشرے میں اس قسم کے مرد غالب ہیں، مردوں کے جارحانہ اقدامات کو غیر مجرمانہ ٹھہرانے سے یہ مسئلے اور بھی بگڑ گیا ہے۔

جبکہ خواتین کا زبانی اور جذباتی استحصال، اپنا چھوٹے سے چھوٹا فیصلہ خود کرنے کی آزادی دینے سے انکار جیسی چھوٹی موٹی باتوں کو تو خاطر میں ہی نہیں لایا جاتا۔ وہ مرد جو روتے نہیں ہیں ان کے لیے گنجائش، خواتین کے آنسوؤں کو پوری طرح متوقع بنا کر اور بالکل عام چیز سمجھنے اور حالات، جس طرح ہر کوئی چاہتا ہے، کو جوں کا توں رکھنے سے پیدا ہوتی ہے۔

اس عمل کو ہر کہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ پاکستانی ٹی وی ڈرامے، جو کہ ہماری ثقافتی ارتقا کے عکاس ہیں (یا عکاسی سے محروم ہیں)، دونوں فرسودہ خیالات کو بڑی سچائی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آپ کوئی سا بھی ڈرامہ دیکھ لیں، ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ پانچ منٹ کے بعد آپ کو ایسا کوئی منظر دیکھنے کو نہ ملے کہ جس میں ایک خاتون رو رہی ہے، یا ایک مرد چلا رہا ہے، تھپڑ مار رہا ہے اور معمولاً طور پر حاکمانہ انداز اپنا رکھا ہے۔ اکثر، چونکہ ان میں سے کوئی ایک بات دوسری بات کا باعث بنتی ہے، لہٰذا ایسے مناظر ایک ساتھ دیکھنے کو مل جاتے ہیں۔ روتی ہوئی عورتیں اور ظالم مرد شاید ہی ایک سکے کے دو رخ ہوں، ان کی قسمتیں اور مستقل پیچیدہ طور پر ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔

اس مضمون کو پڑھنے والے کئی مرد اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ وہ مردانگی کے نظریات کے ہاتھوں کس قدر مقید ہیں اور کس طرح مسلسل بے خوفی اور (بڑی حد تک جھوٹی) بہادری کا دکھاوا کرنے کی ضرورت نے کوتاہیوں اور عدم تحفظ کے مضبوط احساس کو پیدا کیا ہے۔ پاکستانی سماج، اور بڑی حد تک پوری دنیا میں ایسی گفتگو یا اعتراف کے لیے لفظوں کا ایک بڑا ہی محدود ذخیرہ ہے۔ جس طرح خواتین دیگر خواتین کی دشمن ہو سکتی ہیں ٹھیک اسی طرح مرد بھی دیگر مردوں کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ کا باعث بن سکتے ہیں، جو اپنے ساتھ کام کرنے والے، بھائی، دوست اور بیٹے میں کمزوری کا تھوڑا بھی عنصر پا کر بڑھا چڑھا کر بات کرتے ہیں اور ہر کسی پر ہر وقت ان کمزوریوں کو چھپا کر اور مردانگی جتانے پر دباؤ ڈالتے رہتے ہیں۔

یہاں خواتین کو ایک موقع فراہم ہوتا ہے، بالخصوص ماؤں کے لیے۔ حتیٰ کہ جہاں ایک بیٹا اپنے باپ اور بھائی اور دوست کی جانب سے پوری طرح سے ایک الگ خیالات سنتا ہے وہاں اس کی والدہ اسے یہ بتا سکتی ہے کہ حقیقی بہادری احساسات سے انکاری ہونے میں نہیں بلکہ حقیقت کو تسلیم کرنے میں ہے، جس کا مطلب خوف کو تسلیم کرنا اور اس کا اعتراف کرنا ہے۔ اگر پاکستانی مائیں اپنے بیٹوں کو بتاتی ہیں کہ رونا کوئی بڑی بات نہیں، اس میں کوئی مسئلہ نہیں، تو یہ اس نظام کو ختم کرنے کی جانب پہلا قدم ہوگا جہاں صنفی بنیادوں پر کردار اس قدر پختہ ہو گئے ہیں کہ تبدیلی کا کوئی امکان نہیں بچا۔ بہرحال ایک قوم جس کے مرد خود اپنے آپ کے ساتھ ہی سچے نہیں ہو سکتے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ قوم فریب کی دلدل میں آدھی پھنسی ہے۔

خواتین کے عالمی دن کے موقعے پر شائع ہونے والے ڈھیروں مضامین خواتین کے حقوق پر جائزوں اور مطالبات کے موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جن میں ریاست، عدالتی اداروں اور سول سوسائٹی کو طالبے پیش کیے جاتے ہیں، اس بات کے پیش نظر کے ان کے حقوق کہاں ہیں اور انہیں کہاں جانا چاہیے، جہاں یہ تمام مطالبے اہم ہیں وہاں اس حقیقت کا احساس کرنا بھی نہایت ضروری ہے کہ ان میں سے کوئی مطالبہ کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ تبدیلی کی بنیادیں عام لوگوں کی زندگیوں کی زمین میں پیوست نہیں کی جاتیں۔

لہٰذا اس کے لیے تجویز ہے کہ اپنے پاکستانی بیٹوں کو بتائیں کہ رونے میں کوئی برائی نہیں ہے اور یوں آپ کی پاکستانی بیٹیوں کے رونے کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ ڈان)

خواتین کا عالمی دن

خیرپور میرس 8 مارچ کو خیرپور میں انسانی حقوق کے کارکنان نے ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ کثیر تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز کرتے ہوئے عبدالمنیم ابڑو نے کہا کہ دنیا کے دوسرے ممالک کی طرح پاکستان میں بھی 8 مارچ کو یوم خواتین منایا جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں آج کے دور میں بھی عورت سے ناانصافیاں عروج پر ہیں۔ ان کے سروں کی قیمت لگائی جاتی ہے۔ خواتین کو کئی علاقوں میں انسانی ہی نہیں سمجھا جاتا۔ محترمہ حنا شیخ نے کہا کہ آج کے جدید دور میں بھی پاکستان میں عورت کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا حق نہیں دیا جاتا اور عورت کو غیرت کے نام پر قتل کیا جاتا ہے۔ اگر کہیں کوئی ایف آئی آر داخل ہوتی ہے تو اس میں فریادی ایسا بنایا جاتا ہے جس سے قتل جیسا مقدمہ کمزور ہو جاتا ہے۔ محترمہ نازیہ میمن نے کہا کہ ہمارے حکمران خود کو روشن خیال ثابت کرنے کے لیے قانون سازی تو کرواتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرواتے۔ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ عورتوں پر ظلم اور تشدد کے خاتمے کے لیے عملی اقدام اٹھائے جائیں۔ محمد عبید آرائیں نے کہا کہ پاکستان اور خاص کر سندھ کی عورت سماجی اور معاشی ترقی کے بجائے دن بدن غربت کی چکی میں پس رہی ہے۔ محترمہ شازیہ ارم نے کہا کہ خواتین کا سب سے بڑا مسئلہ ان پر تشدد کا ہے اور خواتین تشدد کے دباؤ میں آ کر اپنی آواز اٹھانے سے قاصر ہیں۔ خواتین کو اپنی تعلیم پر زیادہ توجہ دینی ہوگی کیونکہ ہمارے دیہات کا معاشرہ آج بھی جہالت میں پھنسا ہوا ہے۔ خواتین کے حقوق کے لیے اسمبلیوں میں بل تو پاس کیے جاتے ہیں لیکن ان پر عمل کوئی نہیں کرواتا۔ محمد طاہر نے کہا کہ ہمارے معاشرے میں خواتین کا استحصال زیادہ ہو رہا ہے۔ معاشرے میں مرد اور عورت میں فرق رکھا جاتا ہے۔ آج کے معاشرے میں خواتین بہت سے مسائل سے گزر رہی ہیں۔ محمد آچر نے کہا کہ 1909ء سے لے کر آج تک خواتین کا عالمی دن منایا جا رہا ہے لیکن 108 سال گزرنے کے بعد آج بھی خواتین کے حقوق نہیں دیئے جا رہے اور نہ ہی خواتین کے حقوق کے حوالے سے ان پر عملدرآمد کیا جا رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عملی طور پر کچھ کیا جائے جس سے خواتین کو ان کے حقوق بھی مل سکیں اور متعلقہ قوانین پر عمل بھی ہو۔

خواتین کا سب سے بڑا مسئلہ ان پر تشدد کا ہے اور خواتین تشدد کے دباؤ میں آ کر اپنی آواز اٹھانے سے قاصر ہیں۔ خواتین کو اپنی تعلیم پر زیادہ توجہ دینی ہوگی کیونکہ ہمارے دیہات کا معاشرہ آج بھی جہالت میں پھنسا ہوا ہے۔ خواتین کے حقوق کے لیے اسمبلیوں میں بل تو پاس کیے جاتے ہیں لیکن ان پر عمل کوئی نہیں کرواتا۔ محمد طاہر نے کہا کہ ہمارے معاشرے میں خواتین کا استحصال زیادہ ہو رہا ہے۔ معاشرے میں مرد اور عورت میں فرق رکھا جاتا ہے۔ آج کے معاشرے میں خواتین بہت سے مسائل سے گزر رہی ہیں۔ محمد آچر نے کہا کہ **1909**ء سے لے کر آج تک خواتین کا عالمی دن منایا جا رہا ہے لیکن **108** سال گزرنے کے بعد آج بھی خواتین کے حقوق نہیں دیئے جا رہے اور نہ ہی خواتین کے حقوق کے حوالے سے ان پر عملدرآمد کیا جا رہا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عملی طور پر کچھ کیا جائے جس سے خواتین کو ان کے حقوق بھی مل سکیں اور متعلقہ قوانین پر عمل بھی ہو۔

(عبدالمنیم ابڑو)

حیدرآباد خواتین کے عالمی دن پر سندھ ترقی پسند ناری تحریک اور سندھی سنگت سندھ کی جانب سے ریلیاں نکالی گئیں۔ ترقی پسند ناری تحریک کے مارچ کی قیادت ساجدہ بلوچ جبکہ سندھی سنگت سندھ کی ریلی کی نمائندگی فرزانہ شاہ، رضوانہ اور دیگر نے کی۔ اس موقع پر رہنماؤں نے کہا کہ خواتین پر تشدد کے واقعات بڑھتے جا رہے ہیں لیکن حکمران خاموش ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج بھی خواتین ذہنی، جسمانی اور گھریلو تشدد کا شکار ہے۔ قوانین اور پالیسیاں تو موجود ہیں لیکن عملی اقدامات کی قلت ہے جس کی وجہ سے خواتین پر ہونے والے تشدد اور مظالم ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ خواتین کو تحفظ دیا جائے۔ دریں اثناء خواتین کے عالمی دن کے موقع پر ایک مقامی سکول میں ایک تقریب ہوئی جس سے ہیومن رائٹس کمیشن آف سندھ کی رہنما شمشاد کنول نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سو سال قبل نیویارک میں کپڑا بنانے والی ایک فیکٹری میں مسلسل دس گھنٹے کام کرنے والی خواتین نے اپنے کام کے اوقات کار میں کمی اور اجرت میں اضافے کے لیے آواز اٹھائی تو ان پر پولیس نے نہ صرف وحشیانہ تشدد کیا بلکہ ان خواتین کو گھوڑوں سے باندھ کر سڑکوں پر گھسیٹا گیا لیکن خواتین نے جبری مشقت کے خلاف تحریک جاری رکھی۔ خواتین کی مسلسل جدوجہد اور لازوال قربانیوں کے نتیجے میں 1910ء میں کوپن ہیگن میں خواتین کی پہلی عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں 17 سے زائد ممالک کی سو کے قریب خواتین نے شرکت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ سندھ کے پسماندہ علاقوں میں خواتین بے پناہ مصائب کا شکار ہیں۔ گھروں سے لے کر کھیتوں تک کی جانے والی مشقت کے باوجود انہیں بنیادی حقوق حاصل نہیں۔ خواتین کے حقوق اور تحفظ کے حوالے سے قوانین موجود ہیں تو لیکن ان پر عملدرآمد نہیں ہوتا۔ انٹرنیشنل یوتھ اینڈ ورکرز موومنٹ کی جانب سے خواتین کے عالمی دن کی مناسبت سے پریس کلب حیدرآباد میں سندھ خواتین کانفرنس منعقد کی گئی جس کا موضع تھا 'اکیسویں صدی میں سندھ کی خواتین کی سیاسی، سماجی اور معاشی صورتحال۔ کانفرنس کی مہمان خصوصی افشاں رؤف تھیں جبکہ دیگر مہمانوں میں عابدہ اور ثنا راج تھی۔ کانفرنس کی صدارت ایڈووکیٹ نصرت میانو نے کی۔ اس موقع پر مقررین نے کہا کہ کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ سندھ کی خواتین کی سیاسی، سماجی اور معاشی صورتحال پر گفتگو کی جائے اور ان کو درپیش مسائل اور ان پر کئے جانے والے تشدد کی مختلف شکلوں اور حقائق کو اکٹھا کر کے میڈیا کے ذریعے ریاستی اداروں اور مقامی انتظامیہ تک پہنچایا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تمام تنظیموں کو مل کر جدوجہد کے لیے آمادہ کیا جائے تاکہ اکیسویں صدی میں ہم اپنے ملک میں ایک مہذب اور ہر قسم کے تشدد سے پاک وغیر طبقاتی معاشرے کا قیام عمل لا سکیں۔ مقررین نے کہا کہ اس وقت معاشرے میں خواتین غلامی، خوف اور بے بسی کی زندگی بسر کر رہی ہیں۔ خواتین کو اغواء کیا جاتا ہے۔ کاروکاری کی بےہودہ وسم کے نام پر انہیں قتل کیا جاتا ہے۔ گھریلو تشدد کا

نشانہ بنایا جاتا ہے۔ فیکٹریوں، گھروں، اور دفاتر میں کام کرنے والی خواتین پر ذہنی اور نفسیاتی تشدد کیا جاتا ہے۔ گھریلو جھگڑوں یا ملکیت کے تنازعات کی وجہ سے خواتین کو قتل کیا جاتا ہے۔ عورتوں کی زندگی اتنی تنگ کی جاتی ہے کہ وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ مقررین نے حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ ملکی آئین اور خواتین کے حقوق کے حوالے سے عالمی منشور پر عملدرآمد کرایا جائے اور ہر قسم کی ناانصافی، ظلم وتشدد کا خاتمہ کیا جائے۔ ہوم بیسڈ ویمن ورکرز فیڈریشن کے زیر اہتمام بھی محنت کش خواتین کے عالمی دن کے حوالے سے ریلی نکالی گئی جس میں محنت کش خواتین خصوصاً چوڑی کی صنعت سے وابستہ محنت کش خواتین اور دیہات سے آئی ہوئی خواتین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ ریلی کی قیادت ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن کی مرکزی جنرل سیکرٹری زہرا خان اور دیگر نے کی۔ ریلی سے خطاب کرتے ہوئے رہنماؤں نے کہا کہ سماج پر مسلط دہشت گردی کے خوف نے پورے سماج کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے۔ جبر کے اس ماحول کے خلاف آج خواتین سڑکوں پر نکل کر اس امر کا اعلان کرتی ہیں کہ وہ صدیوں کی جدوجہد کے نتیجے میں حاصل شدہ حقوق کو مٹھی بھر دہشت گردوں کے ہاتھوں یرغمال نہیں بننے دیں گی۔ انہوں نے کہا کہ ہوم بیسڈ ورکرز خواتین اپنے بچوں کے ساتھ چودہ سے اٹھارہ گھنٹے کام کرنے پر مجبور ہیں جبکہ وہ اپنے گھروں کو ہی فیکٹریوں کے طور پر استعمال کرنے کے باوجود مناسب اجرتوں اور سوشل سیکورٹی، سماجی تحفظ، پینشن وغیرہ سے محروم ہیں۔ چوڑی کی صنعت میں استعمال ہونے والے زہریلے کیمیکلز ان میں خطرناک امراض کے پھیلاؤ کا باعث ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ خواتین کے خلاف تمام امتیازی قوانین ختم کئے جائیں اور انہیں برابر کا شہری تسلیم کیا جائے۔

(لالہ عبدالحلیم)

قمبر شہداد کوٹ 8 مارچ کو ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے ضلعی کور گروپ ضلع قمبر شہداد کوٹ کی طرف سے عورتوں کے حقوق کے عالمی دن کے حوالے سے ایک سیمینار منعقد کیا گیا۔ سیمینار میں انسانی حقوق کے لیے جدوجہد کرنے والے سماجی کارکنان، سیاسی تنظیمون کے مقامی رہنماؤں ایچ آر سی پی کے ممبران سمیت سول سوسائٹی کی تنظیموں اور صحافیوں نے بھرپور شرکت کی۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے عورتوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کرنے والی سماجی رہنما سلما منگی نے کہا ہے کہ حوا کی بیٹی آج بھی ذہنی، جسمانی اور جنسی تشدد کا شکار ہو رہی ہے جس کی وجہ سے عورتوں میں احساس محرومی پیدا ہو رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ملک میں عورتوں کے حقوق کی خلاف ورزیاں روز کا معمول بن چکی ہیں جس کے لیے سول سوسائٹی کی تنظیموں کو مل جل کر جدوجہد کرنا ہوگی۔ اس موقع پر سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے سماجی رہنما افتخار حسین منگی نے کہا کہ سماجی تنظیموں کی جدوجہد کی وجہ سے عورتوں کے حقوق اجاگر ہو گئے ہیں لیکن سول سوسائٹی کی تنظیموں کو نچلی سطح تک شعور اجاگر کرنا ہوگا تاکہ عورتوں کے حقوق کا تحفظ ہو سکے۔ اس موقع پر سائرہ خان منگی نے کہا کہ عورت بطور عزت کے لائق ہے اس کے باوجود عورتوں کے حقوق مسمار کئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے یو این او نے آٹھ مارچ کو عورتوں کے حقوق کونونشن میں عورتوں کے حقوق منظور کر کے آٹھ مارچ کو عورتوں کے حقوق کا عالمی دن مقرر کیا تاکہ آٹھ مارچ کو عورتوں کے حقوق اجاگر کئے جائیں۔ اس موقع پر ایچ آر سی پی کور گروپ قمبر شہداد کوٹ کے رہنما ندیم جاوید منگی نے سول سوسائٹی کی تنظیموں اور صحافیوں کو عورتوں کے حقوق کے عالمی دن کے پروگرام میں شرکت کرنے پر شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ عورت ہر روپ میں اہم ہے چاہے وہ ماں کے روپ میں ہو، بہن کے روپ میں ہو یا بیوی کے روپ میں۔ سماج میں عورتوں کو انسان سمجھنے کی بجائے جانور جیسا سلوک کیا جاتا ہے جو کہ ناانصافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج کے دن ہمیں عورتوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کا عزم کرنا ہوگا تاکہ عورتوں کو بھی ان کے حقوق مل سکیں اور تشدد سے پاک معاشرہ وجود میں آ سکے۔

(ندیم جاوید)

قلات خواتین کے عالمی دن کے حوالے سے ایچ آر سی پی کور گروپ قلات نے ایک مذاکرے کا انعقاد کیا جس میں سیاسی وسماجی کارکنان، وکلاء صحافی اور ایچ آر سی پی کے ساتھیوں نے شرکت کی۔ مذاکرے مقامی ریسٹ ہاؤس میں ہوئی اور شرکاء نے خواتین کو درپیش مسائل پر گفتگو کی۔ شرکاء نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہر سال سینکڑوں لوگ خواتین کا عالمی دن پورے پاکستان میں مناتے ہیں لیکن عملی طور پر ان کے حقوق کے لیے کوشش کرنے والے بہت کم ہیں۔ سابقہ خاتون کونسلر نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج بھی ملک کے مختلف حصوں میں سینکڑوں خواتین کو شک کی بنا پر غیرت کے نام پر قتل کیا جا رہا ہے، وٹہ سٹہ اور کم عمری کی شادی معمول کی بات ہے۔ سیاسی رہنما عزیز اقبال نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اکثر خواتین کھیتوں میں مرد حضرات کے ساتھ کام کرتے ہیں اور انہیں کام کرنے کا معاوضہ نہیں دیا جاتا۔ علی نواز نے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ سول ہسپتال قلات میں صرف ایک لیڈی ڈاکٹر ہے جو ہفتہ میں تین دن کھلتا ہے جس کی وجہ سے زچگی کے دوران اکثر خواتین کو بہتر علاج نہ ملنے کی وجہ سے موت کا شکار ہو جاتی ہیں۔

(محمد علی)

چمن 8 مارچ کو پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق ایچ آر سی پی کے ڈسٹرکٹ کور گروپ چمن نے خواتین کے عالمی دن کی مناسبت سے ایک اچکزئی ہاؤس بائی پاس شاہراہ چمن میں ایک پروگرام منعقد کیا۔ اجلاس میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے تمام اراکین اور طلبہ نے شرکت کی۔ اجلاس سے پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے ضلعی کوآرڈینیٹر محمد صدیق، غلام محمد مخلص، فرید نثار ایڈووکیٹ، بہادر خان اور عبداللہ گل اچکزئی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ خواتین معاشرے کا ایک اہم ترین حصہ ہیں۔ اس حصے کو نظرانداز کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ آج پورے عالم میں خواتین کے حقوق کے حوالے سے تقریبات ہو رہی ہیں اور متعدد لوگ خواتین کے حقوق کے فروغ کے لیے تگ ودو کر رہے ہیں۔ مقررین نے مزید کہا کہ اسلام میں خواتین کے حقوق پر خصوصی توجہ اور تاکید کی جا رہی ہے۔ ان کے تحفظ اور حقوق دلانے پر تاکید کی گئی ہے۔ مقررین نے مزید کہا کہ خواتین کے تحفظ اور انہیں ان کے وحقوق دلانے میں ہمیں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

(نامہ نگار)

ہر سال سینکڑوں لوگ خواتین کا عالمی دن پورے پاکستان میں مناتے ہیں لیکن عملی طور پر ان کے حقوق کے لیے کوشش کرنے والے بہت کم ہیں۔ سابقہ خاتون کونسلر نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج بھی ملک کے مختلف حصوں میں سینکڑوں خواتین کو شک کی بنا پر غیرت کے نام پر قتل کیا جا رہا ہے، وٹہ سٹہ اور کم عمری کی شادی معمول کی بات ہے۔ سیاسی رہنما عزیز اقبال نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اکثر خواتین کھیتوں میں مرد حضرات کے ساتھ کام کرتے ہیں اور انہیں کام کرنے کا معاوضہ نہیں دیا جاتا۔ علی نواز نے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ سول ہسپتال قلات میں صرف ایک لیڈی ڈاکٹر ہے جو ہفتہ میں تین دن کھلتا ہے جس کی وجہ سے زچگی کے دوران اکثر خواتین کو بہتر علاج نہ ملنے کی وجہ سے موت کا شکار ہو جاتی ہیں۔

کاری، کارو کہہ کر مارڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ’’جہد حق‘‘ کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 25 مارچ سے 14 مارچ تک 15 افراد پر کارو کاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 7 خواتین اور 2 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
3مارچ	لیلاں چانڈیو	خاتون	20	شادی شدہ	جیرام چانڈیو	پستول	شوہر	گوٹھ طالب چانڈیو۔شہداد پور ضلع سانگھڑ	کاروکاری	درج	فرار	کاوش اخبار
4مارچ	گل پری	خاتون	--	غیر شادی شدہ	بخشل سنائی	پستول	بھائی	گوٹھ دولت بلیدی۔گڑھی خیرو ضلع لاڑکانہ	کاروکاری	درج	گرفتار	کاوش اخبار
4مارچ	صفر پھٹپانی	مرد	--	--	خشل سنائی	پستول	مقامی	گوٹھ دولت بلیدی۔گڑھی خیرو ضلع لاڑکانہ	کاروکاری	درج	گرفتار	کاوش اخبار
9مارچ	عبدل جبار مگسی	مرد	--	--	محمد پنھل مگسی	بندوق	چچازاد بھائی	قبو خان ضلع جیکب آباد	کاروکاری	درج	گرفتار	کاوش اخبار
9مارچ	شبانہ مگسی	خاتون	--	--	محمد پنھل مگسی	بندوق	چچازاد بھائی	قبو خان ضلع جیکب آباد	کاروکاری	درج	گرفتار	کاوش اخبار
10مارچ	شکیلاں	خاتون	--	شادی شدہ	گل حسن ماکوری	تشدد	شوہر	گوٹھ ہیرل باکوڑانی۔ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ	کاروکاری	درج	گرفتار	کاوش اخبار
18مارچ	ہنجر خاتون	خاتون	--	شادی شدہ	موج علی	بندوق	شوہر	گوٹھ کھوڑ شر ضلع شکار پور	کاروکاری	درج	فرار	کاوش اخبار
20مارچ	اشرف خاتون	خاتون	--	شادی شدہ	انور بروہی	پستول	شوہر	گڑھی خیرو ضلع لاڑخانہ	کاروکاری	درج	فرار	عوامی آواز اخبار
20مارچ	محبوب علی بروہی	مرد	--	شادی شدہ	انور بروہی	پستول	مقامی	گڑھی خیرو ضلع لاڑخانہ	کاروکاری	درج	فرار	عوامی آواز اخبار
20مارچ	پروین رند	خاتون	--	شادی شدہ	احمد بخش	پستول	شوہر	گوٹھ میر خان۔ڈکن ضلع	کاروکاری	درج	نہیں	کاوش اخبار
22مارچ	عبیداللہ جونیجو	مرد	--	--	مقامی	پستول	مقامی	درگاہ دائم شاہ۔مدیجی ضلع لاڑکانہ	کاروکاری	درج	فرار	کاوش اخبار
25مارچ	نازیہ کوثر	خاتون	26	شادی شدہ	اکبر جوکو	پستول	بھائی	ٹنڈو میر علی۔ٹھری میرواہ ضلع خیر پور	کاروکاری	درج	گرفتار	کاوش اخبار
25مارچ	تنزیلا	بچی	6ماہ	--	اکبر جوکو	پستول	ماموں	ٹنڈو میر علی۔ٹھری میرواہ ضلع خیر پور	کاروکاری	درج	گرفتار	کاوش اخبار
25مارچ	ارشاد میرو	مرد	--	--	اکبر جوکو	پستول	مقامی	ٹنڈو میر علی۔ٹھری میرواہ ضلع خیر پور	کاروکاری	درج	گرفتار	کاوش اخبار
25مارچ	سائیں ڈینو شبانی	مرد	--	--	عبدلکریم و دیگر	ڈنڈا	مقامی	گوٹھ ملوئی صالح پٹ ضلع خیر پور	کاروکاری	درج	گرفتار	کاوش اخبار

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 25 فروری سے 25 مارچ تک 110 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 78 خواتین شامل ہیں۔ 62 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 10 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
25فروری	الف	بچی	8برس	غیرشادی شدہ	-	-	علی پارک، قصور	-	-	خبریں
25فروری	-	خاتون	20برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	کلووال، سیالکوٹ	-	-	نوائے وقت
25فروری	-	خاتون	-	غیرشادی شدہ	عرفان	اہل علاقہ	پتوکی، لاہور	-	-	نوائے وقت
25فروری	حسن علی	بچہ	-	غیرشادی شدہ	شان	اہل علاقہ	راوی ریان، فیروزوالا	-	-	نوائے وقت
25فروری	عثمان	بچہ	-	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	احاطہ چھیٹرک، سیدوالا	-	-	نوائے وقت
26فروری	پ	بچی	5برس	غیرشادی شدہ	اجے، کرشن میگھواڑ	اہل علاقہ	خان پور مہر، گھوٹکی	درج	-	عوامی آواز
26فروری	ص	خاتون	-	غیرشادی شدہ	سلمان	اہل علاقہ	گاؤں 30 ایس، پاک پتن	درج	-	ایکسپریس
27فروری	خ	خاتون	-	غیرشادی شدہ	غلام مرتضیٰ	کزن	گوٹھ دار والو، اوباڑو، گھوٹکی	-	گرفتار	کاوش
27فروری	ص	بچہ	-	غیرشادی شدہ	آکاش، شنکر، سندیپ، مہیش	اہل علاقہ	جیکب آباد	درج	گرفتار	کاوش
27فروری	جمعہ خان	مرد	30برس	-	اجمل	اہل علاقہ	ترنڈہ محمد پناہ، لیاقت پور	درج	گرفتار	خبریں ملتان
27فروری	ع	خاتون	-	غیرشادی شدہ	ساجد	اہل علاقہ	چک 445 ای بی، شیخ فاضل	-	-	نئی بات
27فروری	-	بچہ	10برس	غیرشادی شدہ	طارق	اہل علاقہ	محلّہ امیر آباد، چیچہ وطنی	-	گرفتار	ایکسپریس
28فروری	زبیر شیخ	بچہ	9برس	غیرشادی شدہ	سعید احمد	اہل علاقہ	محلّہ شیخاں، علی پور	درج	-	خبریں ملتان
28فروری	شباب	بچہ	5برس	غیرشادی شدہ	طیب، احد	اہل علاقہ	منڈیالہ میر شکاراں، قلعہ دیدار سنگھ	-	-	نوائے وقت
28فروری	حامد	مرد	14برس	غیرشادی شدہ	حیدر، وقاص، تنویر	اہل علاقہ	نیا میانہ پور، سیالکوٹ	-	-	نوائے وقت
28فروری	ر	خاتون	-	-	اکرم	اہل علاقہ	گاؤں کلالی، پاک پتن	-	-	نوائے وقت
یکم مارچ	الطاہر	مرد	14برس	غیرشادی شدہ	محمد طارق	اہل علاقہ	گاؤں 20/11 ایل، چیچہ وطنی	-	-	ایکسپریس
یکم مارچ	ش	خاتون	-	-	انور	اہل علاقہ	ڈی ٹائپ کالونی، فیصل آباد	درج	-	نوائے وقت
یکم مارچ	ح	خاتون	-	-	پرویز	اہل علاقہ	باوا چک، سرگودھا روڈ، فیصل آباد	درج	-	نوائے وقت
یکم مارچ	طاہر	بچہ	-	غیرشادی شدہ	محمد فاوق	اہل علاقہ	گاؤں 20/11 ایل، چیچہ وطنی	درج	-	نوائے وقت
یکم مارچ	ن	بچی	8برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	امین آباد، گجرات	درج	-	نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
کیم مارچ	یونس	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	غلام یاسین	اہل علاقہ	ناصر روڈ، سیالکوٹ	درج	۔	نوائے وقت
2مارچ	الف	بچی	4برس	غیر شادی شدہ	سمیر	اہل علاقہ	محلّہ صادق آباد، غلام محمد آباد، فیصل آباد	۔	۔	نوائے وقت
2مارچ	مدیحہ	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	عابد شاہ	سوتیلا باپ	رینالہ خورد	۔	۔	نوائے وقت
2مارچ	۔	بچی	4برس	غیر شادی شدہ	عابد، خالد	اہل علاقہ	پاک پتن	۔	۔	نوائے وقت
2مارچ	الف	بچی	۔	غیر شادی شدہ	عمران نذر	اہل علاقہ	قصبہ 13/4ایل، اوکاڑہ	۔	۔	نوائے وقت
3مارچ	ع	بچی	۔	غیر شادی شدہ	کامران، تیمور	اہل علاقہ	واہ کینٹ	۔	گرفتار	نوائے وقت
3مارچ	۔	خاتون	۔	۔	محمود، رفیق، نسیم	اہل علاقہ	فیض پور کلاں، فیروز والا	درج	۔	جنگ
3مارچ	ف	خاتون	۔	۔	مدثر	اہل علاقہ	اسلام نگر، شاہ کوٹ	درج	۔	نوائے وقت
3مارچ	ع	خاتون	۔	شادی شدہ	عدنان، ساتھی	اہل علاقہ	چک 602 گ ب، بابلک، فیصل آباد	درج	۔	نوائے وقت
3مارچ	س	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	سیف	اہل علاقہ	گاؤں نیب وال، پاک پتن	درج	۔	نوائے وقت
5مارچ	الف	بچہ	10برس	غیر شادی شدہ	آصف علی	اہل علاقہ	گوٹھ غوث بخش مگسی، شہداد پور، سانگھڑ	درج	۔	کاوش
5مارچ	ب	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	سلطان شیخ	اہل علاقہ	گاؤں 381 میرواہ گورچانی، میر پور خاص	درج	۔	کاوش
ط	ش	خاتون	22برس	شادی شدہ	پنہوں، ساتھی	اہل علاقہ	ٹنڈو جام، حیدرآباد	درج	۔	کاوش
5مارچ	ف	بچی	11برس	غیر شادی شدہ	بلال	اہل علاقہ	موضع یا کیوالی، علی پور	درج	۔	جنگ ملتان
5مارچ	ف	خاتون	۔	شادی شدہ	غلام یاسین	اہل علاقہ	کوٹ ادو	درج	۔	جنگ ملتان
5مارچ	محمد علی	بچہ	8برس	غیر شادی شدہ	ندیم	اہل علاقہ	گاؤں چاند، نانگ منڈی	درج	۔	نوائے وقت
5مارچ	زمان	بچہ	7برس	غیر شادی شدہ	طیب	اہل علاقہ	فیصل آباد	درج	۔	نوائے وقت
5مارچ	۔	خاتون	17برس	غیر شادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	پاک پتن	درج	۔	نوائے وقت
6مارچ	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	فیروز والا	۔	۔	نوائے وقت
6مارچ	۔	بچی	12برس	غیر شادی شدہ	یاسین، سعید	اہل علاقہ	بورے والا	۔	۔	نوائے وقت
6مارچ	خ	خاتون	۔	۔	انور	اہل علاقہ	اوکاڑہ	۔	۔	نوائے وقت
6مارچ	ع	خاتون	۔	شادی شدہ	عامر شہزاد، تصور حسین	اہل علاقہ	موضع ونجھیرہ تھل، کوٹ سلطان	درج	۔	جنگ
7مارچ	ح	خاتون	۔	شادی شدہ	ریاض	اہل علاقہ	موضع بختیاری، اوچ شریف، احمد پور شرقیہ	درج	۔	خواجہ اسد اللہ

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
7مارچ	-	بچی	10برس	غیرشادی شدہ	غلام رسول	اہل علاقہ	تھانہ ماناں والا،شیخوپورہ	درج	-	خبریں
8مارچ	ع	خاتون	-	غیرشادی شدہ	نواز	رشتہ دار	چک نمبر3، پیر کمال، رحیم یار خان	درج	-	خبریں ملتان
8مارچ	ش	خاتون	-	-	عباس	اہل علاقہ	محلّہ خالد روڈ، جناح پارک، گجراں والا	درج	-	خبریں
8مارچ	محمد عمر	بچی	9برس	غیرشادی شدہ	عاصم میو	اہل علاقہ	مصطفیٰ آباد،قصور	درج	-	خبریں
9مارچ	ح	خاتون	-	-	وارث	اہل علاقہ	اڈا بونگا حیات، پاک پتن	-	-	نوائے وقت
9مارچ	ط	خاتون	-	-	ابدال	اہل علاقہ	گاؤں 3ای بی، پاک پتن	-	-	نوائے وقت
9مارچ	زاہد	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	ناصر علی	اہل علاقہ	اوکاڑہ	-	-	نوائے وقت
9مارچ	حبیب الرحمان	بچہ	8برس	غیرشادی شدہ	محسن علی	اہل علاقہ	قصبہ گشکوریاں،اوکاڑہ	-	-	نوائے وقت
9مارچ	ش	خاتون	-	-	غلام مرتضیٰ	اہل علاقہ	لاری اڈا،ڈسکہ	-	-	نوائے وقت
9مارچ	ز	خاتون	-	-	خدا بخش	اہل علاقہ	چناب نگر	-	-	نوائے وقت
9مارچ	-	بچہ	7برس	غیرشادی شدہ	حذیفہ	اہل علاقہ	گھلاوٹواں،شیخوپورہ	درج	-	نوائے وقت
9مارچ	-	خاتون	-	شادی شدہ	اشفاق	اہل علاقہ	عباسیہ ٹاؤن، بہاول پور	درج	گرفتار	ایکسپریس ٹریبیون
9مارچ	م	خاتون	-	-	عمران	بہنوئی	فوجی چوک، جھنگ بازار،فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
9مارچ	-	بچہ	-	غیرشادی شدہ	مظفر شاہ، مدثر	-	پھندو توحید کالونی، پشاور	درج	-	ایکسپریس
10مارچ	عبداللہ	بچہ	7برس	غیرشادی شدہ	سلمان	اہل علاقہ	کندی بالا، پشتہ خرہ، پشاور	درج	گرفتار	آج
11مارچ	گ ز	خاتون	22برس	شادی شدہ	اکن لاشاری، بلاول ملاح	اہل علاقہ	گوٹھ جام خان لغاری، ماتلی، بدین	درج	-	کاوش
11مارچ	حسیب	بچہ	10برس	غیرشادی شدہ	-	-	چوٹی زیریں، ڈی جی خان	-	-	دی نیوز
11مارچ	س	بچی	6برس	غیرشادی شدہ	مزمل، واجد	اہل علاقہ	موضع سمرا، کروڑ لعل عیسن	درج	-	خبریں ملتان
11مارچ	-	بچی	4برس	غیرشادی شدہ	-	کزن	تحصیل کروڑ، لیہ	درج	-	ڈان
12مارچ	دانش	بچہ	6برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	سیفیہ پارک، جڑاں والا	درج	-	ایکسپریس
12مارچ	س	خاتون	-	-	اظہر	اہل علاقہ	چک202 رب،فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
12مارچ	معشوق علی	بچہ	10برس	غیرشادی شدہ	امتیاز، اویس	اہل علاقہ	چک100 گ ب،فیصل آباد	-	-	نوائے وقت
12مارچ	-	خاتون	18برس	غیرشادی شدہ	-	اہل علاقہ	بسطامی روڈ، سمن آباد، لاہور	درج	گرفتار	جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
11مارچ	ص	خاتون	ـ	شادی شدہ	ایوب	اہل علاقہ	گلوٹیاں خورد، ڈسکہ	درج	ـ	نوائے وقت
14مارچ	ن	خاتون	ـ	شادی شدہ	نور محمد	اہل علاقہ	رکن پور	درج	ـ	خبریں ملتان
14مارچ	الف	خاتون	ـ	شادی شدہ	بلال احمد	اہل علاقہ	ٹھل خیر محمد، رحیم یار خان	درج	ـ	خبریں ملتان
14مارچ	ـ	خاتون	14برس	غیر شادی شدہ	احسن، چودھری ایوب	اہل علاقہ	کٹھیالہ دوست محمد، مریدکے، شیخوپورہ	ـ	ـ	خبریں
15مارچ	الف	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	علی شیر، ارسلان	اہل علاقہ	ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور	ـ	ـ	نوائے وقت
15مارچ	عبدالرحمان	بچہ	12برس	غیر شادی شدہ	افتخار	اہل علاقہ	چک باوا، حویلی لکھا	ـ	ـ	نوائے وقت
16مارچ	ن	خاتون	ـ	شادی شدہ	الطاف	اہل علاقہ	موضع کچی لعل، سیت پور	درج	ـ	خبریں ملتان
16مارچ	طلحہ	بچہ	11برس	غیر شادی شدہ	عنصر عباس	اہل علاقہ	چوک اعظم، رحیم یار خان	درج	گرفتار	خبریں ملتان
17مارچ	ع	خاتون	ـ	ـ	یاسر، دیگر	اہل علاقہ	چک225رب، فیصل آباد	درج	ـ	نوائے وقت
17مارچ	م	خاتون	ـ	ـ	اعجاز	اہل علاقہ	چک 424 گ ب، فیصل آباد	درج	ـ	نوائے وقت
17مارچ	ـ	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	محمد یونس، دیگر	اہل علاقہ	گاؤں 86 ای بی، پاک پتن	درج	ـ	نوائے وقت
17مارچ	ـ	بچی	13برس	غیر شادی شدہ	خضر، دیگر	اہل علاقہ	گاؤں 13 کے بی، پاک پتن	درج	ـ	نوائے وقت
18مارچ	س	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	عمران	اہل علاقہ	فیصل آباد	ـ	ـ	نوائے وقت
18مارچ	ع	خاتون	ـ	ـ	مجیب خان	اہل علاقہ	کالج چوک، سٹی سمندری	ـ	ـ	نوائے وقت
18مارچ	نذر حسین	بچہ	10برس	غیر شادی شدہ	محسن	اہل علاقہ	چک 659 گ ب، فیصل آباد	ـ	ـ	نوائے وقت
18مارچ	ر	خاتون	18برس	غیر شادی شدہ	عدنان، رفاقت	اہل علاقہ	گاؤں 140/9 ایل، کمیر، ساہیوال	ـ	ـ	نوائے وقت
18مارچ	ش	خاتون	22برس	ـ	عبدالخالق، اسماعیل، دیگر	اہل علاقہ	چک نمبر 3 ڈی بی آر، یزمان	درج	ـ	خبریں ملتان
18مارچ	ب	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	عبدالخالق، اسماعیل، دیگر	اہل علاقہ	چک نمبر 3 ڈی بی آر، یزمان	درج	ـ	خبریں ملتان
18مارچ	س	خاتون	ـ	غیر شادی شدہ	عبدالخالق، اسماعیل، دیگر	اہل علاقہ	چک نمبر 3 ڈی بی آر، یزمان	درج	ـ	خبریں ملتان
18مارچ	ظاہر شیخ	بچہ	ـ	غیر شادی شدہ	نبو بھٹی	اہل علاقہ	رانی پور، خیرپور	درج	ـ	عوامی آواز

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
19مارچ	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	محمد ارشاد	اہل علاقہ	چک 87اے6 آر، ساہیوال	درج	۔	ایکسپریس
19مارچ	۔	خاتون	۔	۔	سنی، ظہور	اہل علاقہ	چک 64/4 آر، ساہیوال	درج	۔	ایکسپریس
20مارچ	ص	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	غوث نگر، شیخوپورہ	۔	۔	نوائے وقت
20مارچ	ع	خاتون	۔	شادی شدہ	اظہر، دیگر	نوائے وقت	459 گ ب، فیصل آباد	درج	۔	نوائے وقت
20مارچ	ن	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	عمران شکیل، ساتھی	اہل علاقہ	شرقپور، فیروز والا	درج	۔	نوائے وقت
20مارچ	۔	خاتون	۔	۔	یاسر	اہل علاقہ	چک 188 رب، فیصل آباد	درج	۔	نوائے وقت
20مارچ	۔	خاتون	۔	۔	شہزاد	اہل علاقہ	پکا قلعہ، قصور	درج	۔	نوائے وقت
20مارچ	ف	خاتون	۔	۔	منظور	اہل علاقہ	ریحان کالونی، اوکاڑہ	درج	۔	نئی بات
20مارچ	۔	بچہ	4برس	غیر شادی شدہ	جنید	اہل علاقہ	محلّہ تالاب والا، قصور	۔	گرفتار	خبریں
21مارچ	۔	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	پٹیالہ دوست محمد، شیخوپورہ	۔	۔	دنیا
21مارچ	ش	خاتون	۔	۔	عمران، شکیل	اہل علاقہ	پٹیالہ دوست محمد، شرقپور	۔	۔	دنیا
21مارچ	۔	بچہ	5برس	غیر شادی شدہ	ابوبکر	اہل علاقہ	چک نمبر 40، شیخوپورہ	۔	۔	نوائے وقت
21مارچ	س	خاتون	۔	۔	عمران	اہل علاقہ	کینیڈا کالونی، سیدوالا	۔	۔	نوائے وقت
21مارچ	ن	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	یاسر، زین	اہل علاقہ	ننکانہ صاحب	۔	۔	نوائے وقت
21مارچ	م	خاتون	۔	۔	غلام عباس، ساتھی	اہل علاقہ	چک 615 گ ب، فیصل آباد	۔	۔	نوائے وقت
21مارچ	ر	خاتون	40برس	۔	علی احمد	اہل علاقہ	ٹبہ سلطان، پاک پتن	۔	۔	نوائے وقت
21مارچ	محمد عثمان	بچہ	13برس	غیر شادی شدہ	شہریار	اہل علاقہ	سیٹلائٹ ٹاؤن، جھنگ	۔	۔	نوائے وقت
22مارچ	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	ناصر، دیگر	اہل علاقہ	کاہنہ، لاہور	۔	۔	جنگ
22مارچ	م	خاتون	16برس	غیر شادی شدہ	عبدالخالق	اہل علاقہ	کوٹ سلطان	درج	۔	خبریں ملتان
23مارچ	ع	بچہ	۔	غیر شادی شدہ	عاشان چنّا	اہل علاقہ	ڈہرکی، گھوٹکی	درج	۔	عوامی آواز
24مارچ	ش	خاتون	۔	شادی شدہ	عرفان	اہل علاقہ	چوک کمہاراں، ملتان	درج	۔	خبریں ملتان
24مارچ	عبدالصمد	مرد	29برس	شادی شدہ	عمر، آفاق، عبدالشکور	اہل علاقہ	راجن پور کلاں	درج	۔	خبریں ملتان
24مارچ	م	بچی	5برس	غیر شادی شدہ	عکاف	اہل علاقہ	چک نمبر 11 عباسیہ، لیاقت پور	درج	۔	خبریں ملتان

ایچ آر سی پی کی گلگت بلتستان پر رپورٹ میں حکومت پر شدید تنقید

اسلام آباد (ایچ آر سی پی) نے کہا ہے کہ گلگت بلتستان میں خفیہ اداروں اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے کی جانے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو روکا جائے۔ گلگت بلتستان پر جاری ہونے والی اپنی تازہ رپورٹ میں کمیشن نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ان اداروں کی جانب سے نوجوانوں اور سیاسی کارکنوں کے خلاف انسداد دہشت گردی کے قوانین کے بے جا استعمال کو روکا جائے۔ ہیومن رائٹس کمیشن کی سابق سربراہ، ممتاز قانون دان اور حقوق انسانی کی کارکن عاصمہ جہانگیر نے اس رپورٹ کے لیے حقائق جاننے کی خاطر گذشتہ برس اگست میں دورہ کیا تھا۔ اسلام آباد میں آج اس رپورٹ کو جاری کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ وفاقی حکومت کو چاہیے کہ وہ گلگت بلتستان کے جمہوری فورمز کو مزید اختیارات دے، مقامی لوگوں میں سے جج تعینات کرے اور یہاں کے آئی ڈی پیز کے مسائل حل کرے۔ عاصمہ جہانگیر کے مطابق گلگت بلتستان میں کوئی ذرا سی بھی تنقید کرے ایجنسیاں انہیں انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت فوراً گرفتار کر لیتی ہیں۔ بی بی سی اردو کی نامہ نگار ارم عباسی سے بات کرتے ہوئے عاصمہ جہانگیر نے کہا کہ 'نیشنل ایکشن پلان کے تحت خفیہ اداروں کو اختیارات دے دیے گئے ہیں کہ وہ لوگوں پر نظر رکھیں اور جب بیس بائیس برس کے نوجوان واچ لسٹ پر ہوں گے تو اس سے خوف کی فضا تو پیدا ہوگی۔ اگر کوئی ذرا سی بھی تنقید کرے ایجنسیاں انہیں انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت فوراً گرفتار کر لیتی ہیں'۔ رپورٹ کے مطابق کئی سو نوجوان اور سیاسی کارکن انسداد دہشت گردی کے ایکٹ کے تحت جیلوں میں ہیں اور گلگت بلتستان کی عوام کے حقوق کے لیے اٹھنے والی ہر آواز کو دبا دیا جاتا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور خفیہ ایجنسیوں کے اختیارات کی نگرانی کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے۔ رپورٹ میں کمیشن نے کہا ہے چین اور پاکستان کے درمیان راہداری یا سی پیک کے لیے گلگت بلتستان کی حکومت نے مبینہ طور پر مقامی شہریوں کے خلاف طاقت کا استعمال کرتے ہوئے انھیں زبردستی گھروں سے نکالا ہے اور ان کی زمینیں ہتھیا لی ہیں جبکہ چیف سیکریٹری نے شہریوں کی زمینیں ریاستی اداروں کو الاٹ کرنے کا نوٹیفیکیشن بھی جاری کیا ہے۔ کمیشن کی رپورٹ کے مطابق مقپون داس کے علاقے میں مقامی حکومت نے مبینہ طور پر لوگوں سے گھر اور زمینیں چھینی ہیں۔ اس سلسلے میں عاصمہ جہانگیر نے کہا کہ 'گلگت بلتستان چھوٹا سا علاقہ ہے اور اسے مقامی لوگوں کے پاس ہی رہنے دیں۔ اور اگر سی پیک کی وجہ سے لوگوں سے زمینیں لی گئی ہیں تو انھیں اس کا معاوضہ دیا جائے۔ علاقے میں جو ترقیاتی کام ہے وہ حکومت پاکستان کرے، نہ کہ کوئی دوسرا ملک آ کر کرے'۔ رپورٹ کے مطابق نوجوان طبقے میں ان خلاف ورزیوں کی وجہ سے احساس محرومی پایا جاتا ہے۔ عاصمہ جہانگیر کہ مطابق 'گلگت بلتستان کا نوجوان سوال کرتا ہے کہ گلیشیئر پاکستان کے اور ہم گلگت بلستان کے، ایسا کیوں؟' علاقے میں جو ترقیاتی کام ہے وہ حکومت پاکستان کرے، نہ کہ کوئی دوسرا ملک آ کر کرے' رپورٹ میں شامل مزید تجاویز میں کہا گیا ہے کہ گلگت بلتستان کے شہریوں کو پاکستانی آئین کے مطابق فوری طور پر بنیادی حقوق مہیا کیے جائیں۔ (بشکریہ بی بی سی اردو)

بجلی کے بغیر گوادر کی ترقی صرف ایک خواب

گـــوادر گوادر کے شاہی بازار میں واقع شاہو لال کی دکان میں سلائی کے لیے دیے گئے کپڑوں کے ڈھیر لگتے جا رہے ہیں اور گاہکوں کے تقاضے بڑھنے لگے ہیں لیکن شاہو بجلی کی عدم دستیابی کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ شاہو لال اور ان کے چھ کاریگر ہیں جو عام طور پر روزانہ دس سے بارہ جوڑے سی لیتے ہیں لیکن بجلی نہ ہونے سے ایک سے دو جوڑے ہی مشکل سے مکمل ہوتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بجلی آدھا گھنٹہ آتی ہے تو دو گھنٹے غائب رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کام متاثر ہوتا ہے اور جب کام نہیں ہوتا تو گاہک تنگ کرتے ہیں۔ 'اگر بجلی نہیں ہوگی تو کاروبار میں کیا بہتری آئے گی، الٹا کاروبار بند ہوگا۔' بلوچستان کے شہر گوادر میں روزانہ کئی گھنٹے بجلی کی بندش یہاں کاروبار اور معمولات زندگی کو شدید متاثر کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے مقامی آبادی میں توانائی کے متبادل ذرائع کے استعمال کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔ شہر میں جگہ جگہ جنریٹر اور شمسی توانائی فراہم کرنے والی پلیٹس کی کئی دکانیں نظر آتی ہیں اور اکثر ہوٹلوں اور دکانوں میں جنریٹر موجود ہیں جو ایرانی پیٹرول کی مرہون منت ہیں۔ گوادر کے بازار کے ایک دکاندار محمد عبداللہ کا کہنا ہے کہ جنریٹر کے استعمال سے اخراجات بڑھ جاتے ہیں، جس کا بوجھ یقیناً عام شہریوں کو ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ ان کے مطابق بجلی کی بندش سے 'گرمی میں تو نیند حرام ہو جاتی ہے، بچے تڑپتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ گوادر میں ترقی ہو رہی ہے درحقیقت کچھ بھی نہیں ہو رہا صرف سیاہ سڑکیں بن رہی ہیں۔' گوادر ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے مطابق شہر میں اس وقت بجلی کی پیداوار 18 سے 20 میگاواٹ ہے جبکہ طلب 40 میگاواٹ سے زائد ہے۔ مچھیروں کی اس بستی کو اب حکومت پاکستان ایک صنعتی اور تجارتی مرکز بنانے کا ارادہ رکھتی ہے جہاں بندرگاہ، فری ٹریڈ زون اور صنعتوں کے قیام کے ساتھ بجلی کی طلب میں اضافے کا امکان ہے اور حکام کے مطابق 2020 تک بجلی کی پیداوار کا تخمینہ 150 میگاواٹ لگایا گیا ہے۔ گوادر چین پاکستان اقتصادی راہداری میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ راہداری میں بجلی گھروں کے منصوبے بھی شامل ہیں جن پر گوادر سے کئی سو کلومیٹر دور پنجاب اور سندھ میں تو عملدرآمد ہو رہا ہے مگر یہاں اس کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔ حکومت پاکستان نے اعلان کیا تھا کہ رواں سال مارچ سے کوئلے سے چلنے والے بجلی گھر کی تعمیر کا آغاز ہو جائے گا، لیکن منصوبہ ابھی تک منظوری کے مرحلے میں ہے۔ گوادر کی حدود میں داخل ہوتے ہی سڑک کے دونوں اطراف میں ویران زمینوں پر صنعتی زون، فری زون، سبزی منڈی سمیت رہائشی منصوبوں کے پینافلیکس نظر آ جاتے ہیں لیکن کوئی سرگرمی نظر نہیں آتی۔ مقامی طور پر اس کی ایک وجہ بجلی کی عدم دستیابی بھی بتائی جاتی ہے۔ گوادر ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے چیئرمین سجاد حسین کا کہنا ہے کہ 'جیسے جیسے بندرگاہ اور فری زون فعال ہوگا طلب بڑھتی جائے گی اور یہ طلب پوری کرنے کے لیے حکومت نے سی پیک کے زیر انتظام ایک منصوبہ بنایا ہے۔ پینے کے پانی کی کمی کے حل کے لیے سمندر کے پانی کو صاف کرنے کا منصوبہ شامل ہے۔ ساجد بلوچ کے مطابق 'پانچ ملین گیلن پانی یومیہ صاف کرنے والے پلانٹ کے لیے سات میگاواٹ بجلی کی ضرورت ہے، اس کے ساتھ ہسپتال کو پچاس سے 300 بستروں کا ہسپتال بنانا ہے جس کے لیے بھی بجلی درکار ہے۔ مکران ڈویژن کے تین اضلاع میں بجلی کی فراہمی کا دارومدار اس وقت ایران پر ہے۔ ایران سے 70 میگاواٹ بجلی فراہم کی جا رہی ہے جس میں سے 15 میگاواٹ گوادر کو ملتے ہیں۔ سجاد حسین کا کہنا ہے کہ اب ایران سے معاہدہ کیا گیا ہے جس کے تحت 100 میگاواٹ براہِ راست گوادر کو فراہم کیے جائیں گے۔ اس پر ایران کی طرف 80 فیصد کام ہو چکا ہے لیکن پاکستان کی طرف ایران پر عالمی پابندی کی وجہ سے کام رک گیا تھا جو دوبارہ بحال ہونا ہے۔ بلوچستان کے سابق وزیر اعلیٰ کے معاون اور ماہر اقتصادیات ڈاکٹر قیصر بنگالی کا کہنا ہے کہ 'گوادر میں ہی پاور پلانٹ لگانے کے بجائے مناسب یہ ہے کہ ایران سے جو لائن آ رہی ہے اس کو استعمال کیا جائے کیونکہ ایران زیادہ بجلی فراہم کرنے کے لیے تیار ہے اور وہاں سے لائن بھی موجود ہے۔' حکومت پاکستان گوادر بندرگاہ سے منسلک منصوبوں کو خطے میں گیم چینج قرار دے رہی ہے لیکن کیا بغیر بجلی اور پانی کے ترقی کا یہ کھیل کھیلا جا سکتا ہے؟

(بشکریہ بی بی سی اردو)

تاجر کا بیٹا اغواء

چمن 24 جنوری کو چمن کے علاقے کالج روڈ سے تاجر حاجی نیاز محمد خان صالحزئی کے بیٹے تاج محمد کو نامعلوم مسلح افراد نے اغواء کرلیا۔ جس کی اطلاع ملتے ہی لیویز اور پولیس نے علاقے کی ناکہ بندی کر کے سرچ آپریشن شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں مغوی تاج محمد صالحزئی کو زخمی حالت میں بازیاب کرالیا گیا۔ اغواء کاروں اور فورسز کے درمیان فائرنگ کے تبادلہ بھی ہوا تھا۔

(محمد صدیق)

نوجوان کو بھرے بازار میں برہنہ گھمایا

پشاور یکم فروری 2017 کو رسالپور کے علاقے سائیں منڈی میں بدفعلی کے الزام پر مسلح افراد نے نوجوان کو برہنہ حالت میں بھرے بازار میں گھمایا۔ موقع پر موجود لوگوں نے نوجوان کو ملزمان سے چھڑایا، واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر نوشہرہ نے آ کر دو ملزمان کو گرفتار کرلیا۔ ارسلان ولد اشفاق ساکن سائیں منڈی نے تھانہ رسالپور میں رپورٹ درج کراتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ گزشتہ روز وہ اپنے چچا کے گھر سے واپس اپنے گھر آ رہا تھا کہ پہلے سے راستے میں موجود مسلح ملزمان سکندر، علی رحمان، ارسلان پسران کرامت خان اور میر زمان ولد محمد رمضان ساکنان سائیں منڈی نے اسے پکڑ لیا اور بھرے بازار میں برہنہ گھمایا۔ وجہ عناد بدفعلی کا الزام تھا۔ واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر نوشہرہ حافظ واحد محمود نے ملزمان کو جلد از جلد گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ پولیس چھاپے مار کر دو ملزمان سکندر اور ارسلان پسران کرامت خان کو گرفتار کر کے مزید تفتیش کیلئے انوسٹی گیشن پولیس کے حوالے کر دیا۔

(روزنامہ آج)

گھر کے اندر دھماکا، 4 افراد ہلاک

خیبر ایجنسی 1 فروری 2017 کو جمرود کے علاقہ شاکس میں گھر کے اندر دھماکا خیز مواس پھٹنے سے چار افراد جاں بحق جبکہ تین زخمی ہوگئے۔ زخمیوں کو فوری طور پر پشاور ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ پولیٹیکل انتظامیہ نے واقعہ کی تصدیق کی مگر دھماکے کی نوعیت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ واقعہ پشاور کے پوش علاقے حیات آباد اور جمرود کے سنگم پر واقعہ شاہ کس کے علاقے میں اس وقت پیش آیا جب ایک گھر میں اچانک دھماکہ ہوا۔ دھماکے سے گھر کے چار کمرے اور برآمدہ زمین بوس ہوگئے۔ دھماکے کے فوراً بعد اے پی اے جمرود ضیاء الرحمان مروت اور تحصیلدار جمرود شکیل برکی لائن آفیسر جمرود محمد شعیب آفریدی اور اسسٹنٹ لائن آفیسر حاجی خانداد کے ہمراہ جائے وقوعہ پر پہنچے اور امدادی کاروائیوں کی نگرانی کی جبکہ اس موقع پر جمرود خیبر ریسکیو اور فورسز بھی موقع پہنچ گئی اور امدادی کاروائیاں شروع کر دیں۔ امدادی کاروائیوں کے دوران امدادی ٹیموں نے گھر کے ملبے سے دو افراد کو مردہ حالت میں جبکہ دیگر پانچ افراد کو زخمی حالت میں نکالا جنہیں فوری طور پر علاج معالجے کیلئے پشاور منتقل کر دیا گیا جہاں مزید دو افراد زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسے جبکہ باقی دو افراد کی حالت بھی تشویشناک بتائی جا رہی ہے۔ دھماکے میں جاں بحق ہونے والوں میں آصف ولد حکمت اللہ، عبداللہ ولد گل محمد، زاہد اللہ ولد نیاز محمد افغانی اور نیاز محمد افغان شامل ہیں۔ دھماکے کی نوعیت کے بارے میں پولیٹیکل انتظامیہ کا کہنا ہے کہ دھماکہ بارودی مواد سے ہوسکتا ہے تاہم فی الحال اس حوالے سے کچھ نہیں کہہ سکتے اور مزید تفتیش کے بعد ہی دھماکے کی نوعیت کے بارے میں بتا سکیں گے۔

(روزنامہ آج)

ناجائز تجاوزات کے خلاف کارروائی کا مطالبہ

اوکاڑہ اوکاڑہ میں تجاوزات اور ٹریفک اہلکاروں کی چشم پوشی کی وجہ سے شہر میں ٹریفک کی آمد و رفت کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ دیپال پور روڈ، وینس چوک، ریل بازار کارنر، چرچ روڈ، تحصیل روڈ، راوی روڈ، غلہ منڈی روڈ، دیپالپور چوک، انڈر پاس بے نظیر روڈ پر اکثر ٹریفک جام ہو جاتی ہے اور شہریوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ٹریفک پولیس اور ضلعی انتظامیہ کی چشم پوشی کی وجہ سے ٹریفک مسائل میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ٹریفک کی صورتحال درست کرنے کے لیے تعمیراتی منصوبوں کے ساتھ ساتھ بہتر منصوبہ بندی کی فوری ضرورت ہے۔ سکول کے طالب علموں اور تمام شہریوں کو روزانہ اذیت ناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے لڑائی جھگڑے معمول بن چکے ہیں۔ مریضوں کو ہسپتال لے جانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ساؤتھ سٹی کے رہائشی ناقابل بیان صورتحال سے دوچار ہیں۔ انڈر پاس محمد پورہ، سرکی محلّہ، چرچ روڈ، دیپالپور پر قائم تجاوزات کی وجہ سے سڑک پر ٹریفک کی روانی میں خلل پڑتا ہے اور اکثر حادثات بھی ہوتے رہتے ہیں۔ شہریوں نے ڈی سی او اوکاڑہ سے مطالبہ کیا ہے کہ شہر میں ناجائز تجاوزات کا خاتمہ اور ٹریفک کے نظام کی بہتری کے لیے اقدامات کئے جائیں۔

(اصغر حسین)

رکن صوبائی اسمبلی کے حجرے کے باہر دھماکا

پشاور 2 فروری کو 2017 کو خیبر پختونخوا کی حکمران جماعت پاکستان تحریک انصاف کے رکن صوبائی اسمبلی اور پارلیمانی سیکرٹری فضل الٰہی کے حجرے پر بم حملے کے نتیجے میں گیٹ کو جزوی نقصان پہنچا تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ دھماکا اس قدر شدید تھا کہ اس کی آواز دور تک سنی گئی۔ اطلاع ملتے ہی پولیس اور بی ڈی یو موقع پر پہنچ گئے اور شواہد اکٹھے کرنے کے بعد تفتیش شروع کر دی۔ واضح رہے کہ فضل الٰہی کے حجرے پر اس سے قبل بھی حملہ ہو چکا ہے۔ رابطہ کرنے پر فضل الٰہی کا کہنا تھا کہ انہیں افغانستان سے بھتہ کیلئے کالیں موصول ہو رہی ہیں۔ پہلے پانچ کروڑ کا مطالبہ کیا جا رہا تھا جبکہ اب دو کروڑ روپے مانگے جا رہے ہیں۔

(روزنامہ آج)

اراضی کے تنازعے پر فائرنگ ایک شخص جاں بحق

لکی مروت لکی مروت سٹی کے قریب واقع اراضی کے تنازعے پر فریقین کے فائرنگ کے تبادلے میں ایک شخص جاں بحق جبکہ ایک شخص زخمی ہوگیا۔ فریق اول کے عبداللہ ولد شیر علی خان نے پولیس کو بتایا کہ وہ گمبھیلا شہر میں واقع دکان میں موجود تھا ملزمان نے اس پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں اس کا بھائی موقع پر جاں بحق ہوگیا۔ جبکہ فریق دوئم محمد اللہ نے پولیس کو بتایا کہ گوشتہ شب گمیلا اڈہ میں نماز ادا کرنے کے بعد گھر جا رہا تھا کہ عبدالقیوم خان عبداللہ خان، عبدالحمد خان پسران شیر علی نے انہیں کلاشنکوف سے مارا پیٹا جبکہ دیگر ملزمان نے ان پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں وہ زخمی ہوگیا۔ پولیس نے دونوں فریقین کے خلاف ایف آئی آر درج کر کے تفتیش شروع کر دی۔ پولیس نے دونوں فریقین کے گرفتار ملزمان سے اسلحہ بھی برآمد کرلیا۔

(محمد ظاہر)

سیکریٹری ہائیر ایجوکیشن کمیشن اغواء

کوئٹہ پولیس ذرائع کے مطابق عبداللہ جان کو کوئٹہ کے علاقے سبزل روڈ سے اُس وقت اغوا کیا گیا جب وہ اپنے گھر سے دفتر جا رہے تھے۔دوسری جانب وزیر اعلیٰ بلوچستان نواب ثناء اللہ زہری نے سیکریٹری ہائیر ایجوکیشن کمیشن کے اغوا کا نوٹس لیتے ہوئے انسپکٹر جنرل (آئی جی) پولیس بلوچستان کو ہدایات جاری کیں کہ مغوی کی فوری بازیابی کو یقینی بنایا جائے۔عبداللہ جان کی بازیابی کے لیے کوئٹہ کے مختلف علاقوں میں سرچ آپریشن کا آغاز بھی کر دیا گیا۔صوبہ بلوچستان رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے جو فرقہ وارانہ کشیدگی اور شدت پسندوں کی سرگرمیوں کا شکار ہے۔ بلوچستان میں مختلف تعمیراتی کاموں میں مصروف مزدوروں، سرکاری افسران اور حکومتی عہدیداروں کے اغوا کے واقعات سامنے آتے رہتے ہیں۔گذشتہ برس مئی میں بلوچستان کے وزیر بلدیات سردار مصطفیٰ خان ترین کے بیٹے کو مسلح افراد نے ضلع پشین سے اغوا کر لیا تھا۔اس سے قبل مئی 2014 میں بھی بلوچستان کے ضلع جعفر آباد سے نامعلوم مسلح افراد نے اسکول جانے والے ہندو برادری کے پانچ بچوں کو اغوا کر لیا تھا۔

(نامہ نگار)

حکومت پختونوں کو ہراساں کرنا بند کرے

کراچی پختون قوم پرست جماعتوں عوامی نیشنل پارٹی اور پختونخوا ملی عوامی پارٹی نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت انسداد دہشت گردی کے اقدامات کی آڑ میں 'پختونوں کی غیر قانونی گرفتاریوں' کا سلسلہ بند کرے۔اسلام آباد اور پنجاب میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کی جانب سے گذشتہ کچھ روز سے جاری 'رات دیر گئے' چھاپوں اور کارروائیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے پختون قوم پرست جماعتوں کا کہنا تھا کہ 'معصوم' پختون مزدوروں اور تاجروں کو ہراساں اور شناخت کے نام پر ان کی 'چادر اور چار دیواری' کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے۔کراچی پریس کلب میں علیحدہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اے این پی سندھ کے جنرل سیکریٹری یونس بونیری نے کہا کہ آپریشن ردالفساد کی آڑ میں پختونوں کی غیر اعلانیہ گرفتاریوں کا سلسلہ بند نہ کیا گیا تو انھیں آئین کے تحت احتجاج کرنے کا حق حاصل ہے۔ان کے ہمراہ اے این پی کے رہنما شاہد علی خان، حاجی اورنگزیب، امیر نواب اور نوراللہ اچکزئی موجود تھے۔ایک سوال کے جواب میں یونس بونیری کا کہنا تھا کہ کراچی میں 'جھوٹے الزامات' میں 700 افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔اے این پی کے رہنما کا کہنا تھا کہ وہ ملک کے استحکام اور یہاں سے دہشت گردوں کے خاتمے کیلئے آپریشن کے خلاف نہیں ہیں لیکن یہ جرائم پیشہ افراد کے خلاف ہونا چاہیے کیونکہ 'ہر پختون دہشت گرد نہیں ہے'۔ان کا کہنا تھا کہ اگر ریاست کی موجودہ پالیسی تبدیل نہ ہوئی تو ملک مزید کمزور ہوگا کیونکہ یہ پختونوں میں احساس محرومی کا باعث بن رہا ہے۔پختونخوا ملی عوامی پارٹی سندھ کے صدر نظیر خان نے پختونوں کی حراست پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انھیں دنیا کے سامنے دہشت گرد بنا کر پیش کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔انھوں نے فوری طور پر پختونوں کے خلاف کارروائی روکنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ کسی کو بھی پختونوں کے گھروں کی حرمت کو پامال کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔پختون قوم پرست رہنما کا مزید کہنا تھا کہ ملک میں پختونوں کیلئے مشکلات کھڑی کی جا رہی ہیں خاص طور پر سندھ اور پنجاب میں، جہاں انھیں گرفتاری کے بعد غیر انسانی سلوک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ سیکیورٹی فورسز کے ذریعے طاقت کا استعمال پائیدار امن کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ان کے ہمراہ پارٹی کے دیگر رہنما سکندر خان یوسفزئی، صابرا چکزئی، بشیر خان مندوخیل، نورالدین ترین اور فضل ودود موجود تھے۔

(بشکریہ ڈان)

باپ، بھابی اور بھتیجے کو قتل کرکے بیٹے کی خودکشی

راولپنڈی راولپنڈی کے علاقے فضل ٹاؤن میں قتل کی لرزہ خیز واردات میں مبینہ طور پر بیٹے نے باپ، بھابی اور بھتیجے کو قتل کرنے کے بعد اپنی زندگی کا بھی خاتمہ کر لیا۔تھانہ ایئرپورٹ پولیس کے مطابق فضل ٹاؤن بٹ مارکیٹ کے قریب 32 سالہ ذیشان نے والد سیف اللہ، بھابی سلمہ اور بھتیجے شاہ زیب کو مبینہ طور پر گولیاں مار کر قتل کرنے کے بعد خودکشی کر لی۔ملزم کی فائرنگ سے بھتیجا کومیل معجزانہ طور پر بچ گیا جسے زخمی حالت میں بے نظیر ہسپتال، جبکہ لاشوں کو پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال منتقل کیا گیا۔واقعے کی اطلاع ملتے ہی پولیس کی بھاری نفری، ریسکیو 1122 اور ایدھی ایمبولینسیں جائے وقوع پہنچیں جبکہ پولیس کے فارنزک عملے نے بھی موقع پر پہنچ کر شواہد اکٹھے کر لیے۔پولیس کا کہنا ہے کہ موقع سے مبینہ قاتل کی لاش کے قریب سے پستول بھی برآمد کر لیا گیا ہے۔اہل علاقہ کا کہنا ہے کہ سیف اللہ کے گھر میں فائرنگ کی کسی نے آواز نہیں سنی۔قتل کی واردات کے بعد مبینہ طور پر خودکشی کرنے والے ملزم کا بڑا بھائی گھر پہنچا تو کوئی دروازہ نہیں کھول رہا تھا جس پر وہ دیوار پھلانگ کر اندر گیا تو 4 افراد کی لاشیں اور ایک بچے کو زخمی حالت میں دیکھ کر چیخنا چلانا شروع کر دیا جس پر اہل محلہ جمع ہو گئے اور فوری طور پر پولیس کو اطلاع کی۔پولیس کا کہنا تھا کہ ذیشان نے اپنے پیاروں کی جانیں لے کر خود کو گولی کیوں ماری اور اس کے پیچھے کیا وجہ ہے اس کی تحقیقات کی جا رہی ہیں۔

(نامہ نگار)

لاپتہ شخص کی لاش برآمد

مردان 7 مارچ کو موٹی بانڈہ سے لاپتہ شخص کی لاش 7 دن بعد گھر کے نزدیک سے مل گئی۔ایک ہفتہ قبل پولیس تھانہ کاٹلنگ کے حدود موٹی بانڈہ کے یک فضل حیدر ولد قلندر کو گھر کے سامنے سے تین نامعلوم ملزمان نے سفید رنگ کی کار میں ڈال کر نامعلوم طرف لے گئے بعد میں ان کے بھائی علی حیدر نے بھائی کی پراسرار گمشدگی کی رپورٹ پولیس تھانہ کاٹلنگ میں درج کرائی منگل کے روز علی الصبح فضل حیدر کی لاش پولیس تھانہ لوند خوڑ کی حدود موٹی بانڈہ میں گھر کے قریب سے برآمد ہوئی۔

(ایچ آر سی پی، پشاور چیپٹر)

سیاسی جماعت کے رہنما کا قتل

چارسدہ 4 مارچ 2017 کو ممتاز قانون دان و قومی وطن پارٹی کے رہنماء اور قوم پرست سیاست دان محمد جان گگیانی ایڈوکیٹ کو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے گولی مار شہید کر دیا جبکہ فائرنگ سے بھانجا زخمی ہو گیا۔ ضلع چارسدہ کے ممتاز قانون دان شبقدر بار کے سابقہ صدر قوم پرست سیاست دان قومی وطن پارٹی کے رہنماء محمد جان گگیانی ایڈوکیٹ اپنے بھانجے رحم شاد ایڈوکیٹ کے ہمراہ گاڑی میں حسب معمول شبقدر کچہری واقع حاجی زئی جا رہے تھے کہ کچہری سے چند سو گز دور میاں قلعہ موڑ کے قریب نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے گولی مار کر قتل کر دیا، گاڑی میں موجود دوسرے وکلاء بال بال بچ گئے تاہم ان کے ساتھ سیٹ پر بیٹھا ان کا بھانجا رحم بادشاہ ایڈوکیٹ کو معمولی زخم آئے۔ موقع پر موجود لوگوں نے دونوں کو ایل آر ایچ منتقل کر دیا جہاں محمد جان گگیانی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جاں بحق ہو گئے۔ان کی موت سے شبقدر کی سیاست میں جو خلاء پیدا ہوا وہ کبھی پر نہیں ہو سکے گا۔

(ایچ آر سی پی، پشاور چیپٹر)

عدم رواداری، وجوہات کیا ہیں، مضمرات کیا ہیں

جھنگ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے ضلعی کور گروپ نے پاکستانی معاشرے میں بڑھتی ہوئی عدم رواداری، وجوہات، مضمرات: تدارک کیا ہے؟ کے عنوان سے ہائی سکول کالج روڈ جھنگ میں ایک خصوصی نشست کا اہتمام کیا۔ سکول ٹیچر عبدالقیوم نے پروگرام کے آغاز پر کہا کہ ہم کور گروپ کی سرگرمیوں سے پہلے واقف ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ یہ تنظیم انسانی حقوق کے حوالے سے بالکل غیر جانبدار طریقے سے کام کر رہی ہے اور انہوں نے رواداری کے حوالے سے جو کام شروع کیا ہے وہ وقت کا تقاضا ہے کیونکہ اس وقت ہمارے پورے ملک کو اس کی سخت ضرورت ہے اور ہم جو جھنگ میں رہتے ہیں ہم فرقہ واریت اور تشدد کو نوے کی دہائی میں بھگت چکے ہیں۔ ضلعی کور گروپ کے رابطہ کار قمر زیدی نے کہا کہ اس وقت ہمارا معاشرہ بدامنی، تشدد اور انتہا پسندی کا شکار ہے۔ اس انتہا پسندی نے پورے ملک کا امن برباد کر دیا ہے لوگ نفسیاتی مریض بن گئے ہیں۔ معاشرہ عدم تحفظ کا شکار ہے اور سب سے بڑی دکھ کی بات یہ ہے کہ ہماری حکومتوں کی ترجیحات میں شہریوں کی جان، مال کا تحفظ شامل ہی نہیں ہے جبکہ کسی بھی ریاست میں شہریوں کے جان اور مال کی حفاظت پہلے نمبر پر ہوتی ہے۔ اس کے بعد صحت تعلیم اور رہائش کی فراہمی ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک میں روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ مر رہے ہیں۔ اگرچہ اس کی وجوہات مختلف ہیں مثلاً ٹریفک حادثات میں مرنے والے، مریضوں کو بروقت علاج کی سہولت نہ ملنے کی وجہ سے، لوٹ مار اور ڈکیتی کی وارداتوں میں مرنے والے کتنے ایسے لوگ ہیں جو ریاستی نااہلی کی وجہ سے روزانہ مارے جاتے ہیں اس کا نتیجہ جو سامنے آ رہا ہے کہ لوگ عدم تحفظ کا شکار ہو کر یا تو خود اسلحہ اٹھا رہے ہیں یا کم سے کم ہر شخص کسی نہ کسی حد تک متشدد بن رہا ہے اس مسئلے کا واحد حل حکومت کی ترجیحات کو بدلنا ہے۔ حکومت جب تک اپنی پالیسی نہیں بدلے گی اپنی سوچ نہیں بدلے گی اپنی ذمہ داری کو نہیں سمجھے گی کہ عوام کی حفاظت اس کی ذمہ داری ہے۔ اس وقت تک یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا جب تک عوام کی حفاظت کے لیے تشدد کا پرچار کرنے والی فسادی تنظیموں بلکہ جتھوں پر ضرور پابندی لگائی جائے۔ جو قوانین پہلے سے موجود ہیں ان پر عملدرآمد کرایا جائے اور عملدرآمد کرانے والے اداروں کو مکمل طور پر غیر جانبدار بنایا جائے۔ سکول کے سینئر ہیڈ ماسٹر ممتاز حسین نے کہا کہ رواداری کا درس گھر سے دیا جانا چاہیے۔ اگر اس کے گھر پر تشدد ماحول ہوگا۔ گھر میں رواداری کا درس نہیں دیا جائے گا تو وہ بچہ سکول آ کر رواداری کی بات کو اچھے طریقے سے نہیں سنبھل پائے گا۔ تاہم اس موضوع کا انتخاب کرنے پر میں کور گروپ کی تعریف بھی کرتا ہوں اور اپنے بھرپور تعاون کا یقین بھی دلاتا ہوں۔ آپ جب چاہیں ہمارے سکول میں آئیں اور رواداری، امن اور انسانی حقوق کے عنوان پر پروگرام ترتیب دے سکتے ہیں۔ پروگرام کے بعد سکول ہیڈ ماسٹر ممتاز حسین نے سکول کے مسائل کے حوالے سے بتایا کہ سکول پاکستان کے وقت سے قائم ہے لیکن اس کے پاس آج بھی اتنا ہی رقبہ ہے جتنا پہلے تھا۔ یہ سکول دو معروف ترین سڑکوں یعنی جھنگ روڈ اور سرگودھا روڈ کے درمیان سینڈوچ بنا ہوا ہے۔ ستر کی دہائی میں حکومت نے شہر کے اندر سے لاری اڈے ختم کر کے سکول کے بالکل سامنے جنرل بس سٹینڈ بنا دیا جس کی وجہ سے ٹریفک کا بے حد دباؤ رہتا ہے۔ اور سکول کے طلباء کے لیے سکیورٹی کا مسئلہ بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر وقت بسوں کے ہارن بجتے ہیں جس کی وجہ سے یہ سکول شور کی آلودگی کا بدترین شکار ہے۔ انہوں نے مزید بتایا بھی اور دکھایا بھی کہ سکول کے جنوبی جانب ایک پسماندہ علاقہ مرضی پورہ کے نام سے ہے جس کے رہائشی اپنے گھروں کا کچرا سکول کے اندر گراؤنڈ میں پھینک دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ سکول کا گراؤنڈ سڑک کی سطح سے کافی نیچے ہے لہذا معمولی سی بارش ہونے یا مرضی پورہ محلّہ میں گندے پانی کی صحیح نکاسی نہ ہونے کی صورت میں وہ اس گندے پانی کا رخ سکول کی طرف موڑ دیتے ہیں اور اس کی چاردیواری کو کسی نہ کسی جگہ سے توڑ دیتے ہیں جس کے نتیجے میں سکول کا گراؤنڈ گندے پانی سے بھر جاتا ہے۔

(قمر زیدی)

بھائی نے بھائی کو گولی ماردی

پشاور 7 مارچ 2017 کو تھانہ پشتہ خرہ کے علاقے ابدرہ میں چچی کے ساتھ تعلقات استوار کرنے سے منع کرنے پر بھائی نے اپنے سگے بھائی کو فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا، پولیس نے مقدمہ درج کر کے کرلیا ہے، مدعی واحداللہ ولد اشرف سکنہ ابدرہ نے رپورٹ درج کراتے ہوئے پولیس کو بتایا کہ بھائی جواداللہ نے اس کی چچی مسماۃ حمیرا زوجہ تاج اللہ کے ساتھ تعلقات استوار کر رکھے تھے جس پر اس نے اپنے بھائی کو بار بار منع کیا تاہم وہ باز نہیں آیا گزشتہ روز اس نے ایک مرتبہ پھر اپنے بھائی کو منع کیا جس پر وہ طیش میں آ گیا اور عماد و رفاعد کی مدد سے اس پر فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں میں وہ زخمی ہو گیا جنہیں طبی امداد کیلئے ہسپتال منتقل کر دیا گیا جہاں اس کی حالت خطرے سے باہر بتائی جاتی ہے پولیس نے ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کردی۔ (ایچ آر سی پی، پشاور چیپٹر)

سی پیک میں کلیدی کردار گوادر کا ہے مگر ترقی پنجاب میں

لاہور صوبہ بلوچستان کے ساحلی شہر گوادر کے 80 طلبہ اور طالبات گذشتہ دنوں صوبہ پنجاب کے چار روزہ دورے کے بعد سرکاری لیپ ٹاپس کے ساتھ واپس لوٹے ہیں۔ یہ طلبہ پنجاب کی مہمان نوازی سے کافی متاثر دکھائی دیتے ہیں تاہم وزیراعلیٰ پنجاب کے ساتھ ایک ملاقات میں بلوچ طلبہ کے سوالات نے شہباز شریف کو مشکل میں بھی ڈال دیا۔ سوال تھا کہ سی پیک کے تحت اہم اور کلیدی کردار گوادر کا ہے لیکن ترقی پنجاب میں ہو رہی ہے، آخر کیوں؟ تقریب کے میزبان نے اس پر قہقہہ لگا دیا تھا۔ گوادر واپسی پر بات کرتے ہوئے ان طلبہ نے کہا کہ وہ بھی اس ترقی اور خوشحالی کے خواہاں ہیں جو انھوں نے پنجاب میں دیکھی۔ وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف سے ملاقات میں ان طلبہ نے مزید کہا کہ سی پیک کا سن سن کر تھک چکے ہیں۔ طلبا نے کہا کہ ان کے پاس پینے کے لیے نہ تو صاف پانی ہے اور نہ ہی کپڑے استری کرنے کے لیے بجلی لیکن جب سیاستدان گوادر کا دورہ کرتے ہیں تو لوڈ شیڈنگ ختم ہو جاتی ہے۔ ان طلبہ کی شکایت تھی کہ چینی زبان سیکھنے کے لیے طالب علموں کو بھی لاہور سے بھیجا جاتا ہے۔ کمانڈر سدرن کمانڈ نے ان نوجوانوں کے دورہ لاہور کے لیے خصوصی سی ون تھرٹی طیارہ مہیا کیا تھا۔ اس دورے کا مقصد بلوچستان کے نوجوانوں کے پنجاب سے متعلق غلط تاثر اور رائے کو تبدیل کرنا تھا۔ ان طلبہ کو لاہور کے مختلف تعلیمی اداروں کے علاوہ مینار پاکستان، لاہور قلعہ اور شالیمار باغ اور واہگہ سرحد جیسے تاریخی مقامات کی سیر بھی کروائی گئی۔ گوادر واپس پہنچنے پر ان 80 میں سے دو طالبات سونیا اور حلیمہ نے بات کرتے ہوئے کہا کہ وہ مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوئے ہیں لیکن لاہور بہت ترقی یافتہ ہے، اعلیٰ تعلیمی ادارے قائم ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ گوادر بھی اتنا ہی ترقی یافتہ ہو جائے۔ بلوچستان کے طلبہ میں بھی بہت ٹیلنٹ ہے۔ انھیں بھی اگر ویسی سہولیات مل جائیں تو وہ بھی بہت اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ وزیراعلیٰ سے سی پیک اور ترقی سے متعلق سوال کرنے والی طالبہ یاسمین نے کہا کہ شہباز شریف نے تمام سوالات کے جواب دیے اور یقین دلایا کہ وہ دن دور نہیں جب گوادر میں بھی تمام بنیادی سہولتیں میسر ہوں گی۔ اس دورے میں طلبہ کے ساتھ شریک گورنمٹ کالج کی لیکچرر عائشہ غنی کا کہنا تھا کہ انھیں امید ہے اس دورے سے ان طلبہ کو اہم معلومات حاصل ہوئیں ہیں جو انھیں مستقبل میں کام آئیں گی۔ وہ اس طرح کے مزید دوروں کے حق میں دکھائی دیں۔ اس دورے میں اکثریت ایسے طلبہ کی تھی جو زندگی میں پہلی مرتبہ لاہور گئے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

شاعرعوام کو بچھڑے 24 برس ہو گئے

لاہور اردو کے انقلابی شاعر حبیب جالب کی 24ویں برسی منائی جارہی ہے۔1928 پیدا ہونے والے حبیب جالب 1947 میں برصغیر کی تقسیم پر پاکستان آئے جبکہ کراچی میں روزنامہ امروز میں کام کرنا شروع کیا۔ترقی پسند شاعر جالب نے جنرل ایوب خان اور ضیاءالحق کے مارشل لاء کے خلاف لکھا جبکہ خواتین کے ساتھ حدود آرڈیننس کے خلاف سڑکوں پر مظاہرے کیے۔جالب کو کئی مرتبہ جیل کی سزا بھی کاٹنی پڑی، تاہم انہوں نے شاعری نہیں چھوڑی۔ایک مرتبہ جیل میں ان سے کہا گیا کہ انہیں کاغذ اور قلم فراہم نہیں کیا جائے گا جس پر انہوں نے جواب دیا' میں آپ کے محافظوں کو اپنے شعر سناؤں اور وہ اسے دیگر افراد کو سنائیں گے اور اس طرح یہ لاہور تک پہنچ جائے گا۔'ان کو لوگوں کا شاعر کہنا غلط نہ ہوگا کیوں کہ دیگر اردو شاعروں کے برعکس جالب مقامی انداز اپنانے کی صلاحیت رکھتے تھے جس کی وجہ سے بڑی تعداد میں لوگوں کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالیتے تھے۔ان کی نظمیں دستور اور مشیر آج بھی اتنی ہی مقبول ہیں جتنی اس وقت تھیں جب انہیں پہلی مرتبہ پڑھا گیا تھا۔مشیر کی شہرت میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب لال بینڈ نے کچھ سال قبل اس پر گانا بنا کر پیش کیا۔لال بینڈ سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر تیمور رحمٰن جالب کے بارے میں کہتے ہیں کہ غالب کی سب سے اچھی بات یہ تھی کہ وہ کئی طرح سے معاشرے میں رائج روایات کے خلاف تھے۔سب سے پہلے تو وہ ملک میں موجودہ سرمایہ دارانہ، جاگیردارانہ اور سماجی واقتصادی نظام کے خلاف تھے۔انہوں نے اپنی زندگی بائیں بازو کی ترقی پسند تحریک کے لیے وقف کردی۔یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ عوامی سطح پر وہ اس تحریک کی سب سے زیادہ وکالت کرتے تھے۔نہوں نے کہا کہ لوگ اکثر ان سے پوچھتے ہیں کہ جالب کی وفات کو دو دہائی گزر جانے کے بعد ان کی شاعری آج کے دور میں کیسے لاگو ہو سکتی ہے، میرا جواب آسان سا ہے کہ جب تک وہ طاقتیں جن کے خلاف جالب کھڑے ہوئے اقتدار میں رہیں گی ان کی شاعری اثر چھوڑتی رہے گی۔

جیسے کہ جالب نے خود لکھا:

موسیقار اور گلوکار علی آفتاب سعید نے بھی کہا کہ اپنے کردار کی وجہ سے جالب جیسا کوئی دوسرا نہیں ہوگا۔انہوں نے کہا کہ حبیب جالب صرف ایک ایسے انقلابی نہیں تھے جو اپنی شاعری تک محدود تھے بلکہ اس کا اثر انکی اپنی زندگی پر بھی تھا۔انہوں نے علالت کے موقع پر اس وقت کی وزیراعظم بےنظیر بھٹو سے ایک روپیہ تک لینے سے انکار کردیا اور جب سابق وزیراعظم نے انہیں علاج کے لیے بیرون ملک بھجوانے کی پیشکش کی تو انہوں نے کہا'یہ جو باقی وارڈ پر پڑے ہیں وہ نظر نہیں آرہے؟' سعید نے کہا کہ ہماری تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی جہاں کوئی آرٹسٹ حکومت کی مدد کے بغیر باقی رہا ہو، جالب وہ واحد شخصیت ہیں جو ایسا کرپائے۔انہوں نے کہا کہ جالب ان کے لیے اس لیے اثر انداز کردینے والی شخصیت تھے کہ ان کے وقت میں متعدد معروف شاعر موجود تھے اس کے باوجود جالب کا نام ابھی تک زندہ ہے۔

(بشکریہ ڈان)

2 قبائلی مشران جاں بحق

کرم ایجنسی 11مارچ 2017 کو سنٹرل کرم ایجنسی میں چلتی گاڑی پر فائرنگ دو قبائلی مشران جاں بحق اور چار افراد زخمی ہوگئے، سنٹرل کرم ایجنسی کے علاقے اقوام مسوزئی اور پاڑہ چمکنی کے درمیان گزشتہ کئی سالوں سے زمینی تنازعہ چل رہا ہے جس کیلئے یاک بیس رکنی جرگہ ہفتے کے روز سنٹرل کرم پاڑہ چمکنی گیا تھا زمینی حد بندی کے بعد واپسی پر ان کی گاڑی پر نامعلوم افراد نے علاقہ تختے کے قریب فائرنگ کی جس کے نتیجے میں قبائلی مشر ملک ارباب ولد خیال باز قوم پاڑہ چمکنی سکنہ دایا، ملک خیال محمد ولد سید محمد قوم شیر زئی سکنہ تیندوں سنٹرل کرم موقع پر جاں بحق جبکہ زخمیوں میں پیاؤ گل ولد رحیم گل، وارث ولد بہرام جان، نعمت اللہ ولد محمد قوم خنای خیل دایا سنٹرل کرم کو فوری طور پر تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال صدہ منتقل کردیا گیا ہے، جہاں ڈاکٹروں کے مطابق زخمی پیاؤ گل ،ملک نعمت اللہ کی حالت نازک بتائی جاتی ہے۔علاقے میں خاصہ دار فورس نے سرچ آپریشن شروع کیا ہے۔

(ایچ آر سی پی چیپٹر آفس)

دو بھائیوں کو کار تلے کچل ڈالا

جام پور 24 فروری کو جام پور میں یاور جمشید نامی شخص نے دو آدمیوں کو اپنی کار تلے کچل دیا جس کے باعث ان کی موت واقع ہوگئی۔یاور جمشید نشے کی حالت میں کار چلا رہا تھا کہ سڑک کے کنارے دو سگے بھائی بیٹھے ہوئے جن کو یاور نے کار تلے کچل دیا۔ہلاک ہونے والوں کا نام منیب اللہ اور سیف اللہ تھا۔ (اجمل حسین)

پسند کی شادی کرنے والا نوجوان قتل

پشاور 7مارچ 2017 کو تھانہ پہاڑی پورہ کے افغان کالونی میں ایک سال قبل گھر سے بھاگ کر پسند کی شادی کرنے والے نوجوان کو بیدردی سے قتل کردیا گیا، ملزمان نعش پجہ غلام قبرستان میں پھینک کر فرار ہوگئے، پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع ردی۔پولیس کے مطابق مینہ گل ولد شرک خان سکنہ کمبوہ نے رپورٹ درج کرائی اس کے 26 سالہ بیٹے رحمان اللہ نے ایک سال قبل افغان کالونی کی رہائشی لڑکی کو بھگا کر پسند کی شادی کی تھی جس کے بعد سے دونوں غائب تھے گزشتہ روز اطلاع ملی ہ بیٹے کی نعش پجہ غلام قبرستان میں پڑی ہے جسے فائرنگ کرکے قتل کیا گیا تھا، مدعی کے مطابق بیٹے کو لڑکی کے بھائیوں غلام سرور اور ناصر نے قتل کیا ہے۔پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کردی۔

(روزنامہ آج)

سینما چوک میں دھماکہ

تربت 12مارچ 2017 کو بروز اتوار سینما چوک تربت میں ایف سی چیک پوسٹ کے قریب دکان کے سامنے موٹر سائیکل سوار دو مسلح افراد دستی بم پھینک کر فرار ہوگئے۔دستی بم پھٹنے سے 17افراد زخمی ہوگئے، جن میں 5 رگیر مشترکہ مکران ٹرانسپورٹ کے منشی نصیر احمد ساکن بہمن، عمران صالح محمد ساکن دشتی بازار، جاسر محمد بخش ساکن دشتی بازار، احسان ولد یاسین ساکن پٹھان کہور اور ایک بھکاری قربان علی شیر اور 2 ایف سی اہلکار حوالدار نذیر اور سپاہی زمان شامل ہیں۔جنہیں فوری طور پر سول ہسپتال تربت منتقل کردیا گیا۔جبکہ منشی نصیر احمد کو بعد میں مزید علاج معالجے کے لئے کراچی منتقل کردیا گیا، کیونکہ وہ زیادہ زخمی تھے۔

(غنی پرواز)

تقسیم در تقسیم کا ذمہ دار کون؟

اسرار الدین اسرار

وزیر اعظم نواز شریف نے حالیہ دنوں میں اپنے ایک خطاب میں علما سے اپیل کی ہے کہ وہ قوم کو مذہبی انتہا پسندی سے نکالنے کے لئے نیا بیانیہ دیں۔ مگر انہوں نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ کسی قوم کا بیانیہ بنانے میں کیا کیا عوامل کارفرما ہوتے ہیں؟ کسی قوم یا ریاست کا بیانیہ بنانے میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہوتے ہیں وہاں نصاب یا نظام تعلیم کا بنیادی اور اہم کردار ہوتا ہے۔ نصاب ریاست کا آئیڈلوجیکل آپریٹس ہوتا ہے۔ ریاستیں نصاب ترتیب دیتے وقت اس بات کا خیال رکھتی ہیں کہ کونسی سوچ ریاست کے لئے کارآمد ثابت ہوسکتی ہے تاکہ نصاب کی مدد سے اس سوچ کو فروغ دیا جاسکے۔ نصاب پر عمل درآمد کے لئے ایک نظام تعلیم تشکیل دیا جاتا ہے تاکہ مطلوبہ نتائج حاصل کئے جاسکیں۔ پاکستان کے نصاب تعلیم میں بڑی تبدیلی ضیاالحق کے دور میں لائی گئی تھی اور اس میں مذہبیت کا عنصر زیادہ شامل کیا گیا تھا۔ جس کا مقصد بڑی تعداد میں جنگجو یا ان کے ہم خیال لوگ پیدا کرنا تھا تاکہ وہ افغانستان اور کشمیر میں لڑنے کے کام آسکیں۔ تب سے ہمارے نصاب کا مقصد متوازن ذہنیت کے پرامن اور انسان دوست شہری پیدا کرنا نہیں بلکہ جنگجو پیدا کرنا رہا ہے جس کا خمیازہ ہم آج اس صورت میں بھگت رہے ہیں کہ صفورہ چورنگی جیسے واقعات میں نامی گرامی تعلیمی اداروں سے فارغ التحصیل نوجوان ملوث پائے جاتے ہیں۔

ہمارا نصاب اور نظام تعلیم جہاں فرسودہ ہے وہاں یہ ریاست کے تمام شہریوں کے لئے یکساں بھی نہیں ہے۔ ریاست کے اپنے نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کے متوازی کئی دوسرے نظام اور نصاب بھی ملک میں رائج ہیں جو کہ قوم کو تقسیم کرنے کے اس کارِ خیر میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ اس وقت قوم کے بچوں کو تعلیم کے حصول کے لئے چھ قسم کے سکول یا مدرسے دستیاب ہیں جن میں سے کسی ایک کے انتخاب کی ہر ایک کو کھلی اجازت ہے۔ قوم کی تقسیم در تقسیم کے عمل میں ذہن سازی کا کام یہی نظام اور نصاب تعلیم کر رہا ہے۔

سب سے پہلے اگر مذہبی مدرسوں کی بات کی جائے تو ان کی دو اقسام پائی جاتی ہیں۔ ایک وہ ہیں جن میں صرف کسی خاص فرقے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس دوران اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ زیر تعلیم بچے کے ذہن میں دیگر مسالک اور مذاہب کے بارے میں نفرت کا زہر بھر دیا جائے۔ ان مدارس میں نہ کسی اور مذہب یا مسلک کی تاریخ پڑھائی جاتی ہے اور نہ ان کے بارے میں کوئی مثبت بات کی جاتی ہے۔ ایسے مدارس کا زور اس بات پر ہوتا ہے کہ ان کے مسلک کے علاوہ باقی سب گمراہ ہیں۔ مدرسے کی دوسری قسم وہ ہے جن میں کسی خاص مسلک کی تعلیم تو دی جاتی ہے مگر کچھ کمپیوٹر وغیرہ کا ہنر بھی سکھایا جاتا ہے۔ مگر ان دونوں کا دینی تعلیم کا طریقہ کار ایک جیسا ہوتا ہے، فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ موخرالذکر سے فارغ طلبا کو اول الذکر کی نسبت ان کے ہنر کی وجہ سے روزگار ملنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ مگر ہنر سکھانے والے ان مدارس کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ ان دونوں اقسام کے مدارس سے فارغ التحصیل طلبا زندگی کے تمام معاملات کو اپنے عقیدے کی عینک لگا کر دیکھتے ہیں اور جن کے خیالات ان کو اپنے عقیدے کے منافی نظر آئیں ان کو وہ دائرہ انسانیت سے خارج کرنا معیوب نہیں سمجھتے۔ ایک اندازے کے مطابق پاکستان میں ان دونوں قسم کے دینی مدارس میں زیر تعلیم طلبا وطالبات کی تعداد پینتیس لاکھ ہے۔ ان مدارس سے فارغ ہونے کے بعد قوم کے یہ بچے روزگار کیسے حاصل کریں گے، گھر کی کفالت کیسے کریں گے اور معاشرے کی تعمیر وترقی میں ان کا کردار کیا ہوگا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کی کھپت کہاں ہوگی اس بارے میں پالیسی ساز اداروں نے آج تک نہیں سوچا۔

دوسرے نمبر پر سرکاری سکول آتے ہیں ان کی بھی دو اقسام ہیں۔ ایک ٹاٹ سرکاری سکول جو کسی دور افتادہ گاؤں یا دیہات میں قائم ہوتا ہے جہاں محکمہ تعلیم کے حکام کی کبھی نظر نہیں پڑتی۔ وہاں گائے اور بھینسیں بندھی ہوئی ہیں یا طلبا سمیت اساتذہ سارا دن غیر ضروری مختلف مشاغل میں مصروف ہوتے ہیں اس بارے میں درست معلومات کا حصول خود محکمہ تعلیم کے لئے بھی ممکن نہیں ہے۔ ان سرکاری سکولوں کی دوسری قسم ماڈل سکول ہوتے ہیں جو کہ کسی ضلعی ہیڈکوارٹر، کسی شہر یا کسی قدرے روشن خیال لوگوں پر مشتمل دیہی آبادی میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں ہیڈ ماسٹر یا آس پاس کے ملازم پیشہ افراد کے بچے زیر تعلیم ہوتے ہیں۔ ان سکولوں کا معیار ٹاٹ سکولوں سے قدرے بہتر ہوتا ہے مگر ذریعہ تعلیم اردو ہی ہوتا ہے۔ یہاں سرکاری نصاب پوری طرح رائج ہوتا ہے اس لئے یہاں سے روایتی قسم کے لوگ پیدا ہوتے ہیں جو اکثر اپنی تحریر وتقریر میں دو قومی نظریہ اور قائداعظم کے چودہ نکات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ کسی موضوع پر بات کرنے کے دوران، ان کے پاس کوئی نہ کوئی مذہبی حوالہ بھی ہوتا ہے۔ ان بچوں کو ایک خاص سانچے میں ڈھالا جاتا ہے اس لئے یہ لوگ زیادہ ادھر ادھر کی باتیں نہیں سوچتے ہیں بلکہ روایتی انداز فکر لے کر عملی میدان میں اترتے ہیں۔ مگر بعض دفعہ یہاں سے کچھ لوگ ایسے پیدا ہوتے ہیں جو اپنے تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں سسٹم کی ستم ظریفی سے واقف ہوتے ہیں جس کا اظہار وہ شعر وشاعری یا تحریر وتقریر میں کرتے ہیں۔

سکولوں کی تیسری قسم غیر سرکاری سکولوں کی ہے۔ ان میں بھی دو قسم کے سکول پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو گلی کوچوں میں قائم ہوتے ہیں جن میں کم عمر اور کم تعلیم یافتہ خواتین یا مرد تین یا چار ہزار ماہانہ تنخواہ پر پڑھاتے ہیں۔ ان میں سے بعض سکولوں میں سرکاری، بعض میں مذہبی اور بعض سکولوں میں سیکولر نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ ان سے نکلنے والے بچے اردو اور انگلش کے درمیان بری طرح پھنسے ہوتے ہیں۔ ان کی حالت 'دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا' جیسی ہوتی ہے۔ غیر سرکاری سکولوں کی ایک قسم ان عالی شان سکولوں کی ہے جو بڑے شہروں میں قائم ہیں ان کو مہنگے اور انگلش میڈیم سکول کہا جاتا ہے۔ یہاں غریبوں کے بچوں کے لئے گنجائش نہیں ہوتی بلکہ یہاں اشرافیہ کے بچے زیر تعلیم ہوتے ہیں۔ یہاں کی زبان، طرز سخن اور لباس انگریزی ہوتا ہے۔ ان کے پاس عام آدمی چند لمحے بیٹھ کر ایک دم محسوس کر لیتا ہے کہ یہ ہم میں سے نہیں ہیں اور یہ خود بھی دن بھر عام پاکستانیوں کی ذہنیت اور طور طریقوں کو کوستے رہتے ہیں۔

گویا سکولوں کی مذکورہ چھ اقسام سے چھ قسم کی ذہنیت کے لوگ پیدا ہوتے ہیں جن کا سوچنا سمجھنا، مشاہدہ اور طرز فکر ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ معاشرے کی تقسیم در تقسیم کے عمل میں ان سکولوں اور ان میں پڑھائے جانے والے نصاب کا اہم کردار ہوتا ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ محمد بن قاسم، خالد بن ولید اور محمود غزنوی کو اپنا ہیرو مانتے ہیں، کچھ بوعلی سینا، سرسید احمد خان، قائداعظم اور سر آغا خان کو۔ کچھ آئن سٹائن اور نیوٹن کو، کچھ کارل مارکس، لینن اور ماؤزے تنگ کو، کچھ گاندھی، مدر ٹریسا، ایدھی، ملالہ کو انسانیت کے محسن سمجھتے ہیں، کچھ امریکہ سے متاثر ہیں، کچھ چین اور جاپان سے، کچھ ایران اور سعودیہ سے متاثر ہیں اور کچھ بھارت کو بہترین دوست قرار دیتے ہیں۔ کچھ افغانستان کو پاکستان کا پانچواں صوبہ تصور کرتے ہیں اور کچھ ہماری داخلی اور خارجہ پالیسی کا رونا روتے ہیں۔ کچھ دہشت گردی کی وجہ ہماری پالیسیوں کو قرار دیتے ہیں اور کچھ اس کو ہماری امریکہ سے دوستی کا نتیجہ اور کچھ اس کی وجہ اچھے اور برے طالبان کا ہمارا قومی فارمولا قرار دیتے ہیں۔ کچھ قادری کو درست سمجھتے ہیں اور کچھ سلمان تاثیر کے مداح ہیں۔ کچھ کو قندیل بلوچ پر ترس آتا ہے اور کچھ اس کے بھیانک انجام کا حوالہ دے کر عورتوں کو ڈراتے ہیں۔ کچھ عورت کو اپنی پراپرٹی سمجھتے ہیں اور کچھ اس کو انسان ہونے کے ناتے مردوں کے برابر درجہ دینے پر تکرار کرتے ہیں۔ کچھ کلین شیو انتہا پسند ہوتے ہیں اور کچھ باریش، کچھ کو میوزک، ڈانس اور مخلوط نظام تعلیم اچھا لگتا ہے اور کچھ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوتے ہیں جبکہ میوزک، ڈانس، تصویر وغیرہ بنانے کو کفر گردانتے ہیں۔

تقسیم در تقسیم کا یہ سلسلہ صرف انتہا پسندانہ خیالات کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ عملاً بھی اس اختلاف کا اظہار ہوتا ہے۔ کبھی گالم گلوچ کی شکل میں، کبھی مار دھاڑ، کبھی جلاؤ گھیراؤ کی شکل میں، کبھی بم دھماکوں، کبھی دھرنوں اور کبھی مذہبی اور فرقہ وارانہ فسادات کی شکل میں اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ مگر ریاست آج بھی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ یہ سب ہماری تعلیم وتربیت کا نتیجہ ہے۔ ہمارے نصاب اور نظام تعلیم کا مقصد پرامن اور انسان دوست شہری پیدا کرنا نہیں ہے، ہمارے نصاب تعلیم کا مقصد تمام شہریوں کی یکساں تربیت نہیں ہے، ہمارے نظام ونصاب تعلیم میں مذہبی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی نہیں ہے، ہمارے نظام ونصاب تعلیم میں سوچ کی ہم آہنگی کا اہتمام نہیں ہے تو ہم بحیثیت قوم ایک کیسے سوچ سکتے ہیں اور متحد کیسے ہوسکتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم موجودہ فرسودہ نظام تعلیم اور نصاب سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر سائنس، ٹیکنالوجی اور تحقیق میں دنیا کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہیں؟ اور ان سب سے بڑھ کر ہم انتہا پسندی کے مقابلے میں نیا بیانیہ کیسے دے سکتے ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب ڈھونڈے بغیر ہم تقسیم در تقسیم اور انتہا پسندی کا رونا روتے رہیں گے مگر ایک متحد، مہذب اور ترقی پسند قوم کبھی نہیں بن سکیں گے۔

کیا بھارت میں قرارداد مقاصد منظور ہوئی؟

وجاہت مسعود

اس کا سادہ جواب یہ ہے کہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد منظور کی۔ یہ قرارداد پنڈت جواہر لال نہرو نے 13 دسمبر 1946ء کو پیش کی اور چھ ہفتے کے بحث مباحثے کے بعد 22 جنوری 1947ء کو متفقہ طور پر منظور کی گئی۔ اس وقت پاکستان قائم نہیں ہوا تھا۔ مسلم لیگ کے 73 ارکان دستور ساز اسمبلی کا حصہ تھے تاہم انہوں نے اسمبلی کا بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ آیئے ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی اور اس قرارداد تک سفر کا کچھ پس منظر بیان ہو جائے۔

ہندوستان کے لئے دستور ساز اسمبلی کا خیال معروف کمیونسٹ رہنما ایم این رائے نے 1934ء میں پیش کیا تھا۔ انڈین نیشنل کانگرس نے 1935ء میں اس مطالبے کو باقاعدہ طور پر اپنا لیا۔ 8 اگست 1940 کو وائسرائے لارڈ لنلتھگو نے یہ مطالبہ تسلیم کر لیا کہ ہندوستانیوں کو اپنا دستور مرتب کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔ عالمی جنگ ختم ہونے کے بعد کیبنٹ مشن ہندوستان آیا اور اس منصوبے کے تحت جولائی 1946 میں دستور ساز اسمبلی کے ارکان کے لئے انتخاب ہوا۔ دستور ساز اسمبلی کے ارکان کی کل تعداد 389 تھی۔ صوبائی اسمبلیوں نے 296 ارکان منتخب کئے۔ خود مختار ریاستوں کے نمائندوں کی تعداد 93 تھی۔ مسلم لیگ کے 73 اور کانگرس کے 208 ارکان کامیاب ہوئے۔ انتخاب کے بعد مسلم لیگ نے کانگرس سے تعاون سے انکار کرتے ہوئے دستور ساز اسمبلی کا بائیکاٹ کر دیا۔ مسلم لیگ کے یوم راست اقدام کے بعد کلکتہ، نواکھلی اور بہار میں فسادات شروع ہو گئے۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کے لئے علیحدہ دستور ساز اسمبلی کا مطالبہ کر دیا۔ متحدہ ہندوستان کے لئے منتخب ہونے والی دستور ساز اسمبلی کا افتتاحی اجلاس 9 دسمبر 1946ء کو منعقد ہوا جس میں 208 ارکان شریک ہوئے۔ مسلم لیگ اور ریاستوں کے نمائندوں نے بائیکاٹ جاری رکھا۔ یہ ایک تاریخی موقع تھا۔ معلوم انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مقبوضہ قوم نے مذاکرات کی میز پر اپنے لئے حکمرانی کا حق حاصل کیا تھا۔ انسانی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ایک غیر ملکی طاقت جنگ کے بغیر اپنے مقبوضات سے دست بردار ہو رہی تھی۔ حکمران طاقت اور غلام آبادی میں یہ سمجھوتہ بنیادی انسانی انصاف کے سیاسی اصولوں کی روشنی میں طے پایا تھا۔ حق حکمرانی حاصل کرنے کے بعد نوآزاد ملک کی سیاسی قیادت کے لئے ایک بہت بڑا امتحان تھا کہ وہ اپنے وسیع اور متنوع ملک میں شہریوں اور ریاست کے مابین عمرانی سمجھوتے کے لئے کیا اصول اپناتی ہے۔ چنانچہ اسمبلی کے صدر اور نائب صدر کے انتخاب کے بعد 13 دسمبر 1946 کو جواہر لال نہرو نے قرارداد مقاصد پیش کی جس میں آزاد ہندوستان کے دستور کے بنیادی اصول بیان کئے گئے تھے۔ قرارداد کا متن حسب ذیل تھا:

1۔ یہ دستور ساز اسمبلی پورے یقین اور صمیم قلب سے اس عزم کا اعلان کرتی ہے کہ بھارت کو ایک آزاد اور خود مختار مملکت قرار دے کر اس کے آئندہ ریاستی بندوبست کے لیے ایک دستور مرتب کیا جائے گا۔

2۔ مجوزہ مملکت میں تمام علاقے شامل ہوں گے جو برطانوی ہند کا حصہ ہیں یا ہندوستانی ریاستوں میں شامل ہیں۔ اسی طرح بھارت کے وہ حصے اور ریاستیں جو اس وقت برطانوی ہند میں شامل نہیں ہیں یا وہ خطے جو آزاد اور خود مختار بھارت میں شامل ہونے پر تیار ہوں گے انہیں انڈین یونین کا حصہ بنایا جائے گا۔

3۔ مذکورہ علاقوں کو ہی موجودہ جغرافیائی حدود کے ساتھ یا بھارت کا حصہ بننے والے علاقے فی الحال دستور ساز اسمبلی کے فیصلے کے نتیجے میں اور بعد ازاں دستور کی روشنی میں خود مختار اکائیوں کا درجہ حاصل ہو گا اور ان کا یہ درجہ برقرار رکھا جائے گا۔ ان علاقوں کو حکومت اور انتظامیہ چلانے کے ضمن میں تمام اختیارات حاصل ہوں گے سوائے ان اختیارات اور محکموں کے جو دستوری طور پر یونین کو تفویض ہوں گے اور جو بدیہی طور پر یونین کے دائرہ اختیار میں آتے ہیں۔

4۔ خود مختار اور آزاد بھارت میں اس کی اکائیوں اور ریاستی اداروں کے تمام اقتدار اور اختیار کا سرچشمہ عوام ہوں گے۔

5۔ بھارت کے تمام باشندوں کو سماجی، معاشی اور سیاسی انصاف، رتبے کی مساوات یکساں مواقع، قانون کی نظر میں برابری، اظہار کی آزادی، عقیدے اور عبادت کی آزادی، پیشہ اختیار کرنے کی آزادی، تنظیم سازی اور عمل کی آزادی کی ضمانت دی جائے گی اور ان آزادیوں کو صرف قانون اور شہری اخلاقیات کے تابع کیا جائے گا۔

6۔ آزاد بھارت کے آئین میں تمام اقلیتوں، بچھڑے ہوئے گروہوں، قبائلی علاقوں اور پسماندہ طبقات کے تحفظ کے لیے مناسب ضمانتیں فراہم کی جائیں گی۔

7۔ مہذب اقوام کے قوانین کی مطابقت میں بھارت کی جغرافیائی حدود اور خود مختاری کی زمین، سمندر اور ہوا؟س میں انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے پوری طرح دفاع کیا جائے گا۔

8۔ بھارت کا قدیم خطہ قوموں کی برادری میں اپنا جائز اور باوقار مقام حاصل کرے گا اور عالمی امن کے فروغ اور انسانیت کی فلاح و بہبود میں اپنا بھرپور کردار ادا کرے گا۔

متحدہ ہندوستان کی یہ قرارداد مقاصد 22 جنوری 1947ء کو متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔

3 جون 1947ء کو ہندوستان کی تقسیم کا اعلان ہوا۔ اسی ماہ متعلقہ صوبوں کی اسمبلیوں نے پاکستان کی علیحدہ دستور ساز اسمبلی تشکیل دی۔ 19 جولائی 1947ء کو قانون آزادی ہند کے تحت پاکستان اور بھارت کی آزاد مملکتیں وجود میں آئیں۔ 11 اگست 1947ء کو پاکستان کی دستور ساز کا افتتاح ہوا جہاں قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان کے باشندوں کے ساتھ ریاست کے عمرانی معاہدے کے بنیادی اصول بیان کئے۔ قائد اعظم کی وفات کے بعد 5 مارچ 1949ء کو دستور ساز اسمبلی کے بجٹ اجلاس میں وزیر اعظم لیاقت علی خان نے قرارداد مقاصد پیش کی۔ دستور ساز اسمبلی کے غیر مسلم ارکان نے قرارداد کی سخت مخالفت کی تاہم یہ قرارداد 12 مارچ 1949ء کو کثرت رائے سے منظور کر لی گئی۔ اس روز دستور ساز اسمبلی میں 31 ارکان حاضر تھے۔ 21 ارکان مسلم اور دس غیر مسلم، تمام مسلم ارکان نے قرارداد کی تائید کی جب کہ غیر مسلم ارکان نے متفقہ طور پر قرارداد کی مخالفت کی۔ مذہب کو مملکت کی بنیاد قرار دینے والے اس عمرانی معاہدے میں مذہب ہی کی بنیاد پر تقسیم قابل غور تھی۔ 22 جنوری 1947ء کو منظور ہونے والی متحدہ ہندوستان کی قرارداد مقاصد اور 12 مارچ 1949ء کو منظور ہونے والی پاکستان کی قرارداد مقاصد کے متون میں تقابلی جائزہ دلچسپ ہے۔ دونوں قراردادوں میں نکتہ بہ نکتہ مفہوم کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ دونوں قراردادوں میں تمام بنیادی اصول مشترک ہیں۔ صرف ایک نکتہ مختلف ہے۔ ہندوستان کی قرارداد مقاصد کی شق چار میں اقتدار اور اختیار کا سرچشمہ عوام کو قرار دیا گیا ہے جبکہ پاکستان کی قرارداد مقاصد مین کائنات کی حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ملکیت قرار دیتے ہوئے عوام کے اختیارات کو اللہ کے بیان کردہ حدود کے تابع کیا گیا ہے۔ ہندوستان کی اسمبلی نے 23 ماہ کی مدت میں آئین کا مسودہ مرتب کر لیا اور اسے 26 جنوری 1950ء کو نافذ العمل کر دیا گیا۔ اس کے بعد 1974ء میں بنیادی حقوق کی چھ ماہ پر محیط تعطل کے استثنٰی کے ساتھ بھارت کا ؟ئین تسلسل کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ بھارت دنیا کی مستحکم جمہوریتوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ساڑھے آٹھ برس کے بعد پہلا دستور مارچ 1956ء میں منظور کیا جو اکتوبر 1958ء میں منسوخ کر دیا گیا۔ 1962ء میں نافذ ہونے والا پاکستان کا دوسرا آئین مارچ 1969ء میں منسوخ کر دیا گیا۔ اگست 1973 مین منظور ہونے والا آئین دو مرتبہ بالترتیب آٹھ برس اور تین برس کے دو مختلف ادوار کے لئے معطل رہا۔

بھارت اور پاکستان کی قرارداد ہائے مقاصد میں صرف ایک نکتے کا فرق ہے اور وہ حاکمیت اعلیٰ کے اصول سے تعلق رکھتا ہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ 22 جنوری 1947 کو متحدہ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے پنڈت جواہر لال نہرو نے حاکمیت اعلیٰ کے اصول پر بحث کی تھی۔ اس بحث کا تناظر حاکمیت اعلیٰ کے موضوع پر پاکستان میں ہونے والے مباحث سے مختلف تھا۔ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی میں برطانوی ہند کی شخصی ریاستوں کے 93 نمائندے بھی موجود تھے۔ نوابوں اور مہاراجوں کی نمائندگی کرنے والے ان ارکان نے عوام کو اختیارات اور اقتدار کا سرچشمہ ماننے سے انکار کیا تھا۔ اس پر پنڈت نہرو نے کہا ”قرارداد مقاصد پر بحث کرتے ہوئے ریاستوں کے نمائندوں نے عوام کو اقتدار کا سرچشمہ ماننے سے انکار کیا ہے۔ یہ ایک حیران کن اعتراض ہے۔ تاہم اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے کہ ازمنہ قدیم کے ماحول میں رہنے والے اپنے قدیم واہموں سے الگ ہونے پر تیار نہیں ہیں۔ حیرت اس پر ہے کہ آج کے دور میں زندہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کے الوہی اور مطلق العنان حق حکمرانی کو کیسے تسلیم کر سکتا ہے۔ یہ ایک ایسے اصول کو زندہ کرنے والی بات ہے جسے ضمیر انسانی صدیوں پہلے دفن کر چکا ہے۔ دنیا کے سامنے ایسی غلط بات کر کے یہ حضرات خود اپنے مقام سے گر رہے ہیں۔ ہماری اسمبلی اس اصول کو تسلیم کر کے اپنی بنیادیں نہیں کھود سکتی۔ ہم نے ایک آزاد اور جمہوری بھارت کے خدوخال طے کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے“۔

قوموں کی تعمیر میں ایک اصول کی تعبیر اور تشریح سے پڑنے والا فرق بہت دور س اثرات مرتب کرتا ہے۔ ان دونوں قراردادوں کے متن اور اس سے برآمد ہونے والے نتائج پر غور کرنا چاہیے۔

(بشکریہ ہم سب)

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 26 فروری سے 24 مارچ تک کے دوران ملک بھر میں 173 افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں 43 خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران 85 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچا لیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 67 خواتین شامل ہیں۔ اعداد وشمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 81 افراد نے گھریلو جھگڑوں ومسائل سے تنگ آ کر اور 13 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں 72 نے زہر کھا/پی کر، 25 نے خود کو گولی مار کر اور 51 نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے 257 واقعات میں سے صرف 29 واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26فروری	فرزند علی	مرد	ـ	52برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گاؤں سانگھیاں والا، وار برٹن	ـ	روزنامہ جنگ
26فروری	رمضان	مرد	ـ	40برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	دلاور چیمہ، جاکے چٹھہ	ـ	روزنامہ جنگ
26فروری	صباء بی بی	خاتون	ـ	28برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	تھانہ سمندری، فیصل آباد	ـ	ایکسپریس ٹریبیون
26فروری	ـ	مرد	ـ	60برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	دادو	ـ	روزنامہ کاوش
26فروری	دھنی کولہی	خاتون	ـ	23برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گوٹھ عباس علی شاہ، میرپور خاص	ـ	روزنامہ کاوش
26فروری	یاسین	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ماچھکا	ـ	جنگ ملتان
26فروری	ـ	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک نمبر 103 پی، رحیم یار خان	ـ	جنگ ملتان
26فروری	اصغر	مرد	ـ	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	موضع سانگلہ، ترنڈہ محمد پناہ، لیاقت پور	ـ	جنگ ملتان
26فروری	ـ	خاتون	ـ	16برس	غیر شادی شدہ	ذہنی تناؤ	خود کو گولی مار کر	خواجہ واس، چارسدہ	ـ	نیوز راولپنڈی
27فروری	صابرہ	خاتون	ـ	18برس	غیر شادی شدہ	ـ	زہر خورانی	چک 186/9 ایل، ساہیوال	ـ	روزنامہ خبریں
27فروری	محمد عامر	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چشتیاں	ـ	روزنامہ خبریں
27فروری	امیر علی	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 237 گ ب، جڑاں والا	ـ	روزنامہ خبریں
27فروری	سعدیہ	خاتون	ـ	17برس	غیر شادی شدہ	مرضی کے خلاف منگنی ہونے پر	زہر خورانی	جہان خاں کالونی، ساہیوال	ـ	روزنامہ نئی بات
27فروری	مصباح	خاتون	ـ	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 103/9 ایل، ساہیوال	ـ	روزنامہ نئی بات
27فروری	محمد نصیر	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	بیماری سے تنگ آ کر	زہر خورانی	محلہ موری گیٹ، سیالکوٹ	ـ	روزنامہ دی نیوز
27فروری	عامر	مرد	ـ	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سٹی چشتیاں	ـ	خبریں ملتان
27فروری	محمد افضل	مرد	ـ	50برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	گاؤں 336، میرپور خاص	ـ	عوامی آواز
27فروری	ف	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گیلے والی، لودھراں	ـ	خبریں ملتان
28فروری	جمشید	مرد	ـ	30برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	خود کو گولی مار کر	احمد پورہ، ماڈل ٹاؤن، گجراں والا	ـ	نوائے وقت
28فروری	ـ	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	زہر خورانی	تھانہ مراد پور، سیالکوٹ	ـ	نوائے وقت
یکم مارچ	وقاص	مرد	ـ	21برس	ـ	بے روزگاری سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	رشید کالونی، ٹنڈو جام، حیدر آباد	ـ	روزنامہ کاوش
یکم مارچ	فیصل	مرد	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	ـ	خود کو گولی مار کر	محلہ قباء، خان پور، ہری پور	ـ	روزنامہ نوائے وقت
یکم مارچ	عالیہ	خاتون	ـ	19برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	الفیصل کالونی، گجراں والا	ـ	روزنامہ دی نیوز
یکم مارچ	ریاض بی بی	خاتون	ـ	45برس	شادی شدہ		زہر خورانی	اتحاد ٹاؤن، لاہور	ـ	روزنامہ نیشن
یکم مارچ	یعقوب احمد	مرد	ـ	20برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	صادق آباد	ـ	خبریں ملتان
یکم مارچ	خالدہ بی بی	خاتون	ـ	26برس	شادی شدہ	گھریلو تشدد سے تنگ آ کر	زہر خورانی	دنیا پور روڈ، ملتان	درج	خبریں ملتان
یکم مارچ	حسینہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	لیہ	درج	خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس		عمر	ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
یکم مارچ	شہزادمحسن	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	زہرخورانی	بلووالا،لودھراں	درج	خبریں ملتان
2مارچ	غزالہ سومرو	خاتون	ـ	19برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	پولیس کالونی، جامشورو	ـ	روزنامہ کاوش
2مارچ	گنگا کولہی	خاتون	ـ	20برس	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	پھندالےکر	گوٹھ فتح تھیبو، ڈگری، میرپورخاص	ـ	روزنامہ کاوش
2مارچ	غزالہ بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	گاؤں بینی سلہریاں، سیالکوٹ	ـ	روزنامہ دی نیوز
3مارچ	آصف	مرد	ـ	28برس	ـ	گھریلو جھگڑا	ذہرخورانی	تتلے عالی، کامونکی	ـ	روزنامہ جنگ
3مارچ	محمد اقبال	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اڈا محمود کوٹ، گڑھ مہاراجا	ـ	روزنامہ جنگ
3مارچ	راجا کوری	مرد	ـ	ـ	ـ	ذہنی معذوری	کنویں میں کود کر	اگڑا، گھمبٹ، خیرپور	ـ	روزنامہ کاوش
4مارچ	روشنی ماچھی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ہالا، مٹیاری	ـ	روزنامہ کاوش
4مارچ	گل محمد لاڑ	مرد	ـ	70برس	ـ	غربت سے تنگ آکر	پھندالےکر	گاجی کھاڑو، دادو	ـ	روزنامہ کاوش
4مارچ	عامر ملک	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکو جلاکر	اگڑا، گمبٹ، خیرپور	ـ	روزنامہ کاوش
4مارچ	محمد ریاض	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	پھندالےکر	قاضی احمد روڈ، نواب شاہ	ـ	روزنامہ کاوش
5مارچ	یاسرعلی کھڑو	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	گوٹھ حاجی مجید کھڑو، ٹنڈوغلام علی، بدین	ـ	روزنامہ کاوش
5مارچ	محمد منشاء	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	چک 15 س ب، بھلوال، سرگودھا	ـ	ایکسپریس ٹریبیون
6مارچ	ـ	مرد	ـ	26برس	ـ	ـ	ٹرین تلے آکر	غازی مینارہ پھاٹک، جنڈیالہ شیرخان	ـ	روزنامہ ایکسپریس
6مارچ	ظفر	مرد	ـ	ـ	ـ	چھٹی نہ ملنے پر	خودکوگولی مارکر	148رب، فیصل آباد	ـ	روزنامہ ایکسپریس
6مارچ	اشرف	مرد	ـ	37برس	ـ	ـ	زہرخورانی	ٹھیکری والا، فیصل آباد	ـ	روزنامہ ایکسپریس
6مارچ	محمد نعیم	مرد	ـ	22برس	ـ	ـ	زہرخورانی	نارنگ منڈی	ـ	روزنامہ نوائے وقت
6مارچ	آسیہ	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	گاؤں 124/9 ایل، کمیر، ساہیوال	ـ	روزنامہ نوائے وقت
6مارچ	انعم	خاتون	ـ	22برس	ـ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	زہرخورانی	سبزہ زار، لاہور	ـ	روزنامہ دنیا
7مارچ	نعمان	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک 306 ج ب، فیصل آباد	ـ	روزنامہ نئی بات
7مارچ	راجو کولہی	مرد	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	گوٹھ بھوروکولہی، ٹنڈومحمد خان	ـ	روزنامہ کاوش
7مارچ	علی گوہر	مرد	ـ	ـ	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قاضی احمد، نواب شاہ	ـ	عوامی آواز
7مارچ	مرداں بی بی	خاتون	ـ	25برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع دولت پور، رحیم یارخان	ـ	خبریں ملتان
8مارچ	ذیشان	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	فضل ٹاؤن، راولپنڈی	ـ	روزنامہ جنگ
8مارچ	امیرعلی	مرد	ـ	ـ	ـ	جائیدادکا تنازعہ	پھندالےکر	کیاں والا، فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
8مارچ	اقراء	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	پھندالےکر	اقبال ٹاؤن، لاہور	ـ	روزنامہ دی نیوز
8مارچ	ارشادمری	مرد	ـ	15برس	غیرشادی شدہ	ـ	پھندالےکر	قاضی احمد، نواب شاہ	ـ	روزنامہ کاوش
8مارچ	میرسموں	مرد	ـ	17برس	غیرشادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	پھندالےکر	گوتھ گجری، سانگھڑ	ـ	روزنامہ کاوش
9مارچ	آفتاب	مرد	ـ	42برس	غیرشادی شدہ	رشتہ نہ ملنے پر	خودکوجلاکر	اچھرہ، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
9مارچ	مصطفیٰ	مرد	ـ	27برس	ـ	ـ	عمارت سے کودکر	گلبرگ، لاہور	ـ	روزنامہ ایکسپریس
9مارچ	سعید	مرد	ـ	18برس	ـ	ـ	پھندالےکر	گرین ٹاؤن، لاہور	ـ	روزنامہ جنگ
9مارچ	مہناز بی بی	خاتون	ـ	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چاہ قاضی والا، میلسی	ـ	خبریں ملتان
9مارچ	عظمیٰ	خاتون	ـ	15برس	غیرشادی شدہ	ـ	زہرخورانی	کمیر روڈ، شجاع آباد	ـ	خبریں ملتان
9مارچ	زیب بی بی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	زہرخورانی	کھاکی پنجابی، شجاع آباد	ـ	خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
9مارچ	امجد بھٹی	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	زہر خورانی	محلّہ غریب آباد، جہانیاں	-	خبریں ملتان
10مارچ	فواد	مرد	-	-	-	-	پھندا لے کر	تھانہ پشتہ خرا، پشاور	-	ایکسپریس ٹریبیون
10مارچ	محمد عارف	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	کراچی رائس ملز، منڈی فیض آباد	-	روزنامہ دنیا
10مارچ	عبدالرحمان	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	شیخوپورہ	-	روزنامہ نئی بات
10مارچ	شازیہ	خاتون	-	22برس	شادی شدہ	گھریلو تشدد سے تنگ آ کر	زہر خورانی	بیلہ موڑ، شجاع آباد	-	خبریں ملتان
11مارچ	سجل	مرد	-	23برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	لیاقت پور	-	خبریں ملتان
11مارچ	کلثوم	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک نمبر 15، دنیاپور	-	خبریں ملتان
11مارچ	-	خاتون	-	23برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک نمبر 98/10 آر، خانیوال	-	خبریں ملتان
11مارچ	کاجل چنا	خاتون	-	20برس	-	-	پھندا لے کر	گوٹھ واہڑ، بھان سعید آباد، دادو	-	روزنامہ کاوش
11مارچ	-	مرد	-	-	-	تین ماہ سے تنخواہ نہ ملنے پر	خود کو گولی مار کر	سرکالاں، چکوال	-	روزنامہ ڈان
11مارچ	شیراز	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	شاہ کوٹ	-	روزنامہ نوائے وقت
11مارچ	ذیشان	مرد	-	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بتالہ، قلعہ دیدار سنگھ	-	روزنامہ نوائے وقت
12مارچ	نوید علی	مرد	-	25برس	-	ذہنی معذوری	نہر میں کود کر	رانی پور، خیر پور	-	روزنامہ کاوش
12مارچ	لال بخش	مرد	-	-	-	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	کوہلو	-	روزنامہ نوائے وقت
12مارچ	سلیمہ بی بی	خاتون	-	35برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	علامہ اقبال کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
12مارچ	شہباز	مرد	-	22برس	غیر شادی شدہ		خود کو گولی مار کر	گڑھی احمد آباد، گجرات	-	روزنامہ نوائے وقت
12مارچ	ن	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع پڈالی، ستراہ	-	روزنامہ نوائے وقت
12مارچ	محمد فیاض	مرد	-	52برس	-	-	پھندا لے کر	بھیکے وال، لاہور	-	روزنامہ دی نیوز
12مارچ	اشفاق	مرد	-	20برس	-	-	خود کو گولی مار کر	گاؤں لنگر، خوازہ خیلہ، سوات	درج	روزنامہ نیوز
12مارچ	مشتاق	مرد	-	56برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 650 گ ب، جڑاں والا	-	روزنامہ نئی بات
13مارچ	علی عباس	مرد	-	18برس	غیر شادی شدہ	قرض سے تنگ آ کر	زہر خورانی	ٹیچر کالونی، علی والی	-	روزنامہ دنیا
13مارچ	ذکیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع ٹبی آرائیاں، علی پور	-	روزنامہ دنیا
13مارچ	سلیم	مرد	-	17برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	موضع بھرانی، جام پور	-	خبریں ملتان
13مارچ	خالد	مرد	-	20برس	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	چک نمبر 205 رب، فیصل آباد	-	نوائے وقت
13مارچ	اللہ دتہ	مرد	-	40برس	-	-	زہر خورانی	چک نمبر 229 رب، فیصل آباد	-	نوائے وقت
13مارچ	محمد جاوید	مرد	-	42برس	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بھٹہ شاپ، فرید ٹاؤن، فیصل آباد	-	نوائے وقت
13مارچ	الف	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	غوثیہ آباد، پیر محل	-	نوائے وقت
13مارچ	گلزار حسین بھروانہ	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	محلّہ غازی آباد، جھنگ	-	نوائے وقت
13مارچ	م	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	لوہی بھیر، راول پنڈی	-	ڈیلی ٹائمز
13مارچ	اثنا	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	پنڈ پوریاں، راولپنڈی	-	ڈیلی ٹائمز
12مارچ	گومی کولہی	خاتون	-	65برس	شادی شدہ	بیماری سے تنگ آ کر	پھندا لے کر	ننگر پارکر، تھر پارکر	-	روزنامہ کاوش
12مارچ	ببلی	خاتون	-	20برس	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	قمبر، شہداد کوٹ	-	روزنامہ کاوش
12مارچ	علی حسن گادہی	مرد	-	-	شادی شدہ	بیٹی کی خودکشی پر دل برداشتہ	پھندا لے کر	قمبر، شہداد کوٹ	-	روزنامہ کاوش
12مارچ	حزب اللہ بھٹی	مرد	-	19برس	غیر شادی شدہ	شادی نہ ہونے پر	خود کو گولی مار کر	گوٹھ لال چند، سجاول	-	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
13مارچ	ارباب بھیل	مرد	-	45برس	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	پھندا لے کر	گاؤں 264، ٹنڈو جان محمد، میرپور خاص	-	روزنامہ کاوش
13مارچ	کوثر بی بی	خاتون	-	19برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک نمبر 7 اے این پی، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
14مارچ	سوبھو کولہی	بچہ	-	12برس	غیر شادی شدہ	بکری گم ہونے پر	پھندا لے کر	گوٹھ راجی، ننگر پارکر، تھرپارکر	-	روزنامہ کاوش
14مارچ	فہیم کھمبوہ	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	پھندا لے کر	غریب آباد، سکھر	-	عوامی آواز
15مارچ	سائرہ شیخ	خاتون	-	-	شادی شدہ	شوہر کی دوسری شادی پر	زہر خورانی	چھتو چنڈ، ٹھٹھہ	-	روزنامہ کاوش
15مارچ	کنواری مائی	خاتون	-	28برس	-	گھریلو جھگڑا	پھندا لے کر	چک نمبر 89 پی، رحیم یار خان	درج	خبریں ملتان
15مارچ	شہناز مائی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع لاڑا، خیر پور ٹامے والی	-	شیخ مقبول حسین
15مارچ	نجمہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	-	ملتان	-	خبریں ملتان
15مارچ	عزیز مائی	خاتون	-	-	-	-	-	میلسی	-	خبریں ملتان
15مارچ	علاؤالدین	مرد	-	65برس	-	-	خود کو گولی مار کر	شفیق آباد، لاہور	-	روزنامہ نیشن
15مارچ	حسن سردار	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک نمبر 202، فیصل آباد	-	ایکسپریس ٹریبیون
16مارچ	ملنگی	مرد	-	-	-	گرفتاری سے بچنے کے لیے	خود کو گولی مار کر	گہلن، قصور	-	روزنامہ ڈان
16مارچ	آمولکھ کولہی	بچہ	-	10برس	غیر شادی شدہ	خاندان کے علاقہ سے ہجرت کرنے پر	پھندا لے کر	ننگر پارکر، مٹھی، تھرپارکر	-	ڈان کراچی
16مارچ	اعظم	مرد	-	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خوانی	گاؤں کھرل کلاں، اوکاڑہ	-	روزنامہ ایکسپریس
16مارچ	اسماعیل	مرد	-	26برس	-	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	خود کو جلا کر	گاؤں برج اٹاری، شیخوپورہ	-	روزنامہ نوائے وقت
16مارچ	ثمینہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	پھندا لے کر	پیر محل	-	روزنامہ نوائے وقت
16مارچ	-	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 160/9 ایل، کمیر، ساہیوال	-	روزنامہ نوائے وقت
16مارچ	ستو میگھواڑ	خاتون	-	65برس	شادی شدہ	ذہنی معذوری	پھندا لے کر	گوٹھ جہان پور، اسلام کوٹ، تھرپارکر	-	روزنامہ کاوش
16مارچ	کھیمن کولہی	مرد	-	18برس	-	غربت سے تنگ آکر	پھندا لے کر	سرہاڑی، شہداد پور، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
16مارچ	سائرہ	خاتون	-	18برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	حسن آباد، ملتان	درج	خبریں ملتان
16مارچ	شائلہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 47 فتح، چشتیاں	-	خبریں ملتان
17مارچ	عثمان	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	امتحان میں فیل ہونے پر	پھندا لے کر	پیراڈائز ہومز، ہربنس پورہ، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
17مارچ	اسلم	مرد	-	60برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	تھانہ ڈجکوٹ، فیصل آباد	-	ایکسپریس ٹریبیون
17مارچ	مختیار علی	مرد	-	28برس	-	ذہنی معذوری	نہر میں کود کر	گوٹھ گڈر، باقر موری، سانگھڑ	-	روزنامہ کاوش
17مارچ	صدوری داہو	خاتون	-	16برس	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	گوٹھ سجاہو، جیکب آباد	-	روزنامہ کاوش
18مارچ	چوتھی	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	کنویں میں کود کر	گوٹھ گابانی، چھاچھرو، عمرکوٹ	-	روزنامہ کاوش
18مارچ	ابرار شیخ	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	پھندا لے کر	لاڑکانہ	-	روزنامہ کاوش
18مارچ	شعیب عمرانی	بچہ	-	13برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	دریا خان مری، نواب شاہ	-	روزنامہ کاوش
18مارچ	زیب النساء	خاتون	-	-	شادی شدہ	غربت سے تنگ آکر	زہر خورانی	شجاع آباد	-	خبریں ملتان
18مارچ	کائنات	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	سروبی کاٹلنگ، مردان	درج	روزنامہ ایکسپریس
19مارچ	خالد محمود	مرد	-	-	شادی شدہ	-	گلا کاٹ کر	چک نمبر 503 ای بی، بورے والا	درج	روزنامہ جنگ ملتان
19مارچ	-	مرد	-	-	-	-	ٹرین تلے آکر	ممتاز آباد، ملتان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
20مارچ	سیف	مرد	-	17برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	نتھے خالصہ، پھول نگر، قصور	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
20مارچ	مشتاق	مرد	ـ	22برس	غیرشادی شدہ	ـ	زہرخورانی	پیرسدی، مردان	ـ	روزنامہ خبریں
20مارچ	رانی کولہی	خاتون	ـ	40برس	شادی شدہ	ـ	پھندالےکر	گوٹھ حمزو لغاری، ٹنڈو غلام حیدر	ـ	روزنامہ کاوش
20مارچ	عظمیٰ	خاتون	ـ	18برس	غیرشادی شدہ	ـ	خودکوگولی مارکر	پیربالا، پشاور	درج	روزنامہ آج
20مارچ	وسیم	مرد	ـ	18برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	گاؤں بوجی کلی، مردان	درج	روزنامہ آج
20مارچ	مشتاق حسین	مرد	ـ	23برس	غیرشادی شدہ	ذہنی معذوری	زہرخورانی	شیرگڑھ، مردان	درج	روزنامہ ایکسپریس
21مارچ	سدرا	خاتون	ـ	25برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	کوسکی، بدین	ـ	روزنامہ کاوش
21مارچ	قادرنوازمغل	مرد	ـ	17برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محراب پور، نوشہروفیروز	ـ	روزنامہ کاوش
21مارچ	ریشمی کولہی	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	ـ	زہرخورانی	گوٹھ ممتاز پلی، پتھورو، عمرکوٹ	ـ	روزنامہ کاوش
21مارچ	قاسم کنبھار	مرد	ـ	60برس	شادی شدہ	ـ	پھندالےکر	گوٹھ لغاری، بدین	ـ	روزنامہ کاوش
21مارچ	یاسرخان	مرد	ـ	25برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	اسلامیہ کالونی، رحیم یارخان	ـ	روزنامہ جنگ ملتان
21مارچ	سعدیہ	خاتون	ـ	22برس	شادی شدہ	ـ	پھندالےکر	اسلام پورہ، ہارون آباد	ـ	روزنامہ ایکسپریس
22مارچ	اظہر	مرد	ـ	17برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	ستوکتلا، لاہور	ـ	روزنامہ خبریں
22مارچ	بلال	مرد	ـ	30برس	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	پھندالےکر	گیپ چوک، گجراں والا	ـ	روزنامہ جنگ
22مارچ	اسدانور	مرد	ـ	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	پھندالےکر	چک103رب، فیصل آباد	ـ	روزنامہ جنگ
22مارچ	رفیق	مرد	ـ	40برس	ـ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	زہرخورانی	کائیاں پور، ملتان	ـ	روزنامہ جنگ
22مارچ	سکندر	مرد	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہرخورانی	لیاقت چوک، راجارام، ملتان	ـ	روزنامہ جنگ
22مارچ	پروین بی بی	خاتون	ـ	28برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی عارب، شجاع آباد	ـ	روزنامہ جنگ
22مارچ	محمدعبداللہ	مرد	ـ	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈہرکی	ـ	روزنامہ جنگ
22مارچ	جاویدراہوں	مرد	ـ	33برس	شادی شدہ	ـ	پھندالےکر	چھاچھرو، تھرا سٹینڈ، عمرکوٹ	ـ	روزنامہ کاوش
22مارچ	علی رضا	مرد	ـ	18برس	ـ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	کوسکی، بدین	ـ	عوامی آواز
22مارچ	محبوب لغاری	مرد	ـ	22برس	ـ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	خودکوگولی مارکر	گوٹھ باجھی لغاری، جوہی، دادو	ـ	عوامی آواز
22مارچ	نواز	مرد	ـ	22برس	غیرشادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	پھندالےکر	چک نمبر89، یزمان، بہاول پور	درج	خواجہ اسداللہ
22مارچ	خدابخش	مرد	ـ	ـ	شادی شدہ	اولاد کے ناروا سلوک پر دل برداشتہ	ـ	مظفرگڑھ	ـ	خبریں ملتان
22مارچ	پروین بی بی	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	شجاع آباد	ـ	خبریں ملتان
22مارچ	سمیرا بی بی	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	میلسی	ـ	خبریں ملتان
22مارچ	رفیق	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	مظفرگڑھ	ـ	خبریں ملتان
22مارچ	اختر	مرد	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	شجاع آباد	ـ	خبریں ملتان
22مارچ	فیض بی بی	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	شجاع آباد	ـ	خبریں ملتان
23مارچ	صباءنورین	خاتون	ـ	ـ	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوجلاکر	موضع عظمت پور، علی پور	ـ	خبریں ملتان
23مارچ	س	خاتون	ـ	ـ	غیرشادی شدہ	منگیتر سے جھگڑا	پھندالےکر	مڈوالا، علی پور	ـ	خبریں ملتان
23مارچ	مانوکولہی	مرد	ـ	25برس	ـ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	پھندالےکر	گوٹھ آفتاب شاہ، ٹنڈو جام، حیدرآباد	ـ	روزنامہ کاوش
23مارچ	ذاکرحسین	مرد	ـ	45برس	ـ	ـ	پھندالےکر	مورو، نوشہروفیروز	ـ	روزنامہ کاوش
23مارچ	خورشیداحمد	مرد	ـ	25برس	ـ	بے روزگاری سے تنگ آکر	زہرخورانی	فیروزہ، رحیم یارخان	ـ	روزنامہ خبریں ملتان
23مارچ	ذیشان ذوالفقار	مرد	ـ	ـ	ـ	مالی حالات سے دل برداشتہ	خودکوگولی مارکر	مانگامنڈی	ـ	روزنامہ نوائے وقت

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
23مارچ	حافظ شفیق	مرد	-	22برس	-	کاروبار میں نقصان پر	زہرخورانی	سمندری	-	روزنامہ نوائے وقت
23مارچ	نگہت بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	گدھ پور، ڈسکہ	-	روزنامہ نوائے وقت
23مارچ	زرینہ	خاتون	-	16برس	-	-	پھندا لے کر	چک 70 ای بی، عارف والا	-	روزنامہ جنگ
23مارچ	کلیم	مرد	-	-	شادی شدہ	پولیس کے خوف سے	عمارت سے کود کر	نارتھ کراچی، کراچی	-	روزنامہ خبریں
23مارچ	ساجدہ	خاتون	-	18برس	غیر شادی شدہ	ڈانس کی ویڈیو اپ لوڈ ہونے پر	پھندا لے کر	مڈوالا، جتوئی	-	روزنامہ ایکسپریس
24مارچ	اصغر	مرد	-	25برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	غلہ منڈی، ملتان	-	روزنامہ خبریں
24مارچ	خورشید احمد	مرد	-	25برس	-	بے روزگاری سے تنگ آ کر	زہرخورانی	فیروزہ، ملتان	-	روزنامہ خبریں
24مارچ	شبانہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع کوٹ غلام محمد، سیالکوٹ	-	روزنامہ جنگ
24مارچ	کندن مائی	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	بستی مٹھو، شجاع آباد	-	خبریں ملتان
24مارچ	سعید بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی لال، گڑھ مہاراجا، ملتان	-	خبریں ملتان
24مارچ	آمنہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	موضع لکو، جوہر آباد	-	روزنامہ جنگ

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
26فروری	ندیم	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	شاہ جمال، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
27فروری	ہارون مسیح	مرد	-	18برس	غیر شادی شدہ	-	زہرخورانی	گاؤں ماڑی ٹھاکراں، کامونکی	-	روزنامہ خبریں
27فروری	وقاص	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ حبیب آباد، کامونکی	-	روزنامہ خبریں
27فروری	مدیحہ بی بی	خاتون	-	35برس	شادی شدہ	-	-	کلب روڈ، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
27فروری	ادریس	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد	-	روزنامہ خبریں
27فروری	سیم مائی	خاتون	-	30برس	شادی شدہ	-	-	رحیم آباد، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
27فروری	احمد حسین	مرد	-	35برس	شادی شدہ	-	-	صادق آباد، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
27فروری	عبدالکریم	مرد	-	24برس	-	-	-	چک 92 پی، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
یکم مارچ	-	خاتون	-	18برس	غیر شادی شدہ	-	-	قذافی کالونی، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
یکم مارچ	شازیہ بی بی	خاتون	-	20برس	غیر شادی شدہ	-	-	ڈگر پل، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
یکم مارچ	تنزیلہ بی بی	خاتون	-	23برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک نمبر 99 پی، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
یکم مارچ	یاسمین کوثر	خاتون	-	25برس	شادی شدہ	-	-	تھلی چوک، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
یکم مارچ	ریحانہ بی بی	خاتون	-	30برس	شادی شدہ	-	-	اقبال آباد، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
یکم مارچ	رب نواز	مرد	-	24برس	غیر شادی شدہ	-	-	اوباڑو	-	خبریں ملتان
یکم مارچ	ادریس احمد	مرد	-	45برس	شادی شدہ	-	-	خان پور، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
3مارچ	اعجاز	مرد	-	50برس	-	جائیداد کا تنازعہ	شہ رگ کاٹ کر	گاؤں نیب وال، پاک پتن	-	روزنامہ نئی بات
3مارچ	ش	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع راجو کے، ڈسکہ	-	روزنامہ نئی بات
3مارچ	عدنان	مرد	-	-	-	-	-	گلشن عثمان، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
4مارچ	شفیع اللہ	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	زندگی سے دل برداشتہ	زہرخورانی	ابدرہ یونیورسٹی ٹاؤن، پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
5مارچ	دانیال	مرد	-	16برس	غیر شادی شدہ	بے روزگاری سے تنگ آکر	زہرخورانی	لودھراں	-	روزنامہ جنگ ملتان
5مارچ	عدنان	مرد	-	15برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	احمد پوری گیٹ، بہاول پور	درج	روزنامہ جنگ ملتان
5مارچ	مراداں بی بی	خاتون	-	25برس	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
5مارچ	عادیہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
5مارچ	لیاقت علی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
5مارچ	رہجاب علی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
5مارچ	منظور احمد	مرد	-	-	-	مالی حالات سے دل برداشتہ	-	رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
5مارچ	رشید احمد	مرد	-	-	-	مالی حالات سے دل برداشتہ	-	رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
5مارچ	بلال احمد	مرد	-	-	-	مالی حالات سے دل برداشتہ	-	رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
5مارچ	پروین	خاتون	-	22برس	-	-	زہرخورانی	گاؤں 37ایس پی، پاک پتن	-	روزنامہ ایکسپریس
5مارچ	خدیجہ	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	خان ویلج، ملتان	-	روزنامہ دنیا
5مارچ	مونا	خاتون	-	18برس	-	-	زہرخورانی	ملتان	-	روزنامہ دنیا
5مارچ	گل شیر	مرد	-	23برس	-	-	زہرخورانی	ملتان	-	روزنامہ دنیا
6مارچ	منظور احمد	مرد	-	-	-	-	بلیڈ مار کر	ڈسٹرکٹ جیل اوکاڑہ	-	روزنامہ نوائے وقت
8مارچ	کائنات بی بی	خاتون	-	17برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	حمید ٹاؤن، رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
8مارچ	رخسانہ	خاتون	-	18برس	غیر شادی شدہ	-	-	موضع لعل پیر، رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
8مارچ	علی شیر	مرد	-	34برس	شادی شدہ	-	-	کالا ڈھورا، رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
8مارچ	ذکاءاللہ	مرد	-	25برس	-	امتحان میں فیل ہونے پر	زہرخورانی	خان پور، رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
12مارچ	خدیجہ بی بی	خاتون	-	17برس	غیر شادی شدہ	-	-	بھونگ شریف، رحیم یارخان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
12مارچ	مہرین بی بی	خاتون	-	18برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک نمبر 99، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
12مارچ	کوثر بی بی	خاتون	-	19برس	غیر شادی شدہ	-	-	چک نمبر 7این پی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
12مارچ	نسیم بی بی	خاتون	-	25برس	شادی شدہ	-	-	ترنڈہ سوائے خان، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
12مارچ	عرفان	مرد	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	-	بستی سردار میر چاچڑ، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
12مارچ	کرن	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سٹیڈیم روڈ، خانیوال	-	روزنامہ جنگ ملتان
12مارچ	اسلم	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	کوٹ آلہ سنگھ، خانیوال	-	روزنامہ جنگ ملتان
13مارچ	شازیہ	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک نمبر 214رب، فیصل آباد	-	روزنامہ ڈان
13مارچ	رضیہ	خاتون	-	28برس	-	گھریلو جھگڑا	خود کو جلا کر	مغل پورہ، لاہور	-	روزنامہ دنیا
14مارچ	نادیہ بی بی	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	-	مڈدرباری، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
14مارچ	عروج کنول	خاتون	-	15برس	غیر شادی شدہ	-	-	نیازی کالونی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
14مارچ	ترنم ناز	خاتون	-	18برس	غیر شادی شدہ	-	-	غوثیہ کالونی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
14مارچ	مکھنا	مرد	-	22برس	غیر شادی شدہ	-	-	نیازی کالونی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
14مارچ	ظہور احمد	مرد	-	30برس	شادی شدہ	-	-	امان گڑھ، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
14مارچ	نذیر احمد	مرد	-	57برس	شادی شدہ	-	-	صادق آباد، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
14مارچ	عباس	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	گھریلو حالات سے دل برداشتہ	زہرخورانی	ماڈل ٹاؤن، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
16مارچ	ضمیراں بی بی	خاتون	-	15برس	غیرشادی شدہ	-	-	کموں شہید، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
16مارچ	سندس بی بی	خاتون	-	22برس	-	-	-	بستی بندور، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
16مارچ	سردار بی بی	خاتون	-	60برس	شادی شدہ	-	-	باغ وبہار، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
16مارچ	-	مرد	-	23برس	-	-	-	واہی شاہ محمد، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
16مارچ	شعیب رسول	مرد	-	18برس	غیرشادی شدہ	-	-	راجن پور، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
16مارچ	زوہیب	بچہ	-	13برس	غیرشادی شدہ	-	-	کوٹ سبزل، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
16مارچ	زاہد	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	-	خودکوگولی مارکر	فیزتھری حیات آباد، پشاور	درج	روزنامہ آج
17مارچ	فاطمہ بی بی	خاتون	-	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک نمبر118پی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
17مارچ	شیرخان	مرد	-	30برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک نمبر118پی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
17مارچ	نورین	خاتون	-	30برس	-	پولیس کے نارواسلوک پر	خودکوجلاکر	علی پور، مظفرگڑھ	-	روزنامہ ڈان
17مارچ	ولید	مرد	-	-	غیرشادی شدہ	بےروزگاری سے تنگ آکر	زہرخورانی	ڈسکہ سٹی	-	روزنامہ نیوز
18مارچ	صادق	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بیٹ ظاہرپیر، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
19مارچ	سونیا	خاتون	-	20برس	غیرشادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	جمال ٹاؤن، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
19مارچ	محمد دین	مرد	-	60برس	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں12اے ایچ، خانیوال	-	روزنامہ جنگ ملتان
19مارچ	سائرہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	ٹرالر کے نیچے آکر	کوٹ آلہ سنگھ، خانیوال	درج	خبریں ملتان
22مارچ	نمرہ بی بی	خاتون	-	15برس	غیرشادی شدہ	-	-	باغ وبہار، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
22مارچ	ارم بی بی	خاتون	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	-	صادق آباد، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
22مارچ	فائزہ بی بی	خاتون	-	18برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک نمبر119پی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
22مارچ	طاہرہ بی بی	خاتون	-	21برس	غیرشادی شدہ	-	-	کوٹ سمابہ، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
22مارچ	ویران جی	مرد	-	16برس	غیرشادی شدہ	-	-	چک نمبر118پی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
22مارچ	نعیم شیخ	مرد	-	-	-	چار ماہ سے تنخواہ نہ ملنے پر	خودکوجلاکر	ٹھاروشاہ، نوشہروفیروز	-	ڈان کراچی
22مارچ	زاہدہ بی بی	خاتون	-	-	-	-	زہرخورانی	گھوٹکی	-	روزنامہ جنگ
22مارچ	مائی کشمیرن	خاتون	-	-	-	-	-	گھوٹکی	-	روزنامہ جنگ
22مارچ	گوہر علی	مرد	-	-	-	-	-	ڈہرکی	-	روزنامہ جنگ
23مارچ	معین	مرد	-	20برس	-	گھریلو جھگڑا	-	شادن لنڈ	-	خبریں ملتان
23مارچ	فرزانہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	عباسیہ ٹاؤن، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
24مارچ	رابعہ بی بی	خاتون	-	22برس	شادی شدہ	-	-	محمد پور، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
24مارچ	فرزانہ بی بی	خاتون	-	22برس	-	-	-	غفورآباد، رحیم یار خان	-	خبریں ملتان
24مارچ	نادیہ	خاتون	-	22برس	-	-	-	سبجہ، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
24مارچ	سجنی مائی	خاتون	-	27برس	-	-	-	چک نمبر43پی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
24مارچ	مجنوں جی	مرد	-	22برس	-	-	-	چک نمبر116پی، رحیم یارخان	-	خبریں ملتان
24مارچ	ضمیر	مرد	-	25برس	-	-	-	اوباڑو	-	خبریں ملتان

ضرورت برائے ہندو، شیعہ، مسیحی خاکروب

اختر عباس

بنوں کی مقامی انتظامیہ کی جانب سے خاکروب کی ملازمت کے لیے ایک اشتہار چھپوایا گیا، جس کے ذیل میں المشتہر: تحصیل میونسپل آفیسر ٹی ایم اے بنوں، بحکم: تحصیل ناظم، ٹی ایم او بنوں لکھا تھا۔

یہ اشتہار ایک خاکروب کی ملازمت کے لیے تھا، اور اہلیت کے خانے میں عیسائی، ہندو، بالمیکی اور شیعہ لکھا تھا۔ عیسائیوں، ہندوؤں، بالمیکیوں یا شیعوں کے عقائد میں ایسا کون سا جوہر ہے جو انہیں اس ملازمت کے لیے اہل بناتا ہے، میری تو سمجھ سے باہر ہے۔

رات تک وزیرِ بلدیات عنایت اللہ خان صاحب کی وضاحت بھی آ گئی کہ لفظ شیعہ غلطی سے شامل کیا گیا تھا اور آئندہ کسی اشتہار میں مَسلک یا مذہب کا ذکر نہیں ہوگا۔ چلیں یہ تو اچھا ہے کہ ایسے وزرا بھی موجود ہیں جو غلطی مانتے ہیں اور درست کرنے کا وعدہ بھی کرتے ہیں۔

مگر مسئلہ اشتہار میں چھپے الفاظ سے بلند تر ہے۔

بنوں کے ایک ناظم کی جانب سے شائع کروایا گیا اشتہار۔

از دفتر تحصیل میونسپل آفیسر تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن بنوں

اشتہار برائے بھرتی

تحصیل میونسپل ایڈمنسٹریشن بنوں میں ذیل اسامیاں خالی ہیں اور TMA بنوں شہر صفائی بہتر بنانے کیلئے ان خالی پوسٹوں پر تقرریاں کرنا چاہتی ہے خواہشمند مرد/خواتین درخواستیں دینے کے اہل ہیں۔

سیریل نمبر	پوسٹ	تعداد	ڈومیسائل	مذہب
1۔	خاکروب سکیل نمبر 2	14	ضلع بنوں	شیعہ/ہندو/بالمیکی/عیسائی

تمام تقرریاں سکیل نمبر 2 میں کی جائیگی اور تمام تقرریاں مستقل تصور ہونگی تمام درخواستیں سادہ کاغذ پر بمعہ کمپیوٹرائز شناختی کارڈ بذریعہ ڈاک یا بائی ہینڈ زیر دستخطی کو اندر 15 یوم پہنچ جانا ضروری ہے۔

المشتہر: تحصیل میونسپل آفیسر TMA بنوں

بحکم: تحصیل ناظم TMA بنوں

INF(P)1287

"SAYNOTOCORRUPTION"/Drugs

مجھے یاد ہے کہ جب ہم اسکول میں پڑھا کرتے تھے تو ایک صبح اسمبلی میں قرآن مجید کی تلاوت اور قومی ترانے کے درمیان ایک خاتون آ کر کھڑی ہوگئیں۔ نام تو خدا جانے کیا تھا ان کا، لیکن سب انہیں ماسی کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ ہمارے اسکول کی خاکروب تھیں اور ہم نے انہیں ہمیشہ ایک ہاتھ میں جھاڑو یا پوچا لیے فرش چمکاتے دیکھا۔

واپڈا ہائی اسکول رچنا بلاک اقبال ٹاؤن، ایک نیم سرکاری اسکول تھا اور بچوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ایک آدھ ماسی کے بس کا کام نہ تھا۔ دو ایک اور بھی جمعدار تھے مگر اسکول کی صفائی کا سارا بوجھ اس نحیف جان پر تھا جس کو ہم نے کبھی کسی سے بات کرتے نہ دیکھا۔ خدا جانے اس دن مائیک پر سب کے سامنے وہ کیا کرنے آئی تھی۔

اسمبلی میں ایک تو مولوی صاحب آیا کرتے تھے جو تھے تو کلرک مگر ساتھ ہی کسی مذہبی جماعت کے سیکریٹری بھی تھے۔ ان کے منہ سے نکلے الفاظ میں ایک وزن ہوتا تھا، زیادہ تر وہی حافظ صاحب تھے جو صبح صبح پوری اسمبلی کو قرآنی آیات یاد کرواتے تھے۔ یہ ایک معمول بن چکا تھا۔ ایسے میں ماسی کا آنا ہم سب کے لیے خاصا دلچسپ تجربہ تھا۔

وہ جھجھکتے ہوئے کچھ بولیں۔ بات کچھ باتھ روموں کی صفائی کے حوالے سے تھی، سچ یہ ہے کہ وہ باتھ روم جو صبح دم صاف ہوتے تھے، چھٹی کے وقت تک ناقابل استعمال ہو چکے ہوتے تھے۔ مجھے اور کچھ تو یاد نہیں، لیکن ان کا یہ جملہ ضرور یاد ہے کہ "آپ لوگ ہم سے بہتر صفائی کا خیال رکھا کریں، آپ کے تو دین میں بھی صفائی نصف ایمان ہے۔"

مجھے اس وقت تک مذاہب عالم کی تفریق اور پیشوں کی سماجی تقسیم کے بارے میں زیادہ علم نہیں تھا۔ میں نے اس دن اپنی ٹیچر سے پوچھا کہ ماسی کے اس جملے کا کیا مطلب ہے اور کیا وہ ہمارے مذہب سے تعلق نہیں رکھتیں؟ ہمارے اسکولوں میں استادوں کے نزدیک سوال مکروہ بلکہ بعض جگہوں پر حرام کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مجھے جواب نہ ملا۔ بھلا ہو منٹو، ممتاز مفتی، قدرت اللہ شہاب اور اشفاق احمد کا کہ وہ جواب دے گئے جو معاشرتی علوم کی کسی کتاب میں نہ ملا۔ لائبریری سے ادھار لی گئی کتابوں کے صفحوں میں ہمیں ملا۔ وہ خاتون مسیحی تھیں اور بظاہر جمعدار اور مسیحی ہونا لازم و ملزوم تھے۔ اس کے بعد ساری زندگی میں نوٹ لیتا رہا۔ میں نے آج تک کوئی مسلمان جمعدار نہیں دیکھا۔ صفائی کی تاکید پر احادیث سنیں، جمعداری کے پیشے کی عظمت پر فیس بک پر چمکتی ہوئی گرافکس بھی دیکھیں مگر کبھی کسی مسلمان جمعدار سے ملاقات نہ ہو سکی۔ ایک عرصے تک میں سمجھتا رہا کہ شاید کسی مذہبی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ایک مسلمان یہ پیشہ کبھی اختیار نہیں کر سکتا۔

پھر ایک ہندوستانی فلم میں ایک مسلمان جمعدار دیکھا اور تھوڑی تحقیق کی تو پتہ چلا کہ ہندوستان میں جمعداری کے پیشے میں مسلمان کافی بڑی تعداد میں ہیں۔ دھیرے دھیرے یہ عقدہ کھلا کہ پیشے کا تعلق افراد کے انفرادی فیصلوں سے کم اور معاشرے کی اجتماعی تقسیم سے زیادہ ہے۔

لوگوں کو شاید یہ اشتہار ایک لاشعوری تعصب محسوس ہو مگر میرے ایک دوست بتاتے ہیں کہ بنوں کے پاس ایک شیعہ اکثریت کا گاؤں ہے جس کے نوے فیصد حضرات کا تعلق اسی پیشہ سے ہے، جیسے پنجاب کے بہت سارے گاؤں ایسے ہیں جہاں کی اکثریت مسیحی ہے اور خاکروبی کے شعبے سے منسلک ہے۔

اشتہار بنانے والوں نے زمینی حقائق کو کاغذی دستاویز میں منتقل کر دیا ہے۔ مسئلہ اشتہار میں مسلک و مذہب کی قید کا نہیں ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اہلیت کے خانے میں ان ناموں کے استعمال سے یہ پیشہ کسی فرقے یا مذہب کے لیے مخصوص ہونے کا تاثر مل رہا ہے۔

مسئلہ ان فلٹرز کا ہے جن کے ذریعے ہم اب بھی کسی خاص فرقہ، کسی خاص قوم اور کسی خاص قبیلے کو پہلے ایک مخصوص معاشی سمت کی طرف ہنکارتے ہیں اور پھر اس معاشی طریقے کی بنیاد پر سماجی رتبے کھڑے کرتے ہیں۔ برِصغیر کے قدیم نظام میں پیشے ذاتوں اور برادریوں تک محدود تھے۔ برہمن مذہب کے حواری، ویش تجارت کے ذمہ دار، کھشتری حکومت کے نگران اور شودر کم تر پیشوں کے حقدار۔ سماجی رتبے بھی اسی بنیادی تقسیم کی بنیاد پر قائم تھا۔ یہ نظام ایک کاٹیج انڈسٹری کی طرح تھا کہ جس میں ہر ذات اور برادری ایک معاشی نظام کی رکھوالی کرتی تھی اور اس نظام سے باہر نکلنا نہ صرف معاشی طور پر ناممکن تھا بلکہ معاشرتی طور پر بھی۔ کمہار، میراثی، دھوبی، موچی، ماشکی، چمار، درزی، جولاہا، نائی وہ پست طبقے تھے جن کے استحصال پر یہ وسیع معاشرہ قائم تھا۔ مذہب اور حکمران بدل گئے تو ہم نے طبقوں کی حد بندی کر دی۔ کچھ ذاتیں نیچے سے اوپر چلی گئیں اور کچھ اِدھر سے اُدھر مگر نظام قائم رہا۔ احمد ندیم قاسمی کو بھی یہی دکھ تھا، امرتا پریتم بھی اسی روگ میں جل اٹھی اور فیض صاحب نے بھی اسی لیے زندگی کا غم منایا۔

آج کے نام
اور آج کے غم کے نام
آج کا غم کہ زندگی کے بھرے گلستان سے خفا
زرد پتوں کا بن جو میرا دیس ہے
درد کی انجمن جو میرا دیس ہے

ہمارا ادبی اور سیاسی شعور ہر دور میں ان پیشوں کی عظمت کا ترانہ پڑھتا رہا ہے۔ انہیں 'بادشاہِ جہاں، والی ماسوا، بہشتی، نائب اللہ فی الارض دہقاں' کہتے رہے اور ہمارا معاشرہ ان اشعار پر سر دھن کر وہی کرتا رہا جو وہ ہزاروں سالوں سے کرتا آ رہا ہے۔

اپنی جوتی گانٹھنے والے نبی کے چاہنے والوں کو، اپنی چکی پیسنے والی بی بی فاطمہ کے نام لینے والوں کو اور اپنا لباس سینے والے خلفاء کے پیروکاروں کو فلسفے کی حد تک تو اپنے ہاتھ سے کام کرنے والوں سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ ان دیواروں کا ہے جو ہم نے ورثے میں پائی ہیں اور سینے سے لگائی ہوئی ہیں۔ مسئلہ اس سماجی تقسیم میں ہے جو معاش کے ذریعے کو سماج کے رتبے تولنے میں استعمال کرتا ہے۔ ایک ایسے استحصال کی بنیاد فراہم کرتا ہے جس میں چمار چوہدری سے کم تر ہے، میراثی ملک سے اور کمہار زردار سے۔ وہ دیواریں جن کے ایک طرف اونچے فرقے یا مذاہب ہیں جو ان 'گندے' کاموں کو ہاتھ نہیں لگاتے اور دوسری طرف وہ طبقے ہیں جو کم تر کاموں کی چکی میں پستے رہتے ہیں۔ اب بھی پنجاب کے کسی گاؤں میں، سندھ کے کسی گوٹھ میں چلے جائیں۔ اب بھی ذاتوں کی نادیدہ دیواریں پھلانگنے پر بیٹیاں زمین میں دی جاتی ہیں، بوڑھے چوپالوں میں بے عزت کیے جاتے ہیں اور جوانوں کے سر مونڈھ کر گدھوں پر پھرایا جاتا ہے۔

مسئلہ اشتہار کا نہیں ہے وزیر صاحب۔ مسئلہ کسی عربی کو عجمی پر اور گورے کو کالے پر فوقیت نہیں، اعلان کرنے والے کی دھرتی میں چلنے والی تفریقات کا ہے۔ مسئلہ اشتہار کا غم منانا نہیں، بلکہ آج کا غم منانا ہے۔

(بشکریہ ڈان)

اقلیتیں

مسیحی برادری نے دھرنا ختم کردیا

ڈیرہ اسماعیل سینٹ جانز چرچ نزد پرانی سبزی منڈی کی اراضی میں تعمیر غیر قانونی کمرشل دکانوں کی تعمیر کے خلاف مسیحی برادری کے روڈ پر احتجاج اور دھرنا دینے پر پولیس نے روڈ پر احتجاج کرنے اور سڑک بند کرنے سمیت دیگر دفعات کے تحت چالیس سے زائد مردوں اور بیس خواتین مظاہرین کے خلاف مقدمہ درج کرلیا۔ دوروز تک سینٹ جانز چارچ نزد پرانی سبزی منڈی کی اراضی میں زیر تعمیر غیر قانونی مرشل دکانوں کی تعمیر کے خلاف مسیحی برادری کے روڈ پر احتجاج اور دھرنے کے بعد کینٹ پولیس نے چرچ بچاؤ تحریک کے صدر جوزف بہادر، پادری وکی وکسن، انیل جوزف اور نسیم ایڈووکیٹ سمیت چالیس سے زائد نامعلوم افراد اور نامعلوم بیس خواتین کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ مسلح ملزمان نے روڈ کو بند کیا اور دھمکی دی کہ وہ مارنے اور مرنے کیلئے تیار ہیں۔ضلعی انتظامیہ کی یقین دہانی پر مظاہرین نے دھرنا ختم کرکے روڈ کو ٹریفک کیلئے کھول دیا۔ (روزنامہ مشرق)

ترمیم شدہ 'ہندو میرج بل' قومی اسمبلی سے منظور

اسلام آباد پاکستان میں رہنے والے ہندوؤں کی شادی کو نظام کے تحت لانے کے لیے قومی اسمبلی میں ترمیم شدہ 'ہندو میرج بل 2016 بھی منظور کرلیا گیا۔ ہندو میرج بل ملک میں رہنے والی ہندو برادری میں ہونے والی شادیوں کو نظام کے تحت لانے کے لیے اپنی نوعیت کا پہلا قانون ہے۔ مذکورہ بل قومی اسمبلی میں وزیر برائے انسانی حقوق سینیٹر کامران مائیکل نے پیش کیا، جسے منظوری کے بعد قانون بننے کے لیے صدر مملکت ممنون حسین کے دستخط کی ضرورت ہے۔ کامران مائیکل کا کہنا تھا کہ ملک میں اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ان کی وزارت نے پہل کی اور وزارت مذہبی امور و بین المذاہب ہم آہنگی سے این او سی لینے کے بعد بل کو ایوان میں پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں اقلیتوں کے جائز حقوق اور ان کے شادی، خاندان سے متعلق معاملات کا تحفظ ہماری آئینی ذمہ داری ہے، جبکہ اب تک اس حوالے سے کوئی قانون موجود نہیں تھا۔ کامران مائیکل نے کہا کہ خواتین اور اقلیتی برادریوں سمیت انسانی حقوق کے تحفظ اور فروغ کے لیے موجودہ حکومت پرعزم ہے۔ ہندو میرج بل کو متعلقہ وزارتوں اور ہندو برادری کے رہنماؤں سے طویل مشاورت کے بعد حتمی شکل دی گئی تھی۔ بل کے تحت ہندو برادری میں کم عمری کی شادیوں پر پابندی لگا کر شادی کی کم سے کم عمر 18 برس کردی گئی ہے۔ بل کے تحت ہندو برادری کے روایتی رسم و رواج کو تحفظ دیا گیا ہے، جبکہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ہندوؤں کی شادیوں کی رجسٹریشن کا طریقہ کار وضع کیا گیا۔ بل کے ذریعے ہندو جوڑے کے درمیان شادی برقرار رکھتے ہوئے قانونی علیحدگی کا تصور بھی دیا گیا ہے۔

وزارت انسانی حقوق کو ہندو میرج قانون کی تیاری کے لیے تقریباً 3 سال لگے، جبکہ وزارت نے اس قانون کو ملک بھر میں نافذ کرنے کے لیے صوبائی حکومتوں سے بھی قراردادیں حاصل کرلی ہیں۔ واضح رہے کہ قومی اسمبلی میں 'ہندو میرج بل 2016 گزشتہ سال ستمبر میں منظور کیا گیا تھا۔ تاہم سینیٹ نے 18 فروری 2017 کو اس بل کو کچھ ترامیم کے ساتھ منظور کیا، جس کے باعث اسے منظوری کے لیے دوبارہ قومی اسمبلی بھیجنا پڑا۔

(بشکریہ ڈان)

سکھ برادری مردم شماری فارم میں خانہ مختص نہ ہونے پر ناراض

پشاور پہلے مرحلے میں ملک کے 63 اضلاع میں جاری مردم شماری کے فارم میں سکھوں کی آبادی کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے 'مذہب' کے خانے میں 'سکھ' کا آپشن نہ رکھنے پر سکھ برادری نالاں نظر آتی ہے۔ سکھ برادری کے اراکین اور رہنماؤں نے اس معاملے پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی برادری اس طرح مردم شماری کے عمل میں گنتی سے محروم رہ جائے گی۔ سکھ کمیٹی پاکستان کے چیئرمین رادیش سنگھ ٹونی نے ڈان نیوز سے بات کرتے ہوئے کہا کہ 'متعلقہ محکمے نے سکھ اقلیتی برادری کو مردم شماری میں شامل نہیں کیا جو ہمارے لیے نا صرف بدقسمتی کی بات ہے، بلکہ پوری برادری کو اس پر تشویش ہے۔' انہوں نے کہا کہ 'پاکستان میں سکھوں کی کافی آبادی قیام پذیر ہے، لیکن بدقسمتی سے کمیونٹی ان مذاہب میں شامل نہیں جنہیں مردم شماری فارم میں شامل کیا گیا ہے۔' رادیش سنگھ ٹونی نے ڈان نیوز سے بات کرتے ہوئے کہا کہ 'پاکستان میں سکھوں کی کافی آبادی رہتی ہے جو اب غلطی سے شمار نہیں ہوگی۔ انہوں نے بتایا کہ مردم شماری کے فارمز 2007 میں پرنٹ ہوئے تھے، جس میں 120 رکنی ٹیکنیکل کمیٹی کی سفارشات پر 5 مذاہب کو شامل کیا گیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس وقت ملک میں سکھوں کی آبادی کم تھی، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اس میں اضافہ ہوگیا۔ (بشکریہ ڈان)

ہندو میرج بل کو قانون کا درجہ حاصل

اسلام آباد ریڈیو پاکستان کی رپورٹ کے مطابق صدر مملکت ممنون حسین نے دستخط کرکے ہندو میرج بل کو قانون میں تبدیل کردیا، یہ قانون ہندوؤں میں ہونے والی شادیوں اور دیگر خاندانی امور میں قانونی تحفظ فراہم کرے گا۔ ہندو میرج بل کے قانون بننے کے موقع پر وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے کہا کہ پاکستان میں رہنے والی اقلیتی برادری کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے پاکستان کے ہر شہری کے لیے ہمیشہ یکساں حقوق پر توجہ دی ہے، اقلیتی برادری بھی یکساں محب وطن ہے اور ان کے حقوق کا یکساں تحفظ ریاست کی ذمہ داری ہے۔ خیال رہے کہ 27 ستمبر 2016 کو 'ہندو میرج بل '2016' وفاقی وزیر برائے انسانی حقوق کامران مائیکل نے قومی اسمبلی میں پیش کیا تھا جسے متفقہ طور پر منظور کرلیا گیا تھا۔ اس کے بعد 18 فروری 2017 کو یہ بل سینیٹ میں وزیر قانون زاہد حامد کی جانب سے پیش کیا گیا تھا جس پر معمولی اعتراضات اٹھائے گئے تھے اور کچھ ترامیم کے ساتھ اسے منظور کرلیا گیا تھا۔ سینیٹ کی جانب سے کی جانے والی ترامیم کی قومی اسمبلی سے منظوری کے لیے ترمیم شدہ ہندو میرج بل 2016 کو 9 مارچ 2016 کو ایک بار پھر قومی اسمبلی میں بھیجا گیا تھا اور ایوان نے اس کی منظوری دے دی تھی جس کے بعد صدر مملکت کے دستخط باقی تھے۔ بل میں علیحدگی اختیار کرنے والے ہندو جوڑوں کو دوبارہ شادی کی بھی اجازت دی گئی ہے، بل کی شق 17 کے مطابق 'ہندو بیوہ خواتین کو اپنی مرضی سے دوبارہ شادی کرنے کا حق حاصل ہوگا تاہم یہ ضروری ہے کہ اس کے شوہر کے انتقال کو کم سے کم 6 ماہ گزر چکے ہوں'۔ قانون کی خلاف ورزی پر جرمانوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اب ہندو خاندان کے لیے شادی کا سرٹیفکیٹ 'شادی پرت' رکھنا لازمی ہوگا کیوں کہ اب تک ہندو برادری میں شادی کو کسی قانونی دستاویز سے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ (بشکریہ ڈان)

بچے

غذائی قلت کا شکار بچی جاں بحق

عمر کوٹ 06 فروری کو عمر کوٹ شہر کے قریب گوٹھ کندو ببر کے رہائشی حاجی ببر کی تین سالہ معصوم بچی نثاراں سول ہسپتال عمر کوٹ میں فوت ہوگئی۔ بچی کے لواحقین نے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ بچی کو غذائی قلت کے باعث ہسپتال میں داخل کرایا تھا لیکن سول ہسپتال عمر کوٹ میں کوئی بھی ڈاکٹر موجود نہ تھا جس کے باعث علاج نہ ہونے سے بچی نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ ہسپتال کے ایم ایس ڈاکٹر جامد کنبھر نے بتایا کہ بچی کو دو دن قبل ورثاء نے علاج کے لیے سول ہسپتال عمر کوٹ میں داخل کرایا تھا اور بچی میں خون کی کمی ہونے کی وجہ سے ہم نے بچی کو بچانے کی کوشش بھی کی اور ورثاء کو بچی کے بہتر علاج ومعالج کے لیے ریفر کرنے کی ہدایت بھی کی لیکن ورثاء نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ڈاکٹروں نے کوئی بھی غفلت نہیں برتی۔ (اوکھو منروپ)

چار سالہ بچی ہوائی فائرنگ سے زخمی

پشاور گزشتہ روز 6 مارچ 2017 کو تھانہ پھندو کے علاقہ خاموش کالونی میں چار سالہ بچی ہوائی گولی کا نشانہ بن کر شدید زخمی ہوگئی۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے، خاموش کالونی کے رہائشی حنیف خان نے رپورٹ درج کرائی کہ گزشتہ روز اس کی چار سالہ بیٹی سمعیہ گھر کے صحن میں موجود تھی کہ اس دوران نامعلوم سمت سے آنے والی ہوائی گولی کا نشانہ بن کر شدید زخمی ہوگئی مجروحہ کو فوری طور پر ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔ پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس)

خواتین اور بچوں پر تشدد کی مذمت

ٹنڈو محمد خان ٹنڈو محمد خان کی تحصیل بلڑی شاہ کریم میں شیخ محلہ کے رہائشی سینکڑوں افراد نے پیپلز پارٹی کے مقامی رہنما غلام نبی مگسی، یونین کونسل کے وائس چیئرمین اکرم مگسی اور دیگر کے خلاف مقامی تھانے کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا جس کی قیادت عثمان شیخ نے کی مظاہرین میں بڑی تعداد میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے اس موقع پر مظاہرین کا کہنا تھا کہ پیپلز پارٹی کے مقامی رہنما غلام نبی مگسی نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کے گھر میں داخل ہوکر خواتین اور بچوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور گھر خالی کرنے کا کہا پی پی رہنما نے گھر خالی نہ کرنے کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دی ہیں مظاہرین کا کہنا تھا کہ مزکورہ پی پی رہنما اور اس کے بھائی یونین کونسل کے وائس چیئرمین اکرم مگسی ان کے گھروں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور غریبوں کو بے گھر کرنا چاہتے ہیں مظاہرین کا کہنا تھا کہ مزکورہ پی پی رہنما ایک جرائم پیشہ شخص ہے جس کا ریکارڈ تھانے میں موجود ہے لیکن پولیس اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرتی۔

(نامہ نگار)

بچوں کا اغوا اور قتل: میاں، بیوی کو سزائے موت سنادی گئی

کراچی کراچی کی مقامی عدالت نے دو بچوں کے اغوا کے بعد ایک کو قتل اور دوسرے کو زخمی کرنے کا جرم ثابت ہونے پر میاں، بیوی کو سزائے موت سنادی۔ مجرم شاکر اور اس کی بیوی سفینہ نے مئی 2013 میں تاوان کی غرض سے شاہ فیصل کالونی سے 3 سالہ یوسف اور ایک سالہ ضامن کو اغوا کیا تھا۔ بچوں کے اغوا کا مقدمہ شاہ فیصل تھانے میں والد کی مدعیت میں درج کیا گیا، جس پر پولیس نے شاہ فیصل کالونی کے ہی ایک گھر میں کارروائی کرتے ہوئے دونوں میاں بیوی کو گرفتار کرلیا۔ کارروائی کے دوران شاکر اور سفینہ کے گھر سے یوسف کی لاش بھی برآمد کی گئی جسے تاوان نہ ملنے پر مجرمان نے قتل کر دیا تھا، جبکہ ننھا ضامن زخمی حالت میں پایا گیا۔ دونوں ملزمان پر اغوا اور قتل کی دفعات کے تحت ایڈیشنل سیشن جج ایسٹ احسن خان کی عدالت میں سماعت ہوئی۔ عدالت نے جرم ثابت ہونے پر شاکر کو سزائے موت کے ساتھ عمر قید جبکہ سفینہ کو سزائے موت کی سزا سنادی۔

(نامہ نگار)

کاروکاری کے تصور نے ایک اور جان لے لی

سانگھڑ 02-03-2017 شہداد پور کے نزدیکی گاؤں طالب چانڈیو میں ایک سال کے معصوم بیٹے کی ماں 20 سالہ لیلاں زوجہ صدام چانڈیو کو کاری قرار دے کر قتل کر کے لاش کو زرعی زمین پر پھینک کر فرار ہوگیا شہداد پور پولیس نے لاش کو اپنی تحویل میں لے کر سول اسپتال شہداد پور پوسٹ مارٹم کے لیے لے گئے جو کہ 3 گھنٹہ بعد کیا گیا پوسٹ مارٹم کے بعد مقتولہ کی لاش اس کی والدہ کے حوالے کر دیا اس موقع پر مقتولہ کے والد لال محمد چانڈیو نے بتایا کہ میری بیٹی کا ایک سال کا بیٹا ہے جبکہ اس کے شوہر صدام اور اس کے چچا زاد بھائی علی داد نے گھر میں قتل کر کے ہمارے اوپر بہت ظلم کیا ہے sho شہداد پور کا کہنا تھا کہ مسمات لیلاں کو کاروکاری کے تحت قتل کیا ہے

(ابراہیم خلجی سانگھڑ)

اساتذہ کے بچے وظیفے سے محروم

چمن ضلع قلعہ عبداللہ چمن کے پرائمری اساتذہ کے بچے کے سکالرشپ منظور ہونے کے باوجود محروم ہیں۔ جبکہ سکینڈری سکول ٹیچرز کو اسکالرشپ دیئے گئے۔ جو کہ پرائمری اساتذہ کے ساتھ ناانصافی ہے۔ اساتذہ کرام نے حکومت سے اپیل کی ہے کہ پرائمری اساتذہ کے بچوں کے لیے منظور شدہ اسکالرشپ جاری کیا جائے۔

(محمد صدیق)

بچے پڑھائی سے محروم

چمن چمن کے علاقے بائی پاس میں محلّہ حاجی اللہ کاکوزئی میں کوئی تعلیمی ادارہ نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے محلے کے درجنوں بچے تعلیم کے حصول سے محروم ہیں۔ محلے کے مکینوں نے 2001ء میں درخواست دے کر ضلع کے تمام تعلیمی آفیسروں کے سفارشات کے ہمراہ درخواست کو ڈائریکٹر سکولز کوئٹہ کو جمع کی ہے۔ لیکن تا حال کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ حاجی اللہ کے مکینوں نے حکومت سے اپیل کی ہے کہ وہ ایک پرائمری سکول کی منظوری کے لیے اقدامات اٹھائیں۔

(محمد صدیق)

پاکستان میں چائلڈ لیبر کا 'شیطانی چکر'

شمائلہ خان

اقوامِ متحدہ کے ادارہ برائے لیبر (آئی ایل او) کا کہنا ہے کہ پاکستان میں بچوں کی مشقت کے بارے میں **21** سال پرانے اعداد و شمار دستیاب ہیں جن کے مطابق ملک میں **33** لاکھ بچے مشقت کرتے تھے اور ان اعداد و شمار میں گھروں میں کام کرنے والے بچوں سمیت 'بدترین' اقسام کی چائلڈ لیبر شامل نہیں۔ سمندری ماہی گیری کو دنیا بھر میں خطرناک پیشوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے لیکن آج بھی پاکستان میں بچوں کی ایک بڑی تعداد روزگار کی خاطر سمندر کا رُخ کرتی ہے۔ ابراہیم حیدری کے واحد سرکاری ہسپتال کے اعداد و شمار کے مطابق علاقے میں ہر ماہ دو سے تین بچوں کے ڈوبنے کے واقعات پیش آتے ہیں۔ جیٹی پر صرف ایک عبدالمالک ہی نہیں بلکہ کئی اور بچے اپنے رشتہ داروں اور دیگر کشتی مالکان کے ساتھ کام میں مصروف تھے۔

صبح چھ بجے کا وقت ہے مگر کراچی کے علاقے ابراہیم حیدری میں واقع جیٹی پر مچھیروں کا ایک ہجوم موجود ہے اور کشتیوں میں بیٹھے سینکڑوں افراد سمندری مخلوقات کی صفائی اور چھانٹی میں مشغول ہیں۔

11 سالہ عبدالمالک سے میری ملاقات اسی جیٹی پر ہوئی۔ وہ کیکڑے صاف کر کے ایک ٹوکرے میں ڈالتے جا رہے تھے اور اس کام کے انھیں روزانہ دو سے تین سو روپے ملتے ہیں۔

انھوں نے بتایا کہ ان کے والد بیمار ہیں اور بڑے بھائی معذور ہیں اور گھر چلانے کی ذمہ داری اُن پر ہے۔

' گھر میں پیسہ دینا پڑتا ہے، گھر چلانا پڑتا ہے، گھر میں چھوٹا بھائی ہے، سب کو کھلانا پڑتا ہے، مجبوری میں آنا پڑتا ہے۔ کیکڑے کو چھڑانا پڑتا ہے جالی سے۔۔۔ کرتے کرتے ابھی عادت ہوگئی ہے۔ خطرناک اتنا نہیں لگتا۔ تیرنا آتا ہے۔ بس دریا پہ ٹھنڈ لگتی ہے تو زکام ہوتا ہے اس لیے کبھی کبھی بیمار ہو جاتا ہوں۔'

اقوامِ متحدہ کے ادارہ برائے لیبر (آئی ایل او) کا کہنا ہے کہ پاکستان میں بچوں کی مشقت کے بارے میں 21 سال پرانے اعداد و شمار دستیاب ہیں جن کے مطابق ملک میں 33 لاکھ بچے مشقت کرتے تھے اور ان اعداد و شمار میں گھروں میں کام کرنے والے بچوں سمیت 'بدترین' اقسام کی چائلڈ لیبر شامل نہیں۔ سمندری ماہی گیری کو دنیا بھر میں خطرناک پیشوں میں سے ایک سمجھا جاتا ہے لیکن آج بھی پاکستان میں بچوں کی ایک بڑی تعداد روزگار کی خاطر سمندر کا رُخ کرتی ہے۔ ابراہیم حیدری کے واحد سرکاری ہسپتال کے اعداد و شمار کے مطابق علاقے میں ہر ماہ دو سے تین بچوں کے ڈوبنے کے واقعات پیش آتے ہیں۔ جیٹی پر صرف ایک عبدالمالک ہی نہیں بلکہ کئی اور بچے اپنے رشتہ داروں اور دیگر کشتی مالکان کے ساتھ کام میں مصروف تھے۔

یہ بچے کشتی مالکان کے ساتھ سمندری مخلوقات جیسے مچھلی، جھینگے، کیکڑے وغیرہ پکڑنے کے لیے علی الصبح سمندر میں جاتے ہیں اور روشنی نکلنے سے پہلے واپس جیٹی پہنچتے ہیں۔ ان تمام ماہی گیروں کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کا مال دس سے 12 بجے کے درمیان صاف ہو جائے تاکہ وہ اسے پیش کر کے بیوپاریوں سے بھاؤ طے کر سکیں۔

اس کام میں بغیر کسی سخت محنت کے اگر کسی کو منافع پہنچتا ہے تو وہ بیوپاری ہیں جو یہ مال منڈی میں فروخت کرتے ہیں۔

اس سوال پر کہ بچوں کو اس محنت طلب اور خطرناک کام میں کیوں استعمال کیا جاتا ہے، ناصر نامی ایک بیوپاری کا کہنا تھا کہ 'بچہ ہوگا تو سمجھ لو اسے تین سے چار سو روپے دے کر ہم جان چھڑا لیتے ہیں۔ اگر 20 / 25 سال کی عمر کا ایک لڑکا بیٹھا ہے تو اُس کو 1000 روپے دینا پڑے گا۔ ایک ہزار روپے میں تین بچے کیکڑے چھڑا سکتے ہیں۔ ہماری بھی بچت ہے، مالک کی بھی بچت ہے اور بچہ بھی خوش ہو گیا۔'

اس 'سی فوڈ' کی پروسیسنگ اور پیکنگ کا عمل علاقے میں قائم کارخانوں میں کیا جاتا ہے اور پھر اسے بیرونِ ملک برآمد کر دیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ پاکستان سے برآمد کیے جانے والے سی فوڈ سے ملکی خزانے کو گذشتہ برس 324 ملین ڈالرز کی آمدنی ہوئی لیکن اس کا اثر ماہی گیروں اور ان کے بچوں کی زندگی پر نظر نہیں آتا۔

ملکی قوانین کے مطابق سکول کے اوقات میں کارخانوں میں بچوں سے محنت مشقت لینے پر پابندی کے باوجود اطلاعات ہیں کہ گھروں اور کارخانوں میں چھپ کر بچوں سے یہ کام کروایا جاتا ہے اور پابندیوں کے خوف کی وجہ سے فیکٹریوں میں میڈیا کے داخلے کی ممانعت ہے۔

تاہم محکمہ لیبر سندھ کا اصرار ہے کہ وہ فیکٹریوں میں بچوں کے حقوق سے متعلق قوانین پر سختی سے عمل درآمد کرواتا ہے۔

فشریز میں کام کرنے والے بچوں سے متعلق کوئی سرکاری اعداد و شمار موجود نہیں لیکن غیر سرکاری تنظیموں کا اندازہ ہے کہ سندھ میں پانچ لاکھ بچے اس پیشے سے وابستہ ہیں۔

ماہی گیروں کی ایک بڑی تعداد بنگالی اور برمی تارکینِ وطن کے بچوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے اکثر کے پاس کوئی قانونی دستاویز موجود نہیں لیکن صوبہ سندھ کے وزیر برائے فشریز اینڈ لائیو سٹاک محمد علی ملکانی کہتے ہیں کہ شناختی دستاویز کے بغیر کسی شخص کو ماہی گیری کی اجازت نہیں۔

'اگر کوئی شخص غیر قانونی کام کر رہا ہے تو بالکل کر رہا ہوگا لیکن ہمارے ڈیپارٹمنٹ کی نظر میں، لیبر ڈیپارٹمنٹ کی نظر میں یا ہماری دیگر (متعلقہ) ایجنسیز کی نظر میں آئے گا تو جو آدمی اس کام کو کراتے ہیں ان کے خلاف ضرور ایکشن لیا جائے گا۔ ہم صرف انھیں اجازت دے رہے ہیں جن کا شناختی کارڈ بنا ہوا ہے تو اب یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ آدمی جا سکے۔'

مچھلی پکڑنے کی غرض سے گہرے پانیوں میں بچوں کو بھیجنے کے سوال پر ان کا دعویٰ تھا کہ 'اب یہ ممکن نہیں ہے کہ کشتیوں پر بچے سمندر میں جا سکیں۔'

ماہرین کہتے ہیں کہ بچوں سے لی جانے والی سستی محنت کا فائدہ، کشتی کے مالک اور بیوپاری سے لے کر اُن سب کو پہنچتا ہے جو سی فوڈ برآمد کرتے ہیں اور بچوں سے محنت و مشقت لینے کے شیطانی چکر کو ختم کرنے کے لیے معاشی غربت کو جڑ سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

(بشکریہ بی بی سی اردو)

☆☆☆

سیاسی اختلاف رائے سے توہین مذہب نہیں ہوتی

رضا رومی

گزشتہ ہفتے وفاقی تحقیقاتی ادارے ایف آئی اے نے ایک عجیب وغریب اعلان جاری کیا جس میں شہریوں سے کہا گیا تھا کہ وہ سوشل میڈیا پر مذہب کی اہانت کرنے والے افراد کے خلاف شواہد فراہم کریں۔ اس اشتہار میں یہ بھی کہا گیا کہ ایسے افراد اسلام کے دشمن ہیں۔ ایک ایسے ملک میں جہاں توہین مذہب کے قوانین کو ذاتی تنازعات نمٹانے کے لیے وسیع پیمانے پر غلط استعمال کیا گیا ہے اور جہاں یہ قوانین معاشرے کے کمزور طبقات کے لیے ایک دھمکی میں تبدیل ہو چکے ہیں، کسی سرکاری ادارے کی طرف سے ایسا اقدام بہت خطرناک ہے۔ یہ بات مزید تشویش کا باعث ہے کہ ایک جمہوری حکومت میں اس طرح کا اعلان کیا گیا ہے۔

گزشتہ چند دنوں میں اسلام آباد ہائیکورٹ کو توہین مذہب کے مباحث کو ہوا دینے کے مورچے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ گزشتہ ہفتے اسلام آباد ہائیکورٹ کے جج جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے سوشل میڈیا پر مذہبی اہانت پر مبنی مواد روکنے کے بارے میں ایک درخواست کی سماعت کرتے ہوئے ریمارکس دیے کہ اس طرح کی توہین میں ملوث افراد دہشت گردی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ انہوں نے خبردار کیا کہ اگر ایسے سوشل بک پیجز کے خلاف فوری اقدام نہ کیا گیا تو نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے پیروکاروں کا صبر جواب دے جائے گا اور کئی ممتاز قادری منظر عام پر نمودار ہو جائیں گے۔

اسلام آباد ہائیکورٹ نے حکومت کو حکم دیا کہ انٹرنیٹ پر توہین مذہب کرنے والوں کے خلاف تحقیقات شروع کی جائیں۔ عدالت عالیہ نے یہ بھی کہا کہ اگر سوشل میڈیا نیٹ ورک پاکستانیوں کی اکثریت کے لیے قابل اعتراض سمجھے جانے والے مواد کو روکنے میں ناکام رہے تو سوشل میڈیا پر پابندی عائد کر دی جائے۔ بعد ازاں ایف آئی اے نے ایک جج کی کردارکشی کے بارے میں شکایات کی تحقیق کرتے ہوئے وزیر داخلہ کو رپورٹ کیا کہ فیس بک کی انتظامیہ نے ایسی مبینہ مہم چلانے والے افراد کے بارے میں معلومات فراہم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر متعلقہ وزیر نے ہدایت دی کہ اس معاملے پر حکمت عملی وضع کی جائے، مقبول عام سوشل میڈیا اداروں مثلاً فیس بک، ٹویٹر اور وٹس ایپ کی انتظامیہ سے رابطہ کیا جائے تا کہ ان ویب سائٹس کے پاکستان میں مقامی ورژن متعارف کرائے جا سکیں اور ان سوشل میڈیا سائٹس پر مبینہ جعلی، نفرت انگیز اور توہین آمیز مواد پر پابندی کو عملی جامہ پہنایا جا سکے۔

تاریخی طور پر پاکستان کی ریاست کا اختلاف رائے کرنے والے شہریوں کے ساتھ رویہ متنازع رہا ہے۔ حکومت نے بارہا ریاست کی پالیسیوں پر تنقید کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کی ہے۔ ایسے افراد کو ڈرانے دھمکانے کی ایک روایت بھی ہمارے ہاں موجود رہی ہے۔ گزشتہ عشرے کے دوران ریاست نے نہ صرف اختلاف رائے کو کچلنے پر زور دیا بلکہ ایسے افراد کو دوسروں کے لیے عبرت ناک مثال بنانے کی بھی کوشش کی۔ اسے تاریخی اتفاق ہی کہنا چاہیے کہ اختلاف رائے کی حوصلہ شکنی کرنے کا یہ رجحان ملک میں الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا کی آمد کے ساتھ جڑ گیا ہے۔ ریاست اور عسکریت پسند گروہوں نے مذہبی انتہا پسندی کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف منظم مہم چلائی ہے۔ ریاست اور مذہبی گروہوں میں غیر شفاف تعلقات پر تنقید کرنے والے بھی نشانہ بنائے گئے ہیں اور ایک خاص پہلو یہ کہ سیاست اور قومی سلامتی کے معاملات میں فوج کے کردار پر بات کرنے والوں کو دباؤ کا سامنا رہا ہے۔

رواں برس جنوری میں پنجاب کے تین مختلف شہروں سے کم از کم پانچ بلاگرز کو اغوا کیا گیا۔ یہ پانچوں واقعات باہم مربوط تھے۔ کہا یہ گیا کہ یہ افراد گم ہو گئے ہیں۔ تین ہفتے تک غیر قانونی حراست میں رہنے کے بعد یہ لوگ واپس لوٹ آئے۔ اس دوران میں ٹیلی ویژن اور سوشل میڈیا پر گمشدہ بلاگرز کو توہین مذہب کا مرتکب قرار دینے کی ایک منظم مہم چلائی گئی تا کہ رائے عامہ کی نظر میں ان افراد کو اسلام اور پاکستان کا دشمن قرار دیا جا سکے۔ ان افراد کی رہائی کے لیے آواز اٹھانے والے ہر شخص کو بھی غدار قرار دیا گیا اور توہین مذہب کا حامی قرار دے کر سخت اقدامات کی دھمکی دی گئی۔

حقیقت یہ ہے کہ ان بلاگرز میں سے زیادہ تر سے فوج کی پالیسیوں پر تنقید کرنے اور مذہب کے غلط استعمال کی مخالفت کرنے کا گناہ کبیرہ سرزد ہوا ہے۔ ان افراد کی گمشدگی پر کسی کو جوابدہ نہیں ٹھہرایا گیا۔ اپنی رہائی کے کچھ ہفتے بعد ایسے ایک بلاگر وقاص گورایا نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے اپنے مبینہ اغوا کاروں کے خلاف سنگین الزامات عائد کیے۔ ریاست نے ان الزامات کی تردید کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔ ایک انتہائی قابل تشویش امر یہ ہے کہ اہانت مذہب کے مبینہ طور پر مرتکب افراد کے خلاف مہم میں لال مسجد والے عناصر بھی شامل ہو گئے ہیں۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں 2007ء میں فوجی افسروں کو شہید کیا گیا تھا۔ پچھلے کئی برسوں سے پاکستان میں عسکری اور سیاسی قیادت کے جہاد کے بارے میں موقف تبدیل ہونے کی خبریں آتی رہی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا لال مسجد کو اب بھی کسی کی سرپرستی حاصل ہے؟

سوشل میڈیا ہماری عصر دنیا کی ایک حقیقت ہے۔ اسے کسی اخبار یا ٹیلی ویژن چینل کی طرح بند نہیں کیا جا سکتا۔ عالمی سطح پر سوشل میڈیا شہری صحافت کے لیے شاہراہ کے طور پر کام کر رہا ہے اور ان مسائل کو سامنے لاتا ہے جنہیں باقاعدہ صحافتی ادارے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بنیادی نقطہ یہ ہے کہ ہم معاشرے میں مختلف طرح کی آرا کو سامنے آنے سے روکنا کیوں چاہتے ہیں۔ اگر ریاست کو اس طرح کے موقف سے اختلاف ہے تو اس کی تردید کی جانی چاہیے اور قابل مواخذہ معاملات پر قانونی چارہ جوئی کرنی چاہیے۔ اس وقت پاکستان میں ایسا لگتا ہے کہ انتہا پسندوں کو سوشل میڈیا پر اپنا موقف پیش کرنے کی کھلی چھٹی ہے۔ ٹیلی ویژن پر ان عناصر کے حامیوں کو پوری جگہ دی جاتی ہے لیکن انتہا پسندی کی مخالفت کرنے والوں کو خطرہ قرار دیا جاتا ہے۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ فیس بک کی انتظامیہ پر اس معاملے میں تعاون کرنے سے انکار کا الزام زور وشور سے عائد کیا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فیس بک قابل اعتراض مواد پر باقاعدگی کے ساتھ اقدامات کرتا رہا ہے 2016ء کے پہلے چھ ماہ میں پاکستان ٹیلی کام اتھارٹی کی درخواست پر فیس بک نے کم از کم پچیس پیجز کو اس الزام میں بند کیا کہ وہ مبینہ طور پر توہین مذہب، قومی پرچم کی بے حرمتی اور قومی خودمختاری کے خلاف مواد شائع کر رہے تھے۔ اطلاعات کے مطابق فیس بک کی انتظامیہ نے پاکستانی حکومت کے خدشات پر بات چیت کے لیے اپنا ایک وفد پاکستان بھیجنے کا اعلان کیا ہے۔

ریاست کا یہ فرض ہے کہ وہ توہین مذہب کے قوانین کے غلط استعمال کو روکے لیکن ریاست تو ان معاملات میں خود فریق بن رہی ہے۔ کیا توہین مذہب کے یہ الزامات خوف وہراس کی فضا پیدا کرنے کی حکمت عملی ہیں۔ معروف صحافی حامد میر نے حال ہی میں بتایا ہے کہ توہین مذہب کے الزامات عائد ہونے کے بعد سے انہوں نے انسانی حقوق کے معاملات پر تبصرہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔ 2014ء میں حامد میر پر ایک قاتلانہ حملے کے بعد اٹھنے والے مباحث میں جیو ٹیلی ویژن نیٹ ورک پر بھی توہین مذہب کے الزامات عائد کیے گئے تھے۔

ریاست اس طرح کا رویہ اختیار کر کے قوم کی خدمت نہیں کر رہی۔ توہین مذہب کا نقارہ بجاتے رہنے سے عوام میں تعصب پیدا ہوتا ہے۔ خاص طور پر پاکستان کی پیچیدہ تاریخ سے ناواقف نوجوان ذہنوں پر تباہ کن اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایک طرف ہمارے سیاسی اور عسکری رہنما انتہا پسندی کے خلاف تواتر کے ساتھ بیانات جاری کرتے ہیں اور دوسری طرف انتہا پسندی کی دلدل کو مزید گہرا کیا جا رہا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ وزیر اعظم نواز شریف توہین مذہب کے قوانین پر دوٹوک موقف اختیار کریں۔ انہیں دائیں بازو کے مذہبی عناصر کی بالواسطہ حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہیے۔ انہیں اب بھی مودی کا یار اور سکیورٹی رسک قرار دیا جا رہا ہے اور ہم سب جانتے ہیں کہ اس طرح کے الزامات وزیر اعظم پر کیوں لگائے جاتے ہیں۔ وزیر اعظم کو بھی جاننا چاہیے کہ توہین مذہب کی اصطلاح اچھالنے سے مشتعل ہجوم اور انتہا پسند عناصر کو قانون ہاتھ میں لینے کی تحریک ملتی ہے۔

پاکستان کو ایک قومی ریاست میں ڈھلنا چاہیے اور کسی ایک فرقے یا مسلک کے ہاتھوں یرغمال نہیں بننا چاہیے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کو سیاسی دائرے میں گھسیٹنے کے بعد قومی ریاست کی بنیادیں غبار آلود ہو جاتی ہیں۔ ہمیں ماننا چاہیے کہ مذہبی پیشوا مختلف مسالک کے عقائد کے بارے میں اپنی ایک سوچ رکھتے ہیں۔ پاکستان کے شہریوں کو اپنی حکومت پر تنقید کرنے کا حق حاصل ہے۔ ایسی تنقید کو توہین مذہب قرار نہیں دینا چاہیے۔

(بشکریہ ہم سب)

تعلیم

سکول چاردیواری سے محروم

چمن چمن کے گاؤں حاجی عبداللہ خان نے دامان چمن جو پینتالیس سال پہلے قائم کیا گیا ہے لیکن سکول تاحال چاردیواری سے محروم ہے۔ محلے کے مکینوں نے کئی بار اعلیٰ حکام کو آگاہ بھی کیا ہے کہ چاردیواری نے ہونے سے سکول محفوظ نہیں ہے۔ جس پر حکومت کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

(محمد صدیق)

سرکاری سکولوں کی بندش کیخلاف ریلی

حیدرآباد 9 مارچ کو پولیس کونسل پاکستان ضلع حیدرآباد نے سندھ بھر کے 2 ہزار سے زائد سکول نہ کھولنے اور دوہرے معیارِ تعلیم کے خلاف احتجاجی ریلی نکالی اور پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کیا۔ بعدازاں علامتی بھوک ہڑتال کی گئی۔ تنظیم کے رہنما نواب خان سومرو نے خود کو احتجاجاً آہنی پنجرے میں قید کرکے انوکھا احتجاج کیا۔ ڈاکٹر لکھراج، شہرین شورو، نثار چانڈیو اور امرشی ٹھاکر نے ایچ آر سی پی کو بتایا کہ کونسل سندھ میں بہتر تعلیم کے لیے مسلسل جدوجہد کررہی ہے۔ ایک سروے کے مطابق سندھ میں اس وقت دو ہزار سے زائد سکول بند ہیں۔ اس جدید دور میں ہمارے بچے جو پاکستان کا مستقبل ہیں تعلیم سے محروم ہیں۔ غریب لوگ پرائیویٹ سکولوں میں اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلوا سکتے اس لیے تمام بند سرکاری سکول کھولے جائیں تاکہ ملک سے جہالت کا خاتمہ ہوسکے۔

(لالہ عبدالحلیم)

پنجاب یونیورسٹی کے خلاف ہتکِ عزت کے مقدمے میں 17 سال بعد طالبہ کی جیت

لاہور پاکستان میں نظامِ عدل سے انصاف کے حصول میں وجیہہ عروج کو سترہ برس کا عرصہ لگ گیا۔ اب بھی شاید فیصلہ حتمی نہیں ہے۔ پاکستان اور کینیڈا کی دوہری شہریت رکھنے والی وجیہہ عروج نے سترہ برس قبل پنجاب یونیورسٹی لاہور کے خلاف ایک دیوانی عدالت میں ہتکِ عزت کا دعوٰی کیا تھا۔ اس ماہ کی آٹھ تاریخ کو لاہور کی ایک اپیلیٹ عدالت نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کی اپیل کو مسترد کرتے ہوئے لاہور کی دیوانی عدالت میں دائر وجیہہ عروج کی درخواست پر وجیہہ کے حق میں آنے والے فیصلے کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے۔ درخواست میں وجیہہ عروج نے دعوٰی کیا تھا کہ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے انہیں ایم اے انگریزی کے ایک پرچے میں غلط طور پر غیر حاضر ظاہر کرکے پورے امتحان میں فیل قرار دے دیا تھا۔ ان کے اس اقدام سے نہ صرف معاشرے میں ان کی ہتک ہوئی بلکہ یونیورسٹی کے عملے کی طرف سے مبینہ طور پر ان کی کردار کشی بھی کی گئی۔ ان کا دعوٰی تھا کہ یونیورسٹی کے ایک کلرک نے ان کی موجودگی میں ان کے والد سے یہ کہا تھا کے 'آپ کو کیا معلوم کہ آپ کی بیٹی کیا کرتی رہی تھی۔' تاہم عدالتی فیصلے میں کہا گیا تھا کہ وجیہہ عروج کی جانب سے یونیورسٹی کے اس کلرک کے خلاف انفرادی طور پر کارروائی کرنے کا نہیں کہا گیا اور نہ ہی اس جملے کی مزید وضاحت میں شواہد سامنے آسکے۔ گذشتہ سال لاہور کی ایک دیوانی عدالت نے وجیہہ عروج کی درخواست کو نمٹاتے ہوئے، ان کے مؤقف کو صحیح مانتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی کو انہیں 8 لاکھ روپے ہرجانہ ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔ تاہم اس فیصلے کے خلاف یونیورسٹی نے اپیل دائر کردی تھی۔ کئی برسوں تک عدالتوں کے چکر کاٹنے کے بعد رواں ماہ عدالتی فیصلہ وجیہہ عروج کے حق میں آتو گیا ہے مگر اب ان کی عمر 21 برس نہیں بلکہ 38 برس ہے اور ان کے سامنے پاکستان کی سول سروس میں شمولیت کے نہ پورے ہونے والے خواب ہیں۔ اب وہ پچھلے دس سال سے کینیڈا کے شہر کنگسٹن میں اپنے خاوند اور تین بچوں کے ساتھ مقیم ہیں۔ ان کی بڑی بیٹی کی عمر چودہ برس ہے۔ آج سے سترہ برس قبل وہ لاہور میں ایم اے انگریزی کی طالبِ علم تھیں جب پنجاب یونیورسٹی لاہور نے پہلے سال کے امتحانات کے ایک پرچے میں غیر حاضر قرار دے کر انہیں فیل کردیا تھا جو کہ بعدازاں عدالت میں غلط ثابت ہوا۔ ایک طرف فیل ہونے کا دھچکہ تو دوسری طرف یونیورسٹی کی جانب سے پرچے سے غیر حاضری کے غلط بیان نے وجیہہ عروج کو ایک خطرناک صورتحال سے دوچار کردیا۔ انہیں لوگوں کی طرف سے اپنے کردار کے حوالے سے سوالات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ کینیڈا سے بی بی سی سے بات کرتے ہوئے وجیہہ عروج نے بتایا کہ جب ان کے سامنے یونیورسٹی کے کلرک نے ان کے والد سے ان سے یہ کہا کہ 'آپ کو کیا پتہ کہ آپ کی بیٹی نے پرچہ دیا بھی تھا یا وہ کہیں اور تھی' تو ان کا سر شرم سے جھک گیا۔ 'وہ سوال تیر کی طرح لگے مجھے۔ میرے والد صاحب کو مجھے بتاتے ہوئے پسینہ آرہا تھا اور مجھے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ میں کہاں چلی جاؤں۔'' میں اتنا زیادہ ڈپریشن میں گئی کہ دو دن تک رو رو کے میری حالت بری ہوگئی۔ اپنے تعلیمی کیریئر میں میں کبھی فیل نہیں ہوئی تھی۔ مجھے پتہ تھا کہ میں نے کیسا پرچہ دیا تھا۔ بہت زیادہ اچھا نہیں تو وہ اتنا ضرور تھا کہ میں آرام سے پاس ہوجاتی۔ وجیہہ عروج کا کہنا تھا کہ ان ابتدائی دنوں میں وہ اس قدر ذہنی اذیت کا شکار ہوئیں کہ ایک مرتبہ ان کے ذہن میں خودکشی کرنے کا خیال بھی آیا۔' پھر اپنی امی جو کہ پہلے ہی سے بہت علیل تھیں ان کو مزید دکھ نہ دینے کا سوچ کر میں اس انتہائی قدم اٹھانے سے باز رہی۔' ان کا کہنا تھا ان کے خاندان کے افراد نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ جب انھوں نے اپنے والد صغیر محمد خان جو کہ خود ایک جج رہ چکے ہیں کی پیروی میں ہائی کورٹ لاہور میں یونیورسٹی کے دعوے کو چیلنج کیا تو تقریباً چار ماہ بعد یونیورسٹی کے اس وقت کے افسران ان کا پرچہ بھی ڈھونڈ کر لے آئے اور انہیں پاس بھی کردیا گیا۔ تب تک ان کا کافی نقصان ہوچکا تھا۔ ان چار ماہ کے دوران ان کو جس اذیت سے گزرنا پڑا اور ان کی جو کردار کشی یا ہتک کی گئی اس کے لیے نہ تو تب اور نہ پھر کبھی یونیورسٹی نے ان سے معزرت کی۔ لہٰذا سنہ 2000 میں انھوں نے پنجاب یونیورسٹی لاہور کی خلاف پچیس لاکھ روپے کا ہرجانے کا دعوٰی کردیا۔ یونیورسٹی اس کے خلاف ہائی کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ آف پاکستان تک گئی مگر ہر جگہ سے اس کی اپیل مسترد ہوتی رہی۔ بالآخر سن 2016 میں دیوانی عدالت نے وجیہہ عروج کے حق میں فیصلہ دیا۔ تاہم عدالت نے ہرجانے کی رقم 25 لاکھ سے کم کرکے آٹھ لاکھ تک کردی۔ پنجاب یونیورسٹی نے اس فیصلے کو پھر سے اپیل کورٹ میں چیلنج کیا جس کا فیصلہ رواں ماہ میں پھر سے ان کے خلاف آیا۔ تاہم اب بھی یونیورسٹی اس فیصلے کو چیلنج کرنے کا حق رکھتی ہے۔ بی بی سی سے بات کرتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی کے ترجمان خرم شہزاد کا کہنا تھا کہ جیسے ہی ان کو عدالتی فیصلے کی کاپی وصول ہوتی ہے تو وہ دیکھیں گے کہ اگر طالبہ حق پر ہے تو وہ لازماً عدالتی حکم پر عملدرآمد کریں گے۔ تاہم اگر ان کو لگا کہ اس میں یونیورسٹی حق پر ہے تو وہ اس کو اگلے فورم پر کنٹسٹ کریں گے۔

(بشکریہ بی بی سی)

اسلام آباد میں مدارس کی تعداد اسکولوں سے زیادہ

اسلام آباد وفاقی حکومت پچھلے 4 برس میں نئے اسکول بنانے میں ناکام رہی ہے جبکہ اسی اثنا میں مدارس کی تعداد اسکولوں سے زیادہ ہوگئی ہے۔ ایک سروے کے مطابق وفاقی دارالحکومت میں مدارس کی تعداد 374 ہے، جن میں سے متعدد مدارس کا اندراج نہیں ہے۔ وفاقی دارالحکومت کی انتظامیہ کی جانب سے کیے جانے والے سروے میں یہ بات سامنے آئی کہ حکومت کا اکثر مدارس پر کوئی اثر و رسوخ نہیں ہے، جبکہ بیشتر رجسٹرڈ بھی نہیں ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مذہبی درسگاہیں تعداد میں وفاقی دارالحکومت میں موجود اسکولوں کی تعداد سے زیادہ ہیں، مدارس کی تعداد 374 جبکہ اسکولوں کی تعداد 348 ہے، تاہم ان اسکولوں کی تعداد میں عام طور پر کالج تصور کیے جانے والے اعلی ثانوی تعلیمی ادارے شامل نہیں ہیں، ان اعلی ثانوی تعلیمی اداروں کی تعداد 43 ہے۔ اسلام آباد کے نئے رہائشی سیکٹر جی-13 اور جی-14 میں کوئی بھی سرکاری اسکول نہیں جبکہ اس علاقے میں مدارس قائم ہیں۔ فیڈرل ڈائریکٹریٹ آف ایجوکیشن کے ایک اہلکار نے تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ ہم پچھلے کچھ سال میں کوئی بھی اسکول تعمیر نہیں کرسکے۔ وفاقی دارالحکومت کی انتظامیہ کے ایک اہلکار نے کہا کہ شہر کے مختلف علاقوں میں 2013 سے اب تک کئی نئے مدارس قائم ہو چکے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ 6 مدارس جن میں سے ایک غیر قانونی ہے، پچھلے کچھ عرصہ میں قائم ہوئے ہیں۔ دینی تعلیمی داروں کے حوالے سے مزید تفصیلات بتاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس وقت اسلام آباد میں 4 مکاتب فکر مدارس چلا رہے ہیں، جن میں دیوبند مکتبہ فکر سرفہرست ہے، اس کے ساتھ بریلوی، اہل حدیث اور اہل تشیع مکتبہ فکر کے مدارس بھی قائم ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ ان 374 مدارس میں 25 ہزار سے زائد طلبا و طالبات تعلیم حاصل کررہے ہیں، جن میں سے 12 ہزار اسلام آباد جبکہ باقی طالب علم دوسرے شہروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ملک میں آنے والی دہشتگردی کی نئی لہر کے بعد وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان کی ہدایت پر یہ سروے کیا گیا تھا۔ سروے دو مراحل میں کیا جارہا ہے، پہلے مرحلے میں مدارس کی قانونی حیثیت کے بارے میں معلومات جمع کی گئیں کہ کتنے مدارس رجسٹرڈ ہیں جبکہ کون سے مدارس رجسٹریشن کے بغیر قائم ہیں۔ دوسرے مرحلے میں کیپٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) ان مدارس کی تعمیرات کے قانونی یا غیر قانونی ہونے کا تعین کرے گی اور سی ڈی اے ان مدارس کی زمین کا رقبہ، تعمیراتی پلان اور اس کی خلاف ورزی کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرے گی۔ ذرائع کے مطابق پہلا مرحلہ ختم ہو چکا ہے جبکہ دوسرے مرحلے کا کام اختتام پر ہے، یہ بتایا گیا ہے کہ اس سروے کا مقصد 1980 سے جاری ان غیر قانونی مدارس میں اضافے کو روکنا ہے جو کہ زیادہ تر وفاقی دارالحکومت کے پسماندہ علاقے میں ہیں۔ ذرائع کے مطابق غیر قانونی مساجد بھی اسلام آباد میں موجود ہیں، مقامی انتظامیہ کی جانب سے ہدایت ملنے کے بعد ڈائریکٹر بلڈنگ کنٹرول شفیع مروت کی سربراہی میں جمعہ کو ایک اجلاس ہوا۔ اجلاس میں شریک ہونے والے ایک اہلکار نے ڈان نیوز سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ مدارس کے تعمیراتی پلان اور ان کے رقبہ کے بارے میں جانچ پڑتال کے عمل کو پورا کرنے کے لیے ٹیمیں تشکیل دے دی گئی ہیں۔ رابطہ کرنے پر ڈائریکٹر بلڈنگ کنٹرول شفیع مروت نے پلان کی معلومات کو فراہم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ آج مدارس کے حوالے سے ایک اجلاس بلایا گیا تھا لیکن اس وقت میں آپ سے اس کی معلومات نہیں بتا سکتا۔ دوسری جانب فیڈرل ڈائریکٹوریٹ آف ایجوکیشن کے اہلکار نے بتایا کہ حکومت کا وزیر اعظم تعلیمی نظر ثانی پروگرام عدم توجہ کا شکار ہے جبکہ اسلام آباد میں نئے اسکول کھولنے پر کوئی توجہ نہیں ہے، ان کے مطابق دارالحکومت میں نئے اسکول تعمیر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ تاہم وزارت کیڈ کے ایک اہلکار کے مطابق آئندہ سال آنے والے بجٹ میں پانچ نئے اسکولوں کی تعمیر منظور ہو چکی ہے، جن میں سے جی 13 سیکٹر میں ایک جبکہ جی 14، مارگلہ ٹاؤن اور پاکستان ٹاؤن میں ایک ایک اسکول تعمیر ہوگا۔ انہوں نے مزید کہا کہ 2014 میں منظور شدہ 5 نئے پرائمری اسکولوں کی تعمیر کے حوالے سے فنڈز حاصل کرنے کے لیے کوششیں کی جارہی ہیں۔ (بشکریہ ڈان)

پڑھنے لکھنے کا خواب ادھورا رہ گیا

لاہور میں نے تو ڈاکٹر بننے کا خواب دیکھنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ میرا یہ خواب اس وقت ٹوٹ گیا جب میرا اسکول بغیر بتائے بند کردیا گیا۔ ہم سکول جاتے مگر اساتذہ نہیں آتے، کئی دن ایسا چلتا رہا اور آخر کار سکول بند کر دیا گیا۔ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی مجھے نہیں بتایا کہ کیا میں کبھی سکول جا سکوں گی یا نہیں۔ اب تو میری سکول جانے کی عمر بھی نکلتی جارہی ہے۔ 14 سالہ غزالہ چوتھی جماعت میں تھیں جب ان کے گاؤں رام نگر میں قائم لڑکیوں کا سرکاری سکول بند کردیا گیا۔ اس علاقے کی لڑکیوں کے لیے یہ واحد سکول تھا جسے انتظامیہ نے آٹھ برس پہلے بند کردیا۔ پہلے سے خستہ حال سکول کی عمارت اب ایسے ڈھانچے کی مانند ہے جو کسی وقت بھی مکمل منہدم ہو جائے گی۔ گاؤں کی لگ بھگ تمام لڑکیاں ہی اب سکول کی سہولت سے محروم ہیں۔ غزالہ کا شمار ان ڈھائی کروڑ بچوں میں ہوتا ہے جن کے پڑھنے لکھنے کا خواب ادھورا رہ گیا۔ ان میں بیشتر کو تو سکول کا منہ کبھی دیکھنا نصیب ہی نہیں ہوا اور بعض کے علاقے میں سکول نہ ہونا یا غربت کی وجہ سے سکول کی فیس کا نہ ہونا ان پڑھ رہنے کی وجہ بن رہی ہے۔ پاکستان کے آئین کے مطابق تعلیم حاصل کرنا ہر بچے کا بنیادی حق ہے اور مہیا کرنا حکومت کا فرض۔ تعلیم تو ایک شعبہ ہے تاہم شہریوں کی تمام تر بنیادی سہولیات مہیا کرنے کے سلسلے میں مردم شماری اہم کردار ادا کرتی ہے۔ شہریوں کی زندگی بہتر بنانے کے لیے منصوبہ بندی میں سنجیدہ ریاستیں ہر دس برس کے وقفے کے بعد مردم شماری کراتی ہیں تا کہ اندازوں کی بجائے آبادی کا صحیح تناسب معلوم کیا جاسکے۔ لیکن پاکستان میں مردم شماری ہمیشہ سیاست کی نظر ہوتی رہی ہے۔ اسی وجہ سے 1998 کے بعد یعنی 19 برس کی تاخیر سے اور وہ بھی سپریم کورٹ کی مداخلت کے بعد آج بدھ کو پاکستان میں مردم شماری کرنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ اس سلسلے میں بی بی سی سے بات کرتے ہوئے تعلیم کے لیے کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیم الف اعلان کے سربراہ مشرف زیدی نے کہا ہم آج تک یہ جان ہی نہیں پائے کہ پاکستانی ریاست کے مقاصد ہیں کیا۔ کیا ہم نے جنگیں لڑنا ہے یا ان سے بچنا اس ریاست کے قیام کا مقصد ہے؟ یا اس ملک میں رہنے والے لوگوں کی بہتری کے لیے کام کرنا ریاست کا مقصد ہے؟ انہوں نے مزید کہا کہ مردم شماری حکومت کے لیے ایک بہت بڑا موقع ہے کہ وہ یہ معلوم کرسکیں کہ تعلیم سمیت شہریوں کی دیگر بنیادی ضروریات ہیں کیا اور ان کے منصوبہ بندی کیسے کی جائے۔ اگر ہم صرف تعلیم کے حوالے سے بات کریں تو حکومت کو یہ معلوم ہی نہیں کہ ملک میں غیر تعلیم یافتہ افراد کا تناسب ہے کیا؟ ملک کے دیہات یا شہروں میں کتنی آبادی ہے اور کتنے سکولز کالجز درکار ہیں۔ کتنے تکنیکی ادارے، موصلاتی نظام، بے گھروں کے لیے گھر، یہ سب وہ بنیادی ضروریات ہے جنھیں پورا کرنے کے لیے مردم شماری اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس سلسلے میں سابق وزیر خزانہ عمر ایوب خان نے کہا کہ سیاسی جماعتیں اپنے ذاتی سیاسی مفادات کے لیے اب تک مردم شماری کی راہ میں رکاوٹیں حائل کرتی آئیں ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ملک بھر میں آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ چاروں صوبوں میں آبادی کتنی بڑھی ہے۔ پھر اس آبادی میں سندھی، پشتون، بلوچی یا پنجابی کتنے ہیں۔ کہاں ہمیں میگا پروجیکٹس چاہیے۔ مرد اور عورت کا تناسب کیا ہے۔ یہ سب وہ معلومات ہے جس کے حاصول کے بعد ہی وسائل کو بہتر طریقے سے شہریوں کے مفاد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بدھ سے جاری پاکستان کی تاریخ کی سب سے بڑی قومی مردم شماری کا مرحلہ دو ماہ تک جاری رہے گا۔ اس میں ایک لاکھ سے زیادہ سرکاری اور دو لاکھ سے زیادہ فوجی اہلکا حصہ لے رہے ہیں۔ (بشکریہ بی بی سی اردو)

صحت

صفائی کا ناقص بندوبست

کمالیہ کمالیہ کے محلّہ چاہ لال والا میں جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں جبکہ نالیوں کی صفائی نہ ہونے کی وجہ سے گندا پانی گلیوں اور بازاروں میں جمع رہتا ہے جس کے باعث شہریوں کو آمد و رفت میں شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے محلے میں رہائش پذیر حاجی رفیق، یعقوب، ملک فیاض، گل شیریں، طیب، زاہد، پروین بی بی، زاہدہ بی بی، شمائلہ و دیگر نے کہا کہ گندگی سے اٹھنے والے تعفن کے باعث ان کے لیے سانس لینا بھی محال ہو جاتا ہے جبکہ مچھروں کی افزائش میں تیزی کے باعث مہلک امراض بھی پھیل رہی ہیں، متعدد بار توجہ دلانے کے باوجود میونسپل کمیٹی کے حکام نے اصلاح احوال کے لیے کوئی اقدام نہیں کیا۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر ٹوبہ ٹیک سنگھ سے فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کیا۔

(اعجاز اقبال)

ملک کی 84 فیصد آبادی پینے کے صاف پانی سے محروم

اسلام آباد سینیٹ میں پیش کردہ اعداد و شمار کے مطابق پاکستان کی 84 فیصد آبادی کو پینے کے صاف پانی تک رسائی حاصل نہیں جبکہ ملک کے متعدد کمرشل بینک گذشتہ تین سال کے دوران 475 ارب روپے غیر متوقع اضافی منافع حاصل کر چکے ہیں۔ ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق تحقیقاتی کونسل برائے آبی وسائل پاکستان (پی سی آر ڈبلیو آر) کی ایک تحقیق کا حوالہ دیتے ہوئے وزیرِ سائنس و ٹیکنالوجی رانا تنویر حسین کا کہنا تھا کہ ملک میں پانی کی سپلائی کرنے والے 72 فیصد منصوبے فعال ہیں اور ان میں سے 84 فیصد منصوبوں سے فراہم ہونے والا پانی پینے کے قابل نہیں۔ وزیر سائنس و ٹیکنالوجی کے مطابق سندھ اور پنجاب کو 14 فیصد پانی کی سپلائی میں آرسینک (سنکھیا) کی بھاری مقدار سامنے آئی جو اس کی مقررہ حد سے کہیں زیادہ تھی۔ ان کا مزید کہنا ہے کہ گذشتہ 4 سال کے دوران پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے منصوبوں پر 279 ارب روپے خرچ کیے جا چکے ہیں۔ خیال رہے کہ اس منصوبے کے تحت آبی وسائل کونسل کی جانب سے پانی کی جانچ کے لیے 6 مقامی لیبارٹریوں کو اپ گریڈ کیا گیا ہے جبکہ ضلعی سطح پر 17 نئی لیبارٹریاں قائم کی گئی ہیں جو پانی کی کوالٹی پر نظر رکھتی ہیں۔ رانا تنویر حسین کے مطابق پانی کی سپلائی کرنے والی ایجنسیوں سے وابستہ 3 ہزار پیشہ ورانہ افراد کی تربیت کے لیے بھی فنڈز استعمال کیے جا رہے ہیں۔ دوسری جانب وزیر قانون زاہد حامد نے سینیٹ کو بتایا کہ گذشتہ 3 سال کے دوران ملک کے کمرشل بینک 472 ارب روپے سے زائد منافع حاصل کر چکے ہیں۔ قانون سازوں کو فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق تین سالوں کے دوران منافع میں واضح اضافہ سامنے آیا ہے، 2013 میں منافع 115 ارب روپے رہا، 2014 میں 164 ارب روپے، جبکہ 2015 میں منافع کی حد 193 ارب روپے کو چھو گئی۔ ان اعداد و شمار کے مطابق تین سالوں میں کمرشل بینک کے کل منافع میں سے 4 بینکوں کا منافع 270 ارب روپے سے زائد تھا جس میں 88 ارب روپے کے ساتھ حبیب بینک لمیٹڈ سرفہرست، 71 ارب کے ساتھ مسلم کمرشل بینک دوسرے نمبر پر، یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ 66 ارب روپے کے ساتھ تیسرے، جبکہ الائیڈ بینک لمیٹڈ 44 ارب کے ساتھ چوتھے نمبر پر رہا۔ جبکہ ان تین سالوں کے دوران نقصان اٹھانے والے بینکوں میں صرف فرسٹ وومن بینک اور ایس ایم ای کے نام سامنے آئے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

چار گھرانے نقل مکانی پر مجبور

جھل مگسی گنداوہ کے نواحی گاؤں ببر میں ظلم کی وجہ سے چار گھرانے نقل مکانی پر مجبور ہیں۔ گاؤں ببر گنداوہ سے اٹھارہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ جہاں ببر اور آہورا پچاس گھرانے جدی پدری اسی گاؤں میں آباد تھے۔ مگر علاقہ میں ایک بااثر وڈیرہ کے کارندے اکثر بیشتر ان کو مار پیٹ کا نشانہ بناتے اور بھتہ لیتے رہتے تھے۔ ان میں سے کچھ گھرانے پہلے نقل مکانی کر چکے تھے ان کا کاروبار اونٹوں کے ذریعے بار برداری کرنا ہے۔ حال ہی میں ان وڈیروں کے کارندوں نے عیسیٰ، ممتاز، رمضان اور حاجی دنہ کو اتنا ہرساں کیا کہ وہ نقل مکانی کر کے شہداد کوٹ سندھ گئے اور ان کا سارا سامان مال مویشی اور نقدی اس وڈیرے کے کارندوں نے لوٹ لیا اور انہیں بچوں سمیت تشدد کا نشانہ بنایا۔ ایچ آر سی پی کے کور گروپ نے وہاں جا کر صورتحال کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی عزت تک محفوظ نہیں اور ان سے بھتہ لیا جاتا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے وڈیرے بااثر اور ایم این اے جھل مگسی کو بھی آگاہ کیا تھا تاہم کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ متاثرین نے مطالبہ کیا ہے کہ ان وڈیروں کے کارندوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔

(رحمت اللہ)

عمارت کی خستہ حالت

اوکاڑہ منڈی احمد آباد میں واقع واحد دیہی مرکز صحت کی عمارت کھنڈر کا روپ اختیار کر چکی ہے۔ خستہ حال بلڈنگ کسی وقت بھی زمین بوس ہو سکتی ہے۔ بلڈنگ کی خستہ حالی کے سبب عارضی طور پر ہسپتال کو مین بلڈنگ سے شفٹ کر کے رہائشی کمروں میں علاج معالجہ کی سہولیات فراہم کی جا رہی ہیں۔ منڈی احمد آباد رورل ہیلتھ سنٹر شہر سے دور واقع ہونے کی وجہ سے مریضوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شہر میں ادویات کی شدید کمی ہے۔ الٹرا ساؤنڈ مشین موجود ہے مگر اس کا استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔ شہر میں ایک میڈیکل آفیسر تعینات ہے مگر وہ باقاعدگی سے سنٹر آنے کی بجائے ڈی ایچ او آفس اوکاڑہ میں ڈیوٹی دیتا ہے۔ مقامی شہریوں نے رورل ہیلتھ سنٹر منڈی احمد آباد کی تعمیر و مرمت اور ناکافی سہولیات کی عدم موجودگی کو دور کرنے کے لیے متعدد درخواستیں متعلقہ عملہ کو دی ہیں مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ مقامی شہریوں نے ہیلتھ اتھارٹی اوکاڑہ کے چیئرمین سے مطالبہ کیا ہے کہ دیہی مرکز صحت منڈی احمد آباد میں متعلقہ مسائل کے فوری حل کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

(اصغر حسین حماد)

ڈاکٹرز کو ڈیوٹی کا پابند بنایا جائے

چمن بارہ لاکھ آبادی پر مشتمل شہر چمن میں ایک ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ہے جس میں درجنوں ڈاکٹرز تعینات ہیں۔ لیکن ہسپتال میں صبح گیارہ بجے کے بعد بعض ڈاکٹرز نظر آتے ہیں جو مریضوں کے علاج میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لیتے۔ بس اپنے مریضوں کو نجی کلینک میں بلاتے ہیں جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ اسی طرح مریضوں کو دو قسم کی گولیاں دی جاتی ہیں۔ بااثر لوگوں کو قیمتی ادویات دی جاتی ہیں جو کہ غریب طبقہ کے افراد کے ساتھ سخت زیادتی ہے۔

(نامہ نگار)

صحت کا بنیادی مرکز غیر فعال

چمن 22 فروری کو کلی حاجی اختر محمد دامان ملیزئی چمن کے رہائشی محمد یوسف خان نے ایچ آر سی پی نامہ نگار کو بتایا کہ گاؤں میں بی ایچ یو موجود ہے اور عمارت بھی موجود ہے لیکن عملہ سے کئی سالوں سے محروم ہے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے کئی بار اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ بی ایچ یو کو فعال کرایا جائے اور عملہ کو جلد از جلد تعینات کیا جائے۔ لیکن تا حال کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

(نامہ نگار)

قانون نافذ کرنے والے ادارے

پولیس کے مبینہ تشدد سے جاں بحق نوجوان کے ورثاء کا احتجاج

مانسہرہ 7 مارچ 2017 کو مانسہرہ میں ڈکیتی کے مقدمہ میں گرفتار نوجوان کی پولیس کے مبینہ تشدد سے ہلاکت کے بعد ورثاء نے نعش شاہراہ ریشم پر رکھ کر پولیس کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ شوال میں مسکین ولد میر زمان کے گھر ہونے والی ڈکیتی کے دوران گرفتار ہونے والے افراد نے انکشاف کیا ہے کہ ان کے ساتھ غلام حسین ڈاڑاو بالاکوٹ بھی شامل تھا جسے پولیس نے گرفتار کیا ور مال مسروقہ برآمد کر کے 25 فروری کو جیل بھیج دیا۔ جیل میں نوجوان شدید بیمار ہوا تو اسے مانسہرہ کے بعد ایوب میڈیکل کمپلیکس ایبٹ آباد میں داخل کرا دیا گیا جہاں وہ سوموار کو دم توڑ گیا۔ متوفی کے لواحقین نے موقف اختیار کیا کہ پولیس نے غلام حسین کو بے گناہ مقدمہ میں ملوث کر کے کئی دن تک حبس بے جا میں رکھ کر تشدد کا نشانہ بنایا اور حالت غیر ہونے پر جیل بھیج دیا جہاں اس کے گردے تشدد کے باعث ناکارہ ہوگئے۔ انہوں نے غلام حسین کی موت کو پولیس تشدد کا شاخسانہ قرار دیتے ہوئے شعبہ تفتیش کے عملہ کے خلاف مقدمہ کے اندراج کا مطالبہ کیا۔

(ایچ آر سی پی، پشاور چیپٹر)

بلاجواز گرفتاریوں کی مذمت

چمن چند دنوں سے پورے ملک بالخصوص پنجاب، سندھ اور آزاد کشمیر کے مختلف شہروں میں پشتون دشمن کارروائیاں اور پشتون عوام کے خلاف کریک ڈاؤن کا سلسلہ جاری ہے جو ملک کے آئین وقانون اور انسانی حقوق کے عالمی منشور کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ ان خیالات کا اظہار پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کے صوبائی صدر عثمان کاکڑ، صوبائی نائب صدر سینٹر سردار اعظم موسیٰ خیل، صوبائی وزیر نصراللہ اور دیگر نے پشتونخوا میپ کے ضلعی ایگزیکٹو اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ پشتونوں کو ملک کے تمام شہروں، علاقوں میں کاروبار کرنے، تعلیم حاصل کرنے، محنت مزدوری کرنے اور پرامن زندگی گزارنے کا آئینی اور قانونی حق حاصل ہے۔ انہوں نے حکومت سے پشتون دشمن کارروائیاں ختم کرنے کی درخواست کی اور دیگر صورت میں احتجاج کی دھمکی دی۔ (نامہ نگار)

پولیس کا نوجوان پر تشدد

نوشہرہ 7 مارچ 2017 کو تھانہ نظام پور چوکی صابر آباد کے پولیس انچارج اے ایس آئی نے مخالفین کی ایماء پر نوجوان کو ایک نجی کمرے میں بند کر کے تین دن تک بدترین تشدد کا نشانہ بنایا جس سے نوجوان کی حالت غیر ہوگئی۔ متاثرہ نوجوان کے والدین اور رشتہ داروں نے پولیس کے خلاف احتجاج کیا اور نعرے بازی کی۔ انہوں نے آئی جی خیبر پختونخوا، ڈی آئی جی سے مطالبہ کیا کہ ان کے بیٹے پر تشدد کرنے والے اے ایس آئی اور مخالفین کے خلاف کاروائی کر کے انہیں انصاف دلایا جائے۔ علاقہ نظام پور کے رہائشی پولیس تشدد کا شکار نوجوان سید باچا کے بھائی سید خان اور ان کے والدین نے نوشہرہ پریس کلب کے سامنے احتجاج کے بعد صحافیوں کو بتایا کہ ان کا بے گناہ بیٹا سید باچا جو عرصہ دراز سے اسلام آباد میں محنت مزدوری کرتا ہے 24 فروری 2017 کو ایک جنازے میں شرکت کیلئے تورڈھیر جا رہا تھا کہ ان کے مخالفین طلاء محمد ولد غلام محمد کی ایماء پر پولیس چوکی صابر آباد کے انچارج نے بے گناہ اٹھوا کر مخالفین کی بیٹھک میں تین دن تک حبس بیجا میں رکھ کر بدترین تشدد کا نشانہ بنایا۔

(ایچ آر سی پی، پشاور چیپٹر)

صحافیوں پر حملے کے خلاف مظاہرہ

حیدرآباد 14 مارچ کو شیخوپورہ میں نجی ٹی وی کی ٹیم پر حملے اور ملزمان کی عدم گرفتاری کے خلاف پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے صدر رانا محمد عظیم اور جنرل سیکرٹری جی ایم جمالی کی اپیل پر حیدرآباد میں ایچ یو جے نے مظاہرہ کیا۔ شرکاء نے بینر اٹھا رکھے تھے اور انہوں نے پنجاب پولیس کے خلاف نعرے لگائے۔ مظاہرین میں پی ایف یو جے کے نائب صدر حمیدالرحمان، ایچ یو جے کے صدر حامد شیخ، صدر پریس کلب وسیم خان، سینئر صحافی ناصر شیخ، امجد اسلام، نیاز وگھیو فیاض اعوان، جانی خاص خیلی، عاشق حسین شاہ، محفوظ حسین شاہ، بشیر تابش، عبدالقادر توصیفی، حیدرآباد نیوز کیمرہ مین ایسوسی ایشن کے چیئرمین نعیم خان، صدر شکیل پٹھان، جنرل سیکرٹری شاہد ملک، جہانزیب، ندیم زئی، اشرف خان، فرحان غوری، حیدرآباد فوٹو جرنلسٹس ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری اکرم شاہد، ندیم خاور، علی حمزہ، ثاقبت، قسیم قریشی، اللہ بخش سومرو، ساجد علی خان، سید محمد احمد جعفری، ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کے سینئر ممبر لالہ عبدالحلیم شیخ و دیگر نے شرکت کی۔

(لالہ عبدالحلیم)

پولیس فائرنگ سے ہلاک شخص سماعت سے محروم تھا

مردان صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع مردان میں خودکش حملہ آور ہونے کے شبہ میں پولیس کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے شخص کے بارے میں انکشاف ہوا ہے کہ وہ سماعت سے محروم تھا۔ مقتول کی شناخت نوشہرہ کے علاقے شیرین کوٹھا کے رہائشی ولاس میر کے نام سے ہوئی، جو سائیکل پر کپڑے فروخت کیا کرتا تھا۔ ڈان اخبار کی ایک رپورٹ کے مطابق واقعہ عدالت کے سامنے موجود ایک پولیس چیک پوسٹ پر پیش آیا۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس (ڈی ایس پی) مردان شاہ ممتاز خان نے میڈیا کو بتایا کہ سائیکل سوار مذکورہ شخص عدالت کے سامنے والی سڑک پر داخل ہوا، جو گذشتہ 2 ہفتے سے زائد سے ٹریفک کے لیے بند ہے۔ ڈی ایس پی نے بتایا کہ مذکورہ شخص نے پولیس کی جانب سے رکنے کی ہدایت کو نظر انداز کرتے ہوئے بند سڑک پر اپنا سفر جاری رکھا، جس کے باعث پولیس کو اسے روکنے کے لیے طاقت کا استعمال کرنا پڑا۔ واضح رہے کہ اسی چیک پوسٹ پر گذشتہ برس ستمبر میں ایک خودکش بمبار نے خود کو دھماکے سے اڑا لیا تھا، جس کے نتیجے میں 16 افراد ہلاک ہوگئے تھے۔ مقتول کے بہنوئی ابصار خان نے ڈان کو بتایا کہ ولاس میر 12 بچوں کا باپ تھا اور گذشتہ 10 برس سے زائد سے اپنی سائیکل پر کپڑے فروخت کیا کرتا تھا۔ ابصار خان نے مزید بتایا کہ ولاس میر سماعت سے محروم تھا، حتیٰ کہ لوگوں نے بھی انتہائی زور سے چلا کر پولیس اہلکاروں کو فائرنگ کرنے سے روکا، انھوں نے بتایا کہ پولیس نے انھیں گاڑی سے ٹکر مار کر نیچے گرایا اور پھر ان کے سینے پر 6 گولیاں ماریں۔ انھوں نے بتایا کہ عوامی احتجاج کے بعد مردان پولیس نے ایف آئی آر تو درج کر لی، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں، گولی مارنے والے اہلکار کو براہ راست نامزد کرنے کے بجائے پولیس افسران نے واقعے کی تحقیقات کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ واضح رہے کہ گذشتہ روز ڈی پی او میاں سعید نے بتایا تھا کہ مقتول کا حلیہ کافی مشکوک تھا جس کی وجہ سے ابہام پیدا ہوا، تاہم اس کے پاس سے کوئی اسلحہ یا بارودی مواد برآمد نہیں ہوا تھا۔

(بشکریہ ڈان)

پولیس کا طلبہ پر تشدد

سوات 10 مارچ 2017 کو کانجو پولیس نے پکنک کیلئے جانے والے طلبہ کو موسیقی سننے کی پاداش میں تشدد کا نشانہ بنایا۔ گوزہ باناڈئی سے تعلق رکھنے والے ایاز میاں سکول سے چھٹی کے بعد ساتھیوں سمیت سکول یونیفارم میں پکنک منانے کانجو ٹاؤن شپ گئے تھے جہاں کھانا کھانے کے بعد بچوں نے گاڑی میں موسیقی لگا کر رقص کر رہے تھے کہ اس دوران کانجو پولیس کے ایک موبائل میں چند اہلکار آئے جنہوں نے بچوں سے پوچھا کہ انہوں نے موسیقی کیوں لگائی ہے، جواباً بچوں نے پولیس والوں سے پوچھا کہ کیا موسیقی سننے پر پابندی ہے؟ اس کے بعد پولیس اہلکاروں نے موبائل وین سے اتر کر بچوں پر تشدد کیا، اسکول کے بچوں پر پولیس تشدد کی ویڈیو سوشل میڈیا پر شائع ہونے کے بعد ریجنل پولیس آفیسر اختر حیات خان نے نوٹس لیتے ہوئے واقع کی انکوائری کا حکم دیدیا۔

(ایچ آر سی پی، پشاور چیپٹر)

جبری حراست میں لے کر لاپتہ کر دیا

قلات قلات کے بازار ہربوئی روڈ سے محمد حنیف کو سکیورٹی اہلکار اس کی دکان سے اٹھا کر لے گئے۔ محلّہ رئیس توک قلات کا رہائشی محمد حنیف عرصہ دس سال سے ٹیلرنگ کا کام کرتا تھا۔ واقعہ والے دن وہ ہربوئی روڈ پر اپنے دکان پر کام کر رہا تھا کہ سکیورٹی اہلکار اسے دکان سے اٹھا کر لے گئے۔ عینی شاہد کے مطابق سکیورٹی اہلکار دو گاڑیوں میں آئے جبکہ رابطہ کرنے پر محمد حنیف کے خاندان والوں نے بتایا کہ محمد حنیف کا تعلق کسی سیاسی تنظیم یا پارٹی سے نہیں تھا، وہ ہر روز گھر کھانا کھانے کے لیے آتا تھا۔ واقعہ والے دن وہ گھر نہیں آیا۔ محمد حنیف اپنے گھر والوں کا واحد کفیل ہے۔

(محمد علی)

لائبریری کو آگ لگا دی گئی

پنجگور 15 مارچ 2017 کو پنجگور میں ایک لائبریری کو آگ لگا دی گئی۔ ذرائع کے مطابق پنجگور کے علاقہ گرمکان میں نامعلوم افراد نے لائبریری کو آگ لگا دی اور لائبریری پر دستی بم بھی پھینکا مگر وہ پھٹ نہ سکا جسے بعد ازاں ناکارہ بنا دیا گیا۔ تاہم آگ لگنے سے لائبریری کو جزوی طور پر نقصان پہنچا ہے۔

(غنی پرواز)

پولیس کی ناجائز کارروائی

شہداد کوٹ 8 مارچ تحصیل قمبر علی خان کی جونیجو برادری کی طرف سے وگن پولیس کی ناانصافیوں کے خلاف نیاز حسین جونیجو کی رہنمائی میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین کے ہاتھوں میں پلے کارڈ اور بینرز تھے جن پر 'پولیس کو لگام دو'، 'ہمارے ساتھ انصاف کرو' جیسے نعرے درج تھے۔ اس موقع پر اکبر جونیجو اور نیاز حسین جونیجو نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نامعلوم ہتھیار بندوں نے جونیجو برادری کے سربراہ منظور جونیجو کے گھر میں داخل ہو کر عورتوں اور بچوں کو تشدد کا نشانہ بنایا اور لاکھوں روپے کے زیورات اور نقد رقم لوٹ کر فرار ہو گئے۔ پولیس کو واقعے کی اطلاع دی گئی لیکن پولیس لوٹ مار کرنے والوں کیخلاف کارروائی کرنے کی بجائے جونیجو برادری پر تشدد کر کے انہیں گرفتار کرنے کی دھمکی دی ہے۔ انہوں نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ ملزمان کو گرفتار کر کے انہیں سزا دی جائے اور ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔

(ندیم جاوید)

سکیورٹی فورسز کی کارروائی میں متعدد ہلاکتیں

کیچ 4 مارچ 2017 کو ضلع کیچ اور ضلع آواران کے مختلف علاقوں میں سکیورٹی فورسز کے آپریشن میں متعدد ہلاکتوں، گمشدگیوں اور گرفتاریوں کی اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ تفصیلات کے مطابق سلیمان بلوچ کو آپسر ضلع کیچ میں ان کے گھر میں گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔ الندور بلیدہ ضلع کیچ سے فاطمہ نامی خاتون اور ان کے ایک قریبی رشتہ دار کو زخمی کر دیا گیا اور جب زخمی حالت میں انہیں بلوچ ہسپتال تربت منتقل کیا گیا، تو ان دونوں کو ہسپتال کے اندر سے علاج کے بہانے زبردستی ایک ایمبولینس میں بٹھا کر لے جایا گیا اور اپنی تحویل میں لاپتہ کر دیا گیا۔ جبکہ گیشکور اور مشکے ضلع آواران سے 30 سے زیادہ خواتین اور بچوں کو زبردستی کیمپ منتقل کر دیا گیا، جن میں چار دن کا ایک شیر خوار بچہ بھی شامل ہے۔ ان کے بارے میں تاحال کوئی اطلاع نہیں ملی کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہیں۔ 15 مارچ 2017 کو آواران کے علاقے مرہ شم سے 3 اساتذہ کو جبری طور پر اٹھا لیا گیا۔

تینوں اساتذہ مردم شماری کی ٹریننگ حاصل کر کے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے، جہاں سے نامعلوم مسلح افراد نے انہیں جبری طور پر اغوا کر لیا۔ مغویوں میں راشد علی جے ای ٹی، رسول بخش جے وی ٹی اور الٰہی بخش جے وی ٹی شامل ہیں جو کہ گورنمنٹ ہائی سکول مرہ شم کے اساتذہ ہیں۔ واضح رہے کہ اس سے پہلے آواران کے سب تحصیل گیشکور سے بھی 3 اساتذہ کو جبری طور پر اغوا کر لیا گیا تھا، جن کی تلاش تاحال جاری ہے۔

(غنی پرواز)

3 سرکاری اساتذہ کا اغوا

آواران بلوچستان کے ضلع آواران سے مسلح شدت پسندوں نے 3 سرکاری اساتذہ کو اغوا کر لیا۔ لیویز عہدیدار محمد جان نے ڈان ڈاٹ کام کو بتایا کہ مسلح شدت پسندوں نے تینوں اساتذہ کو آواران کے علاقے گشکور سے اغوا کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ 'راشد علی، الٰہی بخش اور رسول بخش مردم شماری کی تربیت کے بعد اپنے گھروں کو واپس جا رہے تھے لیکن اسی دوران انہیں اغوا کر لیا گیا'۔ محمد جان نے کہا کہ 'اساتذہ کی محفوظ بازیابی کو یقینی بنانے کے لیے لیویز نے سرچ آپریشن کا آغاز کر دیا، تاہم اس وقت ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اساتذہ کو کس مقام پر رکھا گیا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ فوری طور پر کسی نے اغوا کی ذمہ داری قبول نہیں کی ہے۔ ملک کے دیگر حصوں کی طرح کوئٹہ سمیت بلوچستان کے مختلف اضلاع بھی 15 مارچ سے مردم شماری کا آغاز ہوگا۔ مردم شماری ٹیم کے ہمراہ پولیس، لیویز اور پاک فوج کے اہلکار بھی گھر، گھر جائیں گے۔ ملک بھر میں شروع ہونے والی مردم شماری میں 91 ہزار شہری شمار کنندوں کے علاوہ پاک فوج کے تقریباً 2 لاکھ اہلکار بھی حصہ لیں گے، جبکہ اس عمل کے لیے 14 ارب روپے سے زائد کی لاگت آئے گی۔

(نامہ نگار)

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط

سکول میں پانی کی فراہمی کا مطالبہ

پسنی گورنمنٹ ہائی سکول سیانکو بازار کے طلباء نے کہا ہے کہ ان کے سکول میں پانی میسر نہیں ہے جس کی وجہ سے طلباء اور اساتذہ کو پریشانی کا سامنا ہے۔انہوں نے حکام بالا سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کے سکول کو پانی کی سپلائی یقینی بنائی جائے۔ (غلام یاسین)

شہری بنیادی سہولیات سے محروم

کرم ایجنسی وسطی کرم ایجنسی کے علاقہ زیمشت ،لیل گاڈہ کے رہائشی پینے کے صاف پانی ،سڑک اور ان کے بچیاں تعلیم کے حصول سے محروم ہیں۔وسطی کرم ایجنسی سے تعلق رکھنے والے قبائلی ملک یوسف، ملک کلیم خان اور سماجی کارکن کرنیل خان کے مطابق ان کے علاقہ لیل گاڈہ ساٹھ گھرانوں پر مشتمل ہے اور تقریباً پانچ سو کے قریب بچیاں سکول نہ ہونے کی وجہ سے تعلیم کے حصول سے محروم ہیں جبکہ دہشت گردی کے خلاف گزشتہ آپریشن میں ان دیگر مضافاتی علاقوں کنڈالی بابا، ارمیگئی ،سرومئے ،سروبی اور زوکئی کے سکول تباہ ہوجانے کی وجہ سے وہاں کے بچے بھی ان کے گاؤں لیل گاڈہ پڑھنے آتے ہیں جس کی وجہ سے سکول میں بچوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی ہے۔جبکہ لڑکوں کے لئے قائم سکول میں اس وقت صرف دو اساتذہ تعینات ہیں اور ٹی ٹیچر تا حال اس سکول میں تعینات نہیں کیا گیا ہے اور وہ بچوں کو پڑھانا تو دور کی بات وہ سکول میں بچوں کو کنٹرول تک نہیں کر پا رہے۔انھوں نے مطالبہ کیا کہ نہ صرف ان کے سکول میں اساتذہ کی کمی کو پورا کیا جائے بلکہ ان کے مضافاتی علاقوں میں قائم سکولوں کو دوبارہ تعمیر کیا جائے تاکہ بچے تعلیم کے حق سے محروم نہ رہ سکیں۔ان کے مطابق ان کے گاؤں میں پینے کا صاف پانی بھی دستیاب نہیں ہے اور خواتین دور دراز علاقوں سے پانی سروں پر لاد کر لانے پر مجبور ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ان کے گاؤں کی سڑک بھی ٹوٹ پھوٹ اور خستہ حالی کا شکار ہے،دشوار گزار اور پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے آمدرفت اور خاص طور پر مریضوں کو ہسپتال لے جانے میں لاتعداد مسائل کا سامنا ہے۔انھوں نے مطالبہ کیا کہ سڑک کی تعمیر اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی سمیت ان کے دیگر مسائل کو حل کیا جائے۔

(نامہ نگار)

صحت کے بنیادی مرکز کی عمارت کی تعمیر نو کی جائے

کرم ایجنسی سنٹرل کرم ایجنسی کے علاقے زیمشت جس کی آبادی پچاس ہزار سے زائد ہے تاحال یہاں پر قائم بی ایچ یو عمارت محروم ہیں اور اس کا عملہ پرائیویٹ دکانوں میں جو علاقہ کے لوگوں نے ان کو فراہم کی ہیں، لوگوں کو طبی خدمات فراہم کرتے ہیں۔سنٹرل کرم ایجنسی کے علاقے زیمشت سے تعلق رکھنے والے قبائلی ملک فضل جنان، میر اصغر اور ملک فاروق شامل ہیں نے میڈیا کو بتایا کہ ان کے علاقے میں (صحت کے بنیادی مرکز (بی ایچ یو) قائم بی ایچ یو کی عمارت آپریشن کے دوران تباہ ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگوں جن کی آبادی پچاس ہزار سے زائد ہے طبی سہولیات سے محروم ہے۔لوگوں نے بی ایچ یو کے عملے کو اپنی مدد آپ کے تحت عمارت کے متبادل دکانیں فراہم کی ہیں جہاں پر وہ لوگوں کا علاج معالجہ کرتے ہیں۔عمارت اور کوالیفائڈ میڈیکل سٹاف نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بے شمار مسائل سے دوچار ہیں۔انھوں نے حکام سے مطالبہ کیا کہ نہ صرف بی ایچ یو کی عمارت از سر نو تعمیر کی جائے بلکہ اسے ہسپتال کی درجہ دیا جائے اس کے ساتھ ساتھ بی ایچ یو ڈاکٹر، ایل ایچ وی اور اے پی آئی ٹیکنیشن کی تعیناتی بھی ممکن بنائی جائے تاکہ وہاں کے لوگوں کو درپیش طبی مشکلات میں کمی لائی جاسکے۔ (نامہ نگار)

نکاسی آب کا ناقص بندوبست

ملتان علاقے نیوشاہین آباد میں سیوریج سسٹم نہ ہونے کے برابر ہے۔نیوشاہین آباد یوسی 16 میں واقع ہے۔اس صورتحال کی وجہ سے مذکورہ آبادی کے گٹروں کا پانی سڑکوں، گلیوں میں بہنا شروع ہوجاتا ہے۔مزید یہ کہ یہ گندا پانی واٹر سپلائی میں بھی شامل ہوجاتا ہے۔جس وجہ سے اہل علاقہ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہورہے ہیں۔ان تمام مسائل کے بارے میں حکام کو کئی بار مطلع کیا گیا لیکن کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔علاقہ مکینوں نے مطالبہ کیا ہے کہ نیوشاہین آباد یوسی 16 ملتان کی آواز اعلیٰ حکام تک پہنچائی جائے۔

(عامر رشید علوی)

ڈاکخانے میں عملے کی تعیناتی کا مطالبہ

اوکاڑہ پوسٹ آفس قصبہ گیمبر اور اوکاڑہ چھاؤنی و دیگر نواحی چکوک کے عوام کی سہولت کے لیے قائم پوسٹ آفس مسائل کا شکار ہے۔پوسٹ آفس میں پوسٹ مین مقررہ تعداد میں کم دستیاب ہونے کی وجہ سے ڈاک کی ترسیل کا نظام بری طرح بگڑ چکا ہے۔چھ کلرکوں کا کام کرنے کے لیے صرف دو کلرک دستیاب ہیں۔سکیورٹی کے لیے گارڈ موجود نہیں۔پوسٹ آفس کی چار دیواری بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوچکی ہے۔کئی سالوں سے پوسٹ آفس کی مرمت اور وائٹ واش کا کام نہیں ہوا ہے۔پوسٹ آفس میں بجلی کی بلاتعطل فراہمی کے لیے جنریٹر کا کوئی بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے لوڈشیڈنگ کے دوران پوسٹ آفس اندھیرے میں ڈوب جاتا ہے اور تمام کام ٹھپ ہوجاتا ہے۔شہریوں نے پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب سے مطالبہ کیا ہے کہ ان کے پوسٹ آفس کے متعلقہ مسائل جلد از جلد حل کیے جائیں۔ (اصغر حسین حماد)

ہسپتال کی نجکاری کے خلاف مظاہرہ

خیبر ایجنسی 20 مارچ 2017 کو ایجنسی ہیڈکوارٹر ہسپتال لنڈی کوتل کی نجکاری کے خلاف ہسپتال کے ملازمین اور سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں نے احتجاجی مظاہرہ کیا اور مطالبہ کیا کہ ہسپتال کی نجکاری کا فیصلہ واپس لیا جائے۔مظاہرے میں سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔مظاہرین نے ہاتھوں میں کالے جھنڈے اور پلے کارڈ اٹھا رکھے تھے جس پر ہسپتال کی نجکاری کے خلاف نعرے درج تھے، مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے ینگ ڈاکٹرز کے صدر ڈاکٹر عاشق پیرا میڈیکل ایسوی ایشن کے سابق صدر فضل الرحمٰن ، خیبر کمیٹی کے صدر شاکر آفریدی، تنظیم اہلسنت والجماعت کے رہنما احسان اللہ جنیدی، عوامی نیشنل پارٹی کے صدر شاہ حسین شنواری، جماعت اسلامی کے رہنماء مقتدر آفریدی ، پیپلز پارٹی کے صدر حضرت ولی آفریدی، خیبر یوتھ کے صدر عامر آفریدی، ملک ندیم آفریدی اور جمعیت علماء اسلام کے رہنماء قاری رحمت اللہ نے کہا کہ ایجنسی ہیڈکوارٹر ہسپتال لنڈی کوتل کی پرائیویٹائزیشن کسی صورت قبول نہیں۔انہوں نے کہا کہ ہسپتال کو چار سال پہلے اے گریڈ کا درجہ دینے کا اعلان کیا گیا تھا لیکن ہسپتال کو اے گریڈ کا سٹاف مہیا نہیں کیا گیا۔انہوں نے کہا کہ ہسپتال کی نجکاری سے غریب عوام کو کوئی فائدہ نہیں، مفت میڈیسن ، آپریشنز، وارڈوں اور کمروں میں مفت داخلے ختم ہوچکے ہیں۔مقررین نے حکومت کو خبردار کیا کہ لنڈی کوتل ہسپتال کی نجکاری کا فیصلہ واپس لیا جائے، بصورت دیگر ہزاروں قبائل نہ ختم ہونے والی احتجاجی تحریک شروع کرینگے۔

(ایچ آر سی پی پشاور چیپٹر آفس)

- Some media owners, mostly businessmen, who ignore media ethics or good journalism, use media as a tool to protect or promote their business interests and pay little heed to journalists' safety and security.
- Unemployment or low or no wages forcing journalists to take risks to keep their jobs or accepting dangerous assignments to earn a living.
- The very citizens benefitting from journalists' work being ignorant of or indifferent to the threats they face and their work conditions.
- Threats on account of demonization of the media or various actors branding journalists as unpatriotic or anti-state.
- Risks for journalists on account of voicing views that upset or offend powerful quarters. (The severity of the risk is contingent on the medium and language used. Coverage in the English print media might not lead to as much backlash as stories in the main Urdu language media or other vernacular media in the country.)
- Subject matter or beat add to journalists' vulnerability. (These include in particular reports covering armed conflict, human rights, religious minorities, issues such as blasphemy, gender, violence against women and women's rights, actions of security agencies, corruption, etc.)
- Various identity markers can heap additional vulnerabilities on media practitioners. (Harassment and intimidation on account of gender, ethnic, religious or sectarian identities, etc.)
- Sexual harassment and complaints about such harassment being ignored or brushed under the carpet.
- Women journalists at times encounter a hostile attitude and worse, not because of the quality of their work, but due to factors such as their choice of dress, who they meet or are seen talking to, or merely for being a woman in the public eye.
- Online hate speech, because of its persistence and longevity, represents an ongoing threat. Online threats, innuendo and instigation to violence represent a very potent threat, particularly in cases where the address and other information of journalists, including women, are publicised.
- Inability of journalists to bear medical treatment costs or lawyers' fees.
- In Pakistan, the prevailing definition of who is a journalist largely excludes fixers, free-lancers, citizen journalists and bloggers, denying them the support that regular media practitioners receive from representative associations of working journalists.
- Absence of appropriate focus and facilities to help journalists deal with psychological trauma, particularly in conflict-hit parts of the country.
- Absence of consistent and reliable statistics undermines efforts for positive change on journalist safety.

Why combatting impunity remains a struggle

1. Absence of laws on safety of journalists, media workers and bloggers at the federal and provincial levels to provide legal framework of protection.
2. State-led administrative initiative(s) to proactively investigate cases of journalists killed.
3. Absence of a system at the state level to monitor attacks and threats against media practitioners.
4. Absence of a formal mechanism at the state level to respond swiftly to attacks and threats against media practitioners and through administrative and legal relief.
5. Poor record at combating impunity of attacks against media practitioners through legal systems.
6. Absence of annual government-reporting to UNESCO on the State's commitment on the UN Plan of Action on Safety of Journalists and Issues of Impunity.

Unless these challenges are addressed, Pakistan will continue to be mentioned among the most dangerous countries for journalists as well as one where perpetrators of media murders enjoy impunity.

Pakistan was among the five pilot countries for implementation of the United Nations Plan of Action on the Safety of Journalists and the Issue of Impunity, which was unveiled in 2012 and launched in Pakistan by UNESCO in March 2013. Through erstwhile Federal Minister of Information and Broadcasting Pervaiz Rashid, Pakistan endorsed the objectives of the UN Plan of Action in 2013. While there are no more pilot countries, Pakistan continues to be a country of focus of the UN Plan of Action.

It is to the credit of journalists in Pakistan that even against this difficult backdrop, the media has not only continued to operate but also expanded. Media practitioners have also consistently exercised solidarity in responding to safety concerns. Unfortunately, their resolve has not been matched by that of the government, which has made promises to protect journalists but is yet to take concrete steps to implement those.

Threats to journalists' safety

Journalists and media workers in Pakistan face threats to their safety on account of a range of actors and factors. The rise of militant extremism and terrorism in the country after 2000 has certainly enhanced the risks, but it is erroneous to attribute the high death toll among media practitioners since then to these two factors alone.

At time, the state actors that the media stakeholders look to for protection from violence have also been the source of threats, intimidation and violence towards journalists.

Just as Pakistan is among the most dangerous countries in terms of journalists killed in the line of duty, it is also considered one of the most unsafe countries for women. In a conservative and patriarchal society, being a woman and a journalist might not generally seem like an ideal combination. In that respect, all female journalists in Pakistan face greater difficulties than their male counterparts.

Although there have been few violent attacks against women journalists in recent years, the nature of threats that women journalists face is no less intimidating. Gender-based harassment in the workplace and outside has been cited as a challenge, made more difficult by the fact that it largely remains a taboo.

HRCP research has recorded a broad range of threats that media practitioners in Pakistan face. These are not presented in any particular order of priority or frequency below.

- Murderous and other violent physical attacks, threats of violence, abduction, unlawful and arbitrary detention, enforced disappearance, torture and harassment by state and non-state actors.
- Lack of effective investigation of crimes against journalists leading to impunity and emboldened perpetrators.
- Vulnerability of journalists in regions affected by armed conflict, principally Federally Administered Tribal Areas and parts of Balochistan.
- Absence/non-implementation of safety protocols in media organisations.
- Risks due to unethical or unprofessional journalism and an overall lack of training to assess and manage risks and lack of safety equipment.
- Arbitrary physical and digital surveillance of journalists' movements and communication and lack of awareness about digital dangers and data protection measures.
- Vulnerability for journalists at the grassroots on account of actions by their newsroom / media organisations.
- Lack of avenues / options / sanctuary enabling journalists to effectively react to or handle threats.
- Lack of unity and collaboration among media actors on safety issues, often due to a competitor mentality.

The time to end impunity for crimes against journalists is now

Since the turn of the century, media practitioners in Pakistan have had to face grave safety issues on account of their work. In fact, *as per the impunity indexes of Committee to Protect Journalists*, up to the end of 2016, in all but four years since 2000, Pakistan has been counted among the top 10 most dangerous countries for journalists in the world.

With the unprecedented growth in the reach and coverage of Pakistani media after 2002, journalists were also exposed to greater work-related safety risks. These vulnerabilities were further aggravated because of a lack of media practitioners' understanding of the changing context, insufficient coping skills, or both. Being the visible and easily accessible part of the media, journalists on the ground bore the most direct brunt in the form of violence and intimidation.

The last decade has been a time of particularly grave turmoil for media professionals in Pakistan, taking a steep toll on journalists' lives and their freedom to report. Hundreds of journalists have faced attacks, threats and various forms of intimidation. There have also been targeted attacks on media organizations' offices and other property, apparently aimed at scaring media houses into submission or silence.

Between 2000 and 2016, at least 105 journalists were killed in Pakistan on account of their work. The rate of conviction for journalists' murders in Pakistan is among the lowest in the world. The killers have been identified and successfully prosecuted in only three cases the victims in the three cases were Daniel Pearl, Wali Khan Babar and Ayub Khattak. As things stand, Pakistan is among countries considered least likely to punish media murders. According to annual ranking by Reporters Without Borders (RSF) and Committee to Protect Journalists (CPJ), In 12 of the first 15 years of this millennium, Pakistan has been ranked among 10 countries with the highest levels of impunity for perpetrators of crimes against journalists.

Impunity for murderous crimes against journalists in Pakistan (2002-2016)[1]

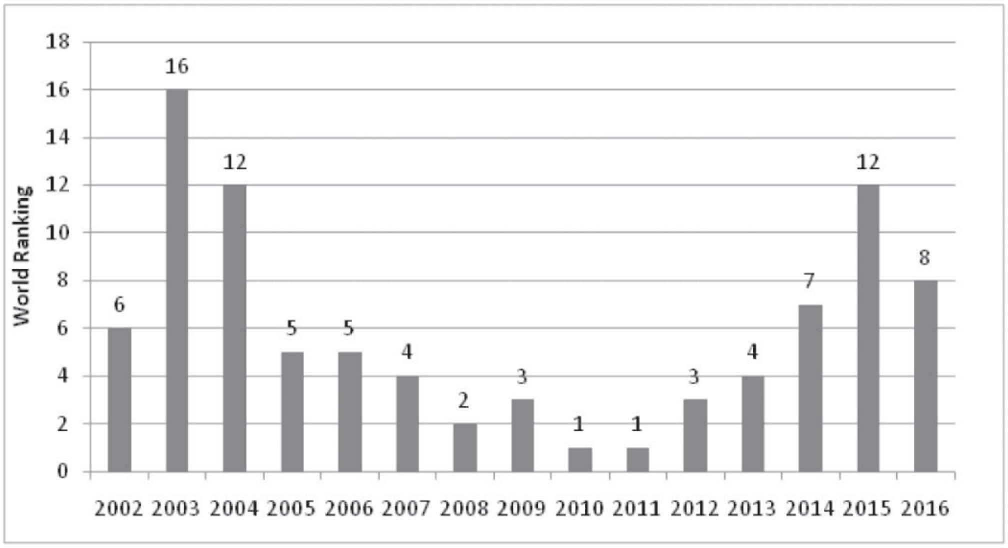

---

[1] Impunity indexes 2002-2016, Committee to Protect Journalists, https://cpj.org. The lowest number indicates the worst world ranking. A ranking of 1 signifies that Pakistan was the worst country in the world in terms of impunity for murderous crimes against journalists that year,

The line chart shows the monthly break-up of the total number of cases of torture reported by the volunteers in the selected districts in 2016. The chart demonstrates that in 2016, 22 cases were reported in February, the highest in a year. After February, the number of cases reported dropped over the next two months, before rising in May again.

Some of the emblematic cases of torture among these are as follows:

- In February, a TV news channel reporter was beaten up by the police in Gilgit. When the victim was parking his car, a policeman arrived and asked him that he should park his car properly. The victim responded that other cars were also parked in a similar manner. Two other policemen also came there and engaged in a heated argument with the journalist. The policemen kicked and punched the reporter and beat him up with batons for several minutes. The victim fell unconscious and needed to be hospitalised for two days. The local journalists protested against the incident and registered a case against the perpetrators. The police chief took disciplinary action against the perpetrators and suspended them from service until a probe was completed.

- In March, a man, who was arrested in a murder case, died apparently after he was subjected to severe torture by the police in Gilgit. Six months ago he had ben convicted in the case by a court in Gilgit for a case pending for 20 years. The victim had been imprisoned in District Jail Gilgit. A month before he passed away, he was shifted to Skardu jail. According to police officials, he had been sick for a week before he passed away. The victim's brother, however, insisted that he died because of police torture and not because he was sick. He also said that he had been shifted to the prison in Skardu, which was many hours away from Gilgit, and where he could not be easily visited by his family. He said the police had not informed them that he was in a serious condition. The victim's brother also stated that the victim's post-mortem report has not been shared with his family. He suspected that his brother had been killed extra-judicially and filed a case in a court to demand an inquiry into the matter. He also told the HRCP volunteer that his brother was killed because he had challenged the lower court verdict against him in the upper court, where his case was pending.

- In July, police illegally picked up three transgender persons from Bara Gata area in Peshawar and took them to the police station in Pishtakhara, where they were reportedly beaten up for not paying Rs 1,000 to the police when they stopped them and asked for a bribe. Senior police officials said that they had received a complaint from the residents of Bara Gata area that the transgender in their area used to drink and should be proceeded against.

- Also in July, a man was beaten with sticks, slapped and punched by a number of policemen who forced the victim to resolve a land dispute with a police officer, in Naushero Feroz, Sindh. According to the victim's statement, he had a dispute over a piece of land with the police officer and it was because of this that policemen came to his house in a private van and started beating him up. They also harassed and threatened women and children of the family. The police took the victim along with them and forced him to resolve the land dispute. On their way, the victim saw a few people gathered and started shouting for help. To avoid attention, the police left him there. The victim approached a police station to register a case but the police refused to do so. He then moved a petition in a local court which ordered the police department to issue him a letter for medical examination and produce the accused policemen before the court.i absence of a systematic and independent mechanism to thoroughly investigate allegations of torture.

The legal provisions relating to torture under Pakistani law fail to incorporate the various elements of torture as defined in Article 1 of the Convention against Torture. Not only does the constitutional protection fail to define torture in accordance with Article 1 of the Convention, it also limits the prohibition only to torture perpetrated for the purpose of extracting evidence. It is surely high time that the government promptly dealt with this issue with the seriousness the matter has deserved all along.

- o Such treatment is based on discrimination of any kind or is aimed at humiliating someone

- Involvement of state authorities, where torture is either subjected by the state or on its their instigation, consent or acquiescence

The following table represents the number of torture cases reported to HRCP in monitoring from selected districts across six regions in Pakistan in 2016. According to the reports submitted by HRCP volunteers in 2016, as many as 119 cases were reported from these six regions. The highest number of cases was reported from Interior Sindh while the lowest was reported from Balochistan and South Punjab.

Incidence of torture in selected districts (Jan Dec 2016**)**

Region	Jan	Feb	Mar	Apr	May	Jun	Jul	Aug	Sept	Oct	Nov	Dec	Total
Balochistan	0	0	0	0	0	0	0	1	0	0	0	0	1
Interior Sindh	6	13	4	3	4	4	2	2	0	3	1	2	44
FATA	0	1	2	0	0	1	0	0	1	0	0	0	5
Gilgit Baltistan	1	6	3	3	2	4	2	6	3	0	2	4	36
KP	3	2	3	5	6	3	3	1	1	2	1	2	32
South Punjab	0	0	0	0	1	0	0	0	0	0	0	0	1
Total	10	22	12	11	13	12	7	10	5	5	4	8	119

For a better understanding, the following line chart helps to recognize the trend of the cases reported through 2016:

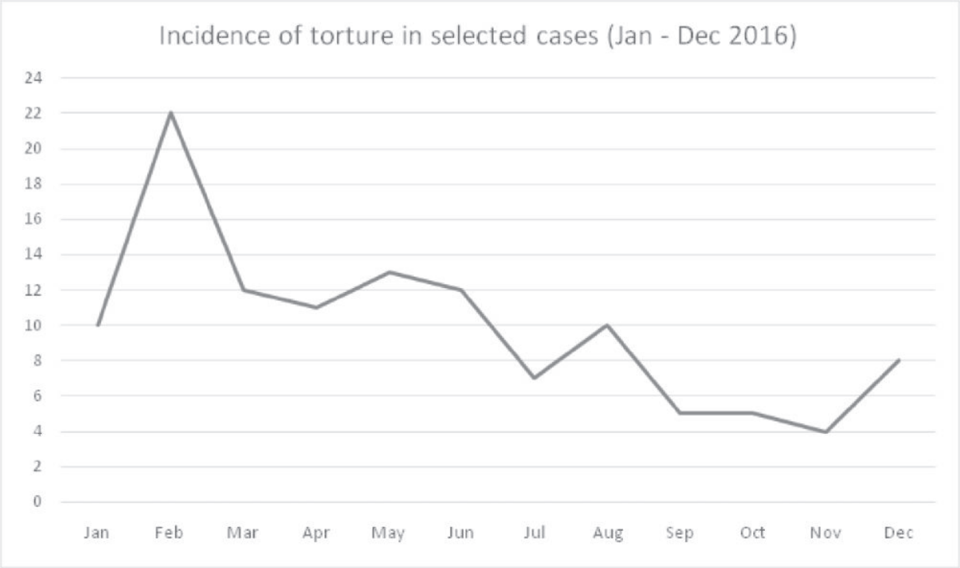

TORTURE

A widespread challenge that refuses to go away

Pakistan's ratification of the **Convention against Torture and Other Cruel, Inhuman or Degrading Treatment or Punishment (CAT) in 2010 was widely hailed** as an important step in the struggle of the human rights of all the citizens in the country.

It was hoped that the CAT ratification will lead to concrete steps to eradicate all forms of torture and ill-treatment from Pakistan.

Seven years later, things have not moved in that direction, at least not at anywhere near the desired pace.

The Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) closely monitors human rights violations across Pakistan. These violations help the organization understand the various trends related to this violation but also assists it tweaking its advocacy aimed at ending torture and bringing the perpetrators to justice.

According to CAT, following are the three essential elements of torture:

- An intention to subject a person to severe pain or suffering, whether physical or psychological.
- The treatment or suffering has a specific purpose, such as
  - o Obtaining information or confession;
  - o Punishing for an act the person might have committed or is suspected to have having committed;
  - o Intimidating or coercing the person; or

Underlining that information-technology-related violations, abuses, discrimination and violence against women, including women human rights defenders, such as online harassment, cyber-stalking, violation of privacy, censorship and the hacking of e-mail accounts, mobile phones and other electronic devices, with a view to discrediting them and/or inciting other violations and abuses against them, are a growing concern,

Stressing that respect and support for the activities of human rights defenders, including women human rights defenders, is essential to the overall enjoyment of human rights:

HRCP called upon the Government to:

1. Publicly acknowledge the important and legitimate role of human rights defenders, including women human rights defenders in the promotion and protection of human rights, democracy, the rule of law and development, including by publicly condemning violence and discrimination against them;

2. Ensure that human rights defenders, including women human rights defenders, can perform their important role in the context of peaceful protests, and ensure that no one is subject to excessive or indiscriminate use of force, arbitrary arrest or detention, torture or ill treatment, enforced disappearance, abuse of criminal and civil proceedings, or threats of such acts;

3. Exercise due diligence in preventing violations and abuses against human rights defenders, including through practical steps to prevent stigmatization, threats, harassment and violence against women human rights defenders and in combating impunity by ensuring that those responsible for violations and abuses committed by State and non-State actors, including online, are promptly brought to justice through impartial investigations and prosecutions;

4. Strengthen and implement legal, policy and other measures to promote gender equality; promote women's autonomy and equal participation in all spheres; and promote the full involvement and leadership in society, including in the defence of human rights;

5. Change Pakistan's hostile attitude towards human rights defenders on international human rights forums, where Pakistan has a sorry record of either voting against or watering down resolutions that seek to protect human rights defenders, including women human rights defenders;

6. Take meaningful measures to change social and cultural patterns that are based on the idea of the inferiority or superiority of either of the sexes or on stereotyped roles for men and women, thereby addressing harmful attitudes, customs, practices and gender stereotypes that underlie and perpetuate violence against women, including women human rights defenders;

7. Adopt and implement policies and programmes that provide all human rights defenders, particularly women human rights defenders, with access to effective remedies to secure accountability for violations and abuses; and

8. Provide access to comprehensive support services for those women human rights defenders who experience violence, including shelters, psychosocial services, counselling, medical care and legal and social services.

The speakers at the March 8 event stated that women rights defenders were subject to the same risks as any human rights defender, but as women, they were more vulnerable particularly to gender-specific violence and were also targeted for or exposed to gender-specific threats.”

Hostility towards defenders

The participants stated that Pakistan's hostility towards human rights defenders, including women HRDs, was deeply worrying. In March 2016, Pakistan lobbied against a UN Human Rights Council resolution that sought greater protection for HRDs working in the fields of economic, social and cultural rights. Before that in December 2015, Pakistan was one of only 14 out of 193 states that voted against the UN General Assembly resolution on HRDs. On other instances, Pakistan had actively worked to water down UN resolutions that have sought greater protection for women human rights defenders.

“Numerous human rights defenders are killed, attacked or face other kinds of threats or harassment in Pakistan every year. It is perplexing that the government still argues that “human rights defenders” are not a special group and do not warrant a special legal status. Even worse, senior representatives of the government repeatedly call human rights defenders 'foreign agents', 'proponents of Western values' and 'anti-Islam'. Such statements do not just discredit the important work of human rights defenders, they also makes them vulnerable to harassment, threats and even attacks,” HRCP said in a statement on the eve of International Women's Day.

Eight demands on March 8: The following resolution was adopted by the participants at the conclusion of the March 8 conference in Islamabad:
Recognizing that human rights defenders include anyone working for the promotion and protection of human rights such as professional as well as non-professional human rights workers, volunteers, journalists, lawyers, academics, cultural activists and anyone else carrying out, even on an occasional basis, human rights work,

Acknowledging the valuable work of human rights defenders, including women human rights defenders, in promoting civil, political, economic, social and cultural rights and the right to development,

Noting with deep concern that people engaged in promoting and defending human rights, including women human rights defenders, frequently face threats and harassment and suffer insecurity as a result of those activities,

Gravely concerned that women human rights defenders are at risk of and suffer from violations and abuses as any human rights defender, but in addition, can also experience gender-based violence; rape and other forms of sexual violence; harassment, verbal abuse and attacks on reputation, online and offline, by state actors, including law enforcement personnel and security forces, and state actors, such as those related to family, communityand outlawed forums like jirgas and panchayats,

Deeply concerned that historical and structural inequalities in power relations and discrimination against women, as well as various forms of extremism, have direct implications for the status and treatment of women,

Gravely concerned that impunity for violations and abuses against women human rights defenders persists owing to factors including a lack of reporting, documentation, investigation, access to justice, social barriers and constraints with regard to addressing gender-based violence, and a lack of recognition of the legitimate role of women human rights defenders, all of which entrench or institutionalize gender discrimination,

The discussion focused on physical security challenges and the newer threats of online harassment and surveillance. Through testimonies recorded earlier, women rights defenders shared with the audience their experiences. The participants called upon the authorities to recognize the role of women human rights defenders and protect them from discrimination, harassment and attacks.

Speakers added that there was still a sense in places that activism and politics were not acceptable fields for women to engage in.

It was highlighted that women rights defenders were subject to the same types of risks as any human rights defender, but as women, they were more vulnerable particularly to gender-specific violence and were also targeted for or exposed to gender-specific threats.

Opening up spaces

The speakers said that progress had been made over the many years of activism as young women had entered diverse professions and even the women of rural areas were more aware of their rights. However, they added, there were new challenges and obstacles, including challenges brought forth by social media and due to increasing religious narrow mindedness.

The expressed concern over the increase in intolerance and use of threatening tactics against women rights defenders. They stressed the need to train young women activists on ways to manage such threats.

The participants at the conference urged the Government to recognize the important role of women human rights defenders and provide them with a secure and equal environment to carry out their work without fear.

A group photo at the conclusion.

For a secure environment for women human rights defenders

At a time when the responsibilities of human rights activists in Pakistan are on the rise because of the declining rule of law and diversions from the due process, pressure on and threats against them have also increased. The challenges are equally daunting for women human rights defenders.

On March 8, International Women's Day, the Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) held a conference in Islamabad on “opening up spaces for women human rights defenders”.

Among others, Kishwar Naheed, Marvi Sirmed, Fauzia Saeed, Mangla Sharma, Tahira Abdullah, Farieha Aziz, Sheema Kermani, Nasreen Azhar, I. A. Rehman, and Harris Khalique spoke at the event.

Sheema Kermani, Fauzia Saeed, Kishwar Naheed, Nasreen Azhar and Mangla Sharma.

CSOs collaboration before & after Pakistan's UPR

The Universal Periodic Review (UPR) is a mechanism of the United Nations (UN) Human Rights Council (HRC) under which the Working Group on the UPR conducts periodic country reviews to examine the human rights performance of all UN member states. The UPR takes place once around every four years. Each UN member state has now been reviewed twice and this year Pakistan is up for review under its third UP.

Universal periodic review (UPR) of a country is based on three documents:

- A national report prepared by the state under review;
- A compilation of UN information prepared by the Office of the United Nations High Commissioner for Human Rights (OCHR); and
- A summary of information received from stakeholders (including national human rights institutions, NGOs, and other civil society actors).

The deadline for stakeholder submission for Pakistan's third UPR cycle was 30 March 2017. Ahead of the submission deadline, Human Rights Commission of Pakistan (HRCP) held a consultation on in Lahore on 24 March.

Representatives of several civil society organizations, who were making individual or joint UPR submissions attended the consultation. On the occasion, the participants exchanged information on the themes their UPR submissions covered and some draft reports were share.

They also recounted the challenges in preparing the submission.

More importantly, however, the discussion focused on the need for CSOs to continue collaboration on UPR beyond the stakeholders submission, especially with a view to track the implementation of the recommendations accepted by Pakistan.

The participants discussed lobbying strategies for a more robust and meaningful engagement in Pakistan's UPR review in the third cycle.

CSO submissions are crucial to the UPR as they provide the CSOs and the human rights defenders an opportunity to highlight the human rights issues and join efforts to persuade the authorities to make improvements in the situation.

HRCP had also organized various consultations last year to develop collaboration strategy and to discuss and identify priority issues that need to be addressed in the UPR.

Meeting in progress

Human Rights Commission of Pakistan جہدحق Monthly JEHD-E-HAQ

A collage by an artist from pictures taken from Internernet and HRCP Archives

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15